

مُتَنَاخُونَ كَابِرًا نَجِيمًا

از قلم

شیخ القرآن اتاذا علما
حضرت علامہ محمد رفیع احمد لہوی صاحب
مفتاح الہدی

مکتبہ اویسیہ
ناشر
مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاول پور پاکستان

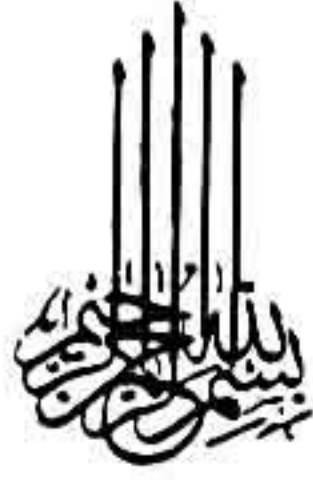
گستاخوں کا بُرا انجام

ماز قلم

شیخ القرآن اتاؤا سلاما
حضرت علامہ محمد فیض احمد ویسی صاحب
مدظلہ العالی

فیض عالم
پبلیکیشنز
پیپلز کالونی گوجرانوالہ

مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاول پور پاکستان
ناشر



جملہ حقوق محفوظ ہیں

گستاخوں کا بُرا انجام

نام کتاب

شیخ التفسیر ابوالصالح مفتی محمد فیض احمد اویسی

مصنف

محمد نعیم اللہ خاں

پروف ریڈنگ

محمد طاہر رضوی

کمپوزنگ

عطاء الرسول اویسی صاحب

باہتمام

1100

تعداد

384

صفحات

250 روپے

ہدیہ

ملنے کے پتے

جلالیہ و صراط مستقیم پبلی کیشنز گجرات
کرمانوالہ بک شاپ لاہور / فیضانِ مدینہ سرائے عالمگیر
مکتبہ فکر اسلامی کھاریاں / رضا بک شاپ گجرات
مکتبہ مہریہ رضویہ کالج روڈ ڈسکہ / دارالقلم سرائے عالمگیر
جامعہ محمدیہ رضویہ بھکھی شریف۔ منڈی بہاوالدین
مکتبہ فیضانِ مدینہ گھکھڑ / مکتبہ الفجر سرائے عالمگیر
جامع مسجد خوشبوئے مصطفیٰ ﷺ کوٹ قاضی حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ
اویسی بک سٹال گوجرانوالہ

فہرست مضامین

حصہ اول

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
24	حضرت صدرالافاضل	10	عرض مؤلف
24	محمد ثین کرام و تفسیر	10	وہابی دیوبندی کو سبق
25	فائدہ	12	مقدمہ
29	انتباہ	13	طرز استدلال
33	گستاخان نبوت	14	۱۔ شان نزول
34	پیش لفظ	14	۲۔ شان نزول
36	گستاخی نمبر 1	15	فوائد
36	گستاخی نمبر 2	17	بے ادب و گستاخ مرتد خارج از اسلام ہے
36	گستاخی نمبر 3	18	درس ادب
36	گستاخی نمبر 4	18	انتباہ
37	گستاخی نمبر 5	18	معمولی بے ادبی بھی عذاب کا موجب ہے
37	گستاخی نمبر 6	19	سبق
37	گستاخی نمبر 7	20	نیکی کا گھمنڈ
37	گستاخی نمبر 8	20	ایک بے ادب
38	گستاخی نمبر 9	21	درس عبرت
38	گستاخی نمبر 10	21	گستاخی کا ایک لفظ
38	گستاخی نمبر 11	22	مسائل از آیت
38	گستاخی نمبر 12	23	فائدہ
38	گستاخی نمبر 12	23	وصال کے بعد ادب

50	قوم عاد کی گستاخی	39	گستاخی نمبر 13
50	صالح علیہ السلام کی قوم کی گستاخی	39	گستاخی نمبر 14
51	جانی دشمن	39	گستاخی نمبر 15
51	کریم نبی ﷺ	39	گستاخی نمبر 16
51	وحشی کو معافی	40	گستاخی نمبر 17
51	ہندہ کو معاف کر دیا	40	نتیجہ
52	کسریٰ شاہ فارس کا انجام	41	ناظم دیوبند کا خود اپنوں پر فتویٰ
52	خط کے بجائے اپنا ملک ٹکڑے کر دیا	41	فتوائے قرآن
54	سخت حکم جاری کرنے کی سزا	41	فتویٰ فقہاء کرام
55	کفار مکہ کو بے ادبی کے باعث عذاب	42	گستاخوں کے فرتے
55	شان نزول	43	گستاخی اللہ و رسول ﷺ کی نظر میں
56	عاص بن وائل	44	گستاخی نبوی ملال کی موجب ہے
57	ابولہب اور اسکی بیوی کا انجام	45	حکم خداوندی
58	ابولہب کی بیوی کی کارستانی	46	شیر خدا کا فتویٰ
59	ابو جہل کا ذلیل ہو کر مرنا	46	حضور ﷺ کے حکم سے عدول عذاب
60	کھوپڑی ریزہ ریزہ ہو گئی	46	کا موجب ہے
61	توہین رسول کفر ہے	47	حضور ﷺ کی دعا کا اثر
62	کفر اور بے ادبی کے کلمات	48	عتیبہ کا انجام
63	نبوت کی نزاکت	49	ابو جہل کا منہ ٹیڑھا
64	مدینہ طیبہ کی دہی کی بے ادبی	49	جیسی کرنی ویسی بھرنی

80	یار رسول اللہ ﷺ کو بدعت کہنے والے کا انجام	64	رسول اللہ ﷺ کے نزدیک گستاخی کا معیار
81	تصدیق نامہ	66	نتیجہ
81	انتباہ	66	نہ مٹانہ مٹے گا کبھی چہ چا تیرا
84	بدعت کا اطلاق	67	فائدہ
84	منافقین	68	دعوتِ غور و فکر
85	آج نہ سہی تو کل سہی	68	کوڑھ مغزیا ازلی بد بخت
87	توہین شرح پراندھا	69	اندھا دل کا اندھا
88	شریعت کی بے ادبی کی سزا	69	گستاخی کی اصل وجہ
90	فوائد	69	احترامِ رمضان المبارک
90	خلافِ شرع پیر	70	حکمِ قتل
91	کنعان کا انجام	70	فرشتہ گستاخی کی زد میں
91	سامری کا انجام	71	ایک اور فرشتے کو سزا
92	محبوبانِ خدا کے ادب و احترام میں نجات	73	فائدہ
92	ارشادِ خداوندی	73	غلامِ خاں را اولپندی کا انجام پر باد
93	ارشادِ نبوی ﷺ	74	روزنامہ جنگ کی خبر
93	نبی ﷺ کی شان اللہ جانے یا صحابی	75	نوائے وقت کی خبر
93	حدیثِ رسول ﷺ کا ادب	76	تبصرہ ادیسی
94	عقیدت کی جان	77	پردہ اٹھتا ہے
94	ام المؤمنین کا ادب	79	مناظرِ اسلام کی پیش گوئی کی صداقت
94	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ادب	79	مناظرِ اسلام کی پیش گوئی

111	شیخین کے بغض کا عذاب	94	علمائے ربانی کا فرمان
112	فائدہ	95	صحابہ کی پیاری ادا
112	علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ	95	وضو کا پانی اور صحابہ کا عشق
113	فوائد	95	سیف اللہ خالد کا عقیدہ
113	حق چار یار	96	فائدہ
113	فوائد	96	شفائے امراض
113	صدیق کا دشمن	96	عقیدت ہو تو ایسی ہو
115	فوائد	97	تیری بیٹھک پہ قربان
116	ابوبکر و عمر کا دشمن	97	تیرا الحاف پیارا
117	کشفِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	97	چار پائی کی قیمت
117	فائدہ	100	گستاخ صحابہ
118	شیخین کا دشمن منافق	100	مشاجرات صحابہ
118	دشمنِ شیخین کو سزا	101	مقدمہ
119	فوائد	101	آیت قرآن
120	ہاتھ سوکھ گیا	104	خارجیوں کی شرارت
120	فوائد	104	علی و معاویہ شیر و شکر
121	قاتلین عثمان کا انجام	106	دونوں گروہ برحق
121	نامعلوم شخص سے مارا گیا	107	انتباہ
121	فائدہ	109	ازالہ وہم
122	گردن ماروی	110	ایک افتراء بہتان کا ازالہ

138	سرپرست سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم	122	عبداللہ ابن سبا کا انجام
139	فضائلِ اہل بیت عظام	122	سڑی لاش
141	اہل بیت سے سرکار کی محبت	123	ازالہ وہم
142	آل رسول کی محبت اور عقیدت کے احکام	123	تاریخی زبردست غلطی
144	سادات کا ادب	123	حضرت علی کے ادب سے کٹا ہوا ہاتھ جڑ گیا
145	وراثتِ یزید	124	دشمنِ علی
146	سید پرکتہ چینی پر پیغمبری عتاب	124	فوائد
147	سید کے احترام میں قطب بن گیا	125	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دشمن پاگل ہو گیا
148	امام شافعی اور احترامِ سید	126	فوائد
148	امام اہل سنت اور آدابِ سادات	126	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دشمن برص میں
150	مسائلِ عاشورہ	131	حضرت سعید کی گستاخ عورت اندھی ہو گئی
152	امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل کا انجام	132	فائدہ
152	ابتداء واقعہ شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ	132	زبان اور ہاتھ کٹ گئے
154	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی	133	کوفیوں کے خلاف دعا
154	حضرت علی رضی اللہ عنہ اور کربلا	133	مزار کا بے ادب
155	کربلا کی مٹی اور علمِ غیب نبی	134	گستاخ صحابہ کو قبر نے بھی قبول نہ کیا
156	عجوبہ	135	گستاخانِ اہل بیت
156	قاتلانِ حسین کے انجام کی تفصیل	136	نقشہ اہل بیت
158	گستاخ ولد الزنا ہیں یا حرام زادے	137	اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
158	دشمنانِ اہل بیت کا انجام	137	بناتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اولادیں

181	وزیر بے تدبیر کا انجام	159	قاتلان امام کا انجام
182	ولی اللہ کے گستاخ کو سزا	160	چہرے کا سیاہ ہونا
183	حجاج ظالم کے انجام کی کہانی	161	اہل بیت کے ادب والوں کو انعام
183	یزید پلید کے بعد	161	ایک سیدہ خاتون کا عجیب واقعہ
184	ظلم کی انتہاء	164	عجیب نظارہ
185	قہر خداوندی	165	اہل بیت سے انعام
185	عذابِ خداوندی		حضرت عباسؓ اور زہد بن ثابتؓ کا
185	بیماری یا عذاب	165	ایک دوسرے کا ادب کرنا
186	موت کے وقت		گستاخان اولیاء و علماء
186	حسن بصری اور حجاج	169	اولیاء کرام کیلئے عوام کو ہدایت
187	حجاج کی خفگی	170	مشائخ کی مساجد کی تعظیم
187	ابومنذر کا وعظ	173	اصحاب کہف کی بے ادبی سے موت
187	انجامِ برباد	175	امام اعظم کی بے ادبی سے انجام بد
188	تقریر	177	بدظنی کی سزا
188	بے ادب کی نسل منقطع	178	درسِ عبرت
189	ولی اللہ کا مارا	178	انبیاء اور اولیاء کا گستاخ
190	امام غزالی کے مخالف کو کوڑے	178	حرام زادے کی نشانی
191	سیدنا صابر کلیری رضی اللہ عنہ	179	امام اعظم اور استاذ کا ادب
191	بے ادب انگریز گستاخ کی موت	179	غلاف چوراندھا ہو گیا
192	سعودیوں کا برا انجام	180	غلاف چوروں کا لطیفہ

203	انتباہ	192	انجینئر کوسزا
204	محدث اعظم پاکستان	193	سادھو کی بربادی
204	سیاہ پاؤں	193	بے ادب قید میں
205	چہرہ قبلہ سے پھر گیا	194	سیٹھ کوسزا
205	اولیاء اللہ کے بے ادب کا خاتمہ خراب	194	گستاخ انجام برباد
207	اولیاء کے بے ادب کا خاتمہ خراب	195	حکایت فقیر
208	امیر خسرو اور پیر کا جوتا	196	ولی کی بے ادبی کرنے سے بربادی
209	شیخ کا جوتا		قبلہ عالم گولڑی کی عطاء اللہ شاہ دیوبندی
210	تمام زندگی پیر کے گھر کی طرف پیٹھ نہ کی	202	بخاری کو بد دعا
210	آخری اپیل	202	گھر کی گواہی
		203	زبان کا بند ہونا

فہرست مضامین

(حصہ دوم)

صفحہ نمبر 379 تا 384 پر دیکھیں

عرض مؤلف

صاحب روح البیان نے گیارہویں پارہ میں لکھا ہے اولیائے کرام سے کم از کم محبت و عقیدت اور واصلیں کے مبادا و معاد کی سر کی تصدیق اور جنہیں حقائق قرآن کی تحقیق نصیب ہے ان کے آداب کی رعایت ضروری ہے۔ (بجملہ تعالیٰ یہ ہم اہلسنت کو نصیب ہے) اور ان سے بغض و عداوت اور ان پر طعن و تشنیع اپنے ایمان کا بیڑہ غرق کرنا ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

مَنْ عَادَلِيَّ وَوَلِيَّيَا فَقَدْ آذَنَتْهُ بِالْحَرْبِ

(مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات باب ذکر اللہ عزوجل پہلی فصل، بخاری

شریف کتاب الرقاق باب التواضع)

جو ولی اللہ سے عداوت کرتا ہے میرا اس کے ساتھ جنگ کا اعلان ہے۔ یعنی اس کا ولی اللہ کا دشمن ہونا، میرے ساتھ جنگ کرنے کے مترادف ہے اور میں بھی اس کے ساتھ دشمنی کی خبر دیتا ہوں۔ اس لئے اللہ کے ساتھ دشمنی کرنے والا اور اس کے علوم کو پس پشت ڈالنے والا، دراصل اللہ کا دشمن ہے۔

وہابی و دیوبندی کو سبق و عبرت:

جب ایک ولی اللہ کے دشمن کا یہ حال ہے تو نبی علیہ السلام کے ساتھ بغض و عداوت اور اس کی لائی ہوئی کتاب کے تارک کا کیا حال ہوگا؟ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام اور وارث رسول یعنی ولی اللہ کے دشمن کا انجام برباد ہوگا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت بڑی سخت ہے۔

حضرت جامی قدس سرہ نے فرمایا:

بے رنج کسے چوں نبرد رہ بسر گنج

آن بہ کہ بگوشم ہمنانہ

ترجمہ: تکلیف کے بغیر کسی کو خزانہ نہیں ملتا۔ اسی لئے ہمیں بھی کوشش کرنی چاہیے
صرف اُمید پر نہ رہنا چاہیے۔

فائدہ: حضرت شیخ عزالدین بن عبدالسلام قدس سرہ نے فرمایا کہ طریقہ صوفیاء کی
بناء چار چیزوں پر ہے۔

۱۔ اجتهاد (جدوجہد کرنا)

۲۔ سلوک

۳۔ سیر

۴۔ طیر

اجتہاد تو یہی ہے کہ حقائق ایمان کی تحقیق اور سیر، حقائق احسان کی تحقیق،
معرفۃ ملک منان کیلئے جذبہ بطریق جو دو احسان کو طیر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اجتہاد کو
سلوک سے وہی نسبت ہے جو استنجاء کو وضو سے، جس طرح استنجاء کے بغیر وضو نامکمل
ہے ایسے ہی اجتہاد کے بغیر سلوک غیر مکمل ہے۔ ایسے ہی سلوک کو سیر سے وہی نسبت
ہے جو وضو کو نماز سے کہ جیسے بلا وضو نماز نہیں ہوتی ایسے ہی سلوک کے بغیر سیر الی اللہ کا
حصول محال ہے۔ اس کے بعد درجہ طیر ہے یعنی وصال الہی۔

فائدہ: تصوف میں ادنیٰ درجہ یہی ہے کہ اہل اجتہاد سے محبت کی جائے۔

فقیر محمد فیض احمد اویسی عنہ

مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

أُحْمَدُ لِلّٰهِ الْمَلِکِ الْعَزِیزِ الْغَفَّارِ الَّذِیْ مَنْ عَلَیْنَا سَیِّدِ
السَّادَاتِ الْأَخِیَارِ - وَالصَّلٰوَةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِهِ النَّبِیِّ
الْمُخْتَارِ وَعَلٰی آلِهِ الْأَطْهَارِ وَأَصْحَابِهِ الصِّغَارِ وَالْکِبَارِ مِنْ
الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْأَنْصَارِ -

أَمَّا بَعْدُ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَمَنْ يُعْظِمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوٰی الْقُلُوبِ -

(پ ۷ سورہ الحج آیت نمبر ۳۲)

(اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے)

قرآنی فیصلہ ہے اور حدیث پاک

لَا يَوْمَ مِنْ أَحَدِكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ

أَجْمَعِينَ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ کتاب الایمان پہلی فصل) کا تقاضا بھی یہی ہے کہ

اس سعادتِ عظمیٰ کے حصول میں بے اعتنائی نہ ہو کیونکہ محبت کی ایک علامت یہ بھی

ہے کہ محبوب کی ہر منسوب الیہ شے محبوب ہو چنانچہ قرآن پاک کی نصوص مقدسہ لَّا أ

قِسْمٌ بِهَذَا الْبَلَدِ - (پ ۳۰ سورہ البلد آیت نمبر ۱) اور وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ -

(پ ۳۰ سورہ العصر آیت نمبر ۱) اور لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ اور وَالْعَادِيَاتِ

ضُبْحًا فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا۔ (پ ۳۰ سورہ العاديات آیت نمبر ۱، ۲) اشارات و تلمیحات سے وضاحت ہوتی ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی:
 بِأَبِي أَنْتَ وَ أُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ بَلَغَ مِنْ فَضِيلَتِكَ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى أَنْ
 أَقْسِمُ بِحَيَاتِكَ دُونَ سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ وَ لَقَدْ بَلَغَ مِنْ فَضِيلَتِكَ عِنْدَهُ أَنْ أَقْسِمُ بِتُرَابٍ
 قَدْ مِيكَ فَقَالَ لَا أَقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ۔ (نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض)

دیکھئے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا کیسا پیارا جملہ ہے یعنی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی ”یا رسول اللہ! آپ پر میرا باپ، میری ماں قربان ہوں، تحقیق مجھے آپ کی فضیلت کا علم ہوا جو اللہ نے آپ کو عنایت فرمائی ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے صرف آپ کی حیات مبارکہ کی قسم یاد فرمائی ہے، نہ کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی اور ایسے ہی اللہ نے آپ کو فضیلت بخشی ہے کہ اللہ نے آپ کے قدموں کی خاک کی قسم یاد فرمائی ہے اور اس کا استدلال فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی آیت لَا أَقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ۔ (۳۰ سورہ البلد آیت نمبر ۱، ۲) مجھے اس شہر کی قسم ہے اور تم اس میں مقیم ہو۔

طرز استدلال:

آیت سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا طرز استدلال وہی ہے جو ہم اہلسنت کو وراثت میں نصیب ہوا ہے کہ خصوصی قسم تو شہر کی ہے لیکن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

نے اس عموم کا استدلال کر کے واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر منسوب الیہ سے پیار و محبت کا اظہار فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس طرح خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی گستاخی تباہی اور بربادی کا موجب ہے ایسے ہی آپ کی ہر منسوب الیہ کی بے ادبی، بربادی کا سبب ہے، اور جیسے آپ کی ذات سے محبت و پیار نجات اور سعادت مندی ہے ایسے ہی آپ سے ہر منسلک ہونے والا اللہ کا محبوب ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَ
يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ -

(پ ۳ سورہ آل عمران آیت نمبر ۳۱)

ترجمہ: فرمائیے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو تمہیں اللہ تعالیٰ محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

شان نزول 1:

۱۔ یہودیوں اور نصرانیوں نے اللہ تعالیٰ کی محبت کا دم بھرا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری محبت کا دم بھرنے والو! میرے محبوب کے غلام بن جاؤ، ان کی غلامی کی برکت سے پھر میرے نہ صرف محبت بلکہ محبوب و مرغوب و مطلوب بن جاؤ گے۔

شان نزول 2:

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کفار بتوں کو سجا سجا کر ان کو سجدہ کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے گروہ قریش! خدا کی قسم تم اپنے آباء حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین کے خلاف ہو گئے۔ قریش نے کہا: ہم ان بتوں کو اللہ کی محبت میں پوجتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں گے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

فوائد:

۱۔ آیت میں ادب سکھایا گیا کہ محبت الہی کا دعویٰ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و فرمانبرداری کے بغیر قابل قبول نہیں۔ جو اس دعویٰ کا ثبوت دینا چاہے وہ حضور کی غلامی کرے، اور حضور نے بت پرستی سے منع فرمایا تو بت پرستی کرنے والا حضور کا نافرمان اور محبت الہی کے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا پابند ہو جیسے اہل کتاب، وہ اگرچہ توحید کو مانتے تھے مگر مردود ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت بغیر اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہو سکتی۔ حدیث میں ہے، جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

۲۔ غلامی رسول سے محبوبیت خداوندی نصیب ہوتی ہے جو غلام رسول بننے اور کہنے سے کتراتے ہیں وہ مبغوض خدا ہیں اور غلام رسول غلام نبی غلام محمد غلام احمد وغیرہ وغیرہ کو مشرک کی زد میں لا کر غلامی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈراتے دھمکاتے ہیں لیکن جن کی قسمت اچھی ہے وہ آج بھی ان کے غلام ہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ تا قیامت ان کے غلام رہیں گے بلکہ ان کا تو نعرہ بن گیا ہے:

ع..... غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے

۳۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے نہ صرف محبت الہی کی سعادتیں نصیب ہوتی ہے بلکہ بندہ محبوب الہی بن جاتا ہے۔ اسی لئے امتی پر لازم ہے کہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و فرمانبرداری کر کے محبوبِ خداوندی کی سعادت سے بہرہ اندوز ہو اور آپ کی بے ادبی اور گستاخی سے بچے کیونکہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی و گستاخی اگرچہ معمولی ہی سہی سخت عذاب کا موجب ہے۔

چنانچہ اللہ نے فرمایا کہ:

۱۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَ

لِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ (پ سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۰۴)

۲۔ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ

مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (پ ۹ سورہ الاعراف آیت ۱۵۷)

پہلی آیت میں ارشاد فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! راعنا کے لفظ ہیں چونکہ راعی (چرواہے) یا رعونت کا معنی بھی نکلتا ہے اور گو اس کا ایک معنی صحیح بھی ہے مگر بوجہ موہوم بے ادبی ہونے کے ایسا لفظ بے ادبی کا میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ کہو ورنہ یاد رکھو کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے۔

دوسری آیت میں فرمایا گیا کہ دنیا اور آخرت میں کامیاب وہی لوگ ہیں جو کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر آپ کا ادب بھی کریں۔ آپ کی امداد اور عمل بالقرآن سے مشرف بھی ہوں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اے دونوں آیتوں کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب ”باادب بانصیب“ میں لکھی ہے۔
 کی بے ادبی کرنے والا ہرگز مسلمان نہیں رہتا اور آپ کا ادب اور احترام کرنے
 والے ہی مومن ہیں۔

بے ادب و گستاخ مرتد خارج از اسلام ہے:

ہمارے نزدیک گستاخ، بے ادب دین سے نکل جاتا ہے اور اس پر مرتد
 ہونے کا قرآنی فتویٰ ہے، خواہ وہ مولوی ہے یا نمازی یاغازی ہے، کچھ بھی ہو۔

چنانچہ اللہ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا
 وَاللَّهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالِكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ۔

(سورہ حجرات پارہ ۲۶، ع ۱۱ آیت نمبر ۲)

ترجمہ: ایک ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی
 آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے
 چلا کر بولتے ہو کہیں تمہارے عمل برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

شانِ نزول:

یہ آئیہ کریمہ حضرت صدیق اکبر و عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے حق میں
 نازل فرمائی گئی۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اختلاف صحابہ واقع
 ہوا اور ان کی آوازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بلند ہوئیں تو یہ آیت کریمہ نازل

ہوئی اور انہیں ممانعت فرمائی گئی کہ میرے نبی کے حضور میں بلند آواز سے کلام نہ کرو،
اُن کا ادب و تعظیم ملحوظ خاطر رکھو۔

درسِ اَدَب:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ بے ادبی بھی کفر ہے کیونکہ کفر ہی سے
نیکیاں برباد ہوتی ہیں۔ جب اُن کی بارگاہ میں اونچی آواز سے بولنے سے نیکیاں
برباد ہوتی ہیں تو دوسری بے ادبی کا ذکر ہی کیا۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان کے حضور
چلا کر نہ بولو انہیں عام القاب سے نہ پکارو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ مثلاً:
اے چچا، ابا، بھائی بشر، اے محمد..... بلکہ کہو یا رسول اللہ! یا شفیع المذنبین صلی اللہ علیک
وسلم۔ اس آیت میں حضور کا جلال و اکرام، ادب و احترام تعلیم فرمایا گیا اور حکم دیا
گیا کہ ندا کرنے میں ادب کا پورا خیال رکھیں۔ جیسے آپس میں بیباک ہو کر بولتے ہیں
یہاں یہ بات نہ ہو بلکہ یہاں ادب ملحوظ ہو۔

انتباہ:

دورِ حاضرہ میں بے ادبی و گستاخی کا مفہوم بے توجہی کا شکار ہو رہا ہے۔
نبوت و ولایت و صحابیت کے مراتب سے بے اعتنائی برتی جا رہی ہے حالانکہ نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے سے بڑوں بالخصوص بوڑھوں کی بے ادبی اور بے توقیری
کو بھی، اگرچہ معمولی سی ہو، ایک عذاب سے تعبیر فرمایا ہے۔

معمولی بے ادبی پر فقر و فاقہ کا عذاب:

صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ پارہ ۷۱ میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر فقر و فاقہ کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: تو کسی بوڑھے کے آگے چلا ہوگا۔

سبق:

یہ بے ادبی محض لاپرواہی سے سرزد ہوئی کیونکہ کوئی شخص بھی عمداً بوڑھے آدمی کی گستاخی یا بے ادبی کی نیت سے اس کے آگے نہیں چل پڑتا بلکہ محض اس بناء پر کہ بوڑھا کمزوری کی وجہ سے آہستہ چلتا ہے اور نوجوان کو ہمت جوانی آہستہ چلنے نہیں دیتی اس لئے نوجوان عموماً بوڑھوں کے آگے چل پڑتے ہیں لیکن سزا بھگتنی پڑتی ہے، وہ بھی معمولی نہیں بلکہ سخت سے سخت ترین کیونکہ تنگدستی اور فاقہ ایسا عذاب ہے کہ جس سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگتے تھے بلکہ حدیث شریف میں ہے:

كَادَ الْفُقْرَانُ يَكُونُ سَوَادَ الْوَجْهِ فِي الدَّارَيْنِ

قریب ہے کہ فقر اور تنگدستی دونوں جہانوں میں رُوسیا ہی کا سبب بن جائے۔ غور فرمائیے! کہ ہم آج کل اپنے سے بڑوں کی تعظیم بالخصوص بوڑھوں کی توقیر میں کس قدر کوتاہی اور سستی کرتے ہیں اور بارگاہِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے ادب اور گستاخ کے متعلق کیا تصور ہو سکتا ہے؟ اگرچہ اس کی سزا اور عذاب آج نہ سہی تو کل ضرور ہوگی۔ (انشاء اللہ)

خصوصی تنبیہ:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت ثابت بن قیس، خطیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نازل ہوئی۔ ان کے کانوں میں بہرا پن تھا اور بلند آواز تھے بات کرتے تو چلا کر، اور وہ اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصروف گفتگو رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے گویا انہیں ادب سکھایا کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چلا کر نہ بولا کرو۔

نیکی کا گھمنڈ یا ادب اور نیاز:

جن لوگوں کو نیکی کا گھمنڈ ہے اور وہ ادب کو کچھ نہیں سمجھتے یا اہمیت نہیں دیتے، وہ اور ان کے ہمنوا، نیکیوں پر گھمنڈ رکھنے والوں کو دعوتِ فکر ہے کہ جب ایک معمولی سی بات پر اللہ تعالیٰ نے ایمان سے خارج ہونے کی دھمکی دی ہے پھر ان خشک زاہدوں کے متعلق کیا کہا جائے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور گستاخی کو تو حید گردانتے ہیں۔

ایک بے ادب کی تائید:

ابن کثیر، ابن تیمیہ کے شاگرد، نے وہی معنی لکھا ہے جو اوپر مذکور ہے۔
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ هَذَا آدَبٌ
 ثَانٍ آدَبَ اللَّهِ تَعَالَى بِهِ الْمُؤْمِنِينَ أَنْ لَا يَرْفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوْقَ صَوْتِهِ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا إِلَىٰ آخِرِهِ

اے ایمان والو! اپنی آوازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو۔
 یہ دوسرا ادب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مومنوں کو سکھایا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کی مجلس میں اپنی آوازیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کریں۔

درسِ عبرت:

اس سے خود سمجھ لیں کہ بارگاہِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں صرف اونچا بولنا اسلام سے خارج کر دیتا ہے اور جس کا مشغلہ ہی شب و روز شانِ رسالت میں تنقیص و تحقیر ہو، اُس کا کیا حشر ہوگا۔

گستاخی کا ایک لفظ:

گستاخ اور گستاخوں کے چیلے گستاخانہ کلمات بول کر اپنے علم و عمل کے بل بوتے پر عوام سے دھونس دھاندلی کر کے بچ جاتے ہیں۔ عوام بھی یہی سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ تو بڑے علامہ اور نیک ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ ان کی یہ گستاخی ایسی ہے جیسے عرق گلاب کے تالاب میں قطرہٴ پیشاب۔ عوام کو سمجھانے کیلئے فقیر یہاں ایک مثال لکھتا ہے:

ایک اسی سالہ بوڑھے نے اپنی شادی کے ساٹھ سال بعد اپنی بیوی کو معمولی سے ناراضگی کی وجہ سے کہہ دیا ”جاؤ میں نے تمہیں تین طلاقیں دیں“ لیکن جب ناراضگی دُور ہوئی تو کہنے لگا ”میرے ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔ جب معاملہ علماء کے پاس پہنچا تو سب علماء نے یہی کہا کہ طلاق واقع ہوگئی۔ وہ بوڑھا غصہ میں آ کر کہنے لگا ”یہ مولوی بھی عجیب ہیں۔ نہیں دیکھتے کہ میں نے ساٹھ سال تک بیوی کی خدمت کی ہے، خود بھوکا رہا لیکن اس کو کھلاتا رہا، خود پھٹے پرانے کپڑے پہنے

لیکن بیوی کو عمدہ لباس پہناتا رہا، عمر بھر اس کے ساتھ محبت کرتا رہا، اب ایک اتنے سے جملے سے طلاق کیسے واقع ہوگئی؟۔ بیوی سے میری سابقہ محبت اور خدمت کا بھی تو کچھ خیال کرنا چاہیے۔ علماء نے کہا: تمہارا ماضی نہیں دیکھا جائے گا، البتہ تمہارے اس جملے سے طلاق ضرور واقع ہوگئی ہے۔ اُس جاہل بوڑھے کی طرح بعض لوگ گستاخی رسول کا ارتکاب کرنے والے مولویوں کے بارے میں بھی کہتے ہیں کہ جناب! مولوی صاحب نے سیرت رسول کریم ﷺ پر ڈھیر ساری کتابیں لکھی ہیں، فضائل رسول کریم ﷺ بھی بیان کرتا رہا ہے۔ ساری عمر نمازیں بھی ادا کی ہیں، فرائض و واجبات بھی ادا کرتا رہا ہے، درود پاک بھی پڑھتا رہا، اگر بے ادبی کا کوئی لفظ اس کی زبان یا قلم سے نکل گیا تو کیا ہوا، اُس کے ماضی کی خدمات بھی تو دیکھئے۔ ہم کہیں گے کہ جس قانون شریعت کے تحت ایک جملہ سے بیوی کو طلاق ہو جاتی ہے، اسی قانون شریعت کے تحت آمنہ کے لال جناب محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی شان اقدس میں بے ادبی کا ایک لفظ بھی نکل جائے تو تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، اب اس کے ماضی کو نہیں دیکھا جائے گا، جب تک توبہ نہیں کرے گا مرتد رہے گا۔

مسائل از آیت کریمہ:

آیت سے ذیل کے مسائل ثابت ہوئے۔

۱۔ حضور علیہ السلام کی حدیث کا ادب ضروری ہے۔

چنانچہ شرح شفاء میں ہے کہ:

والمعنی اَنَّهُ یَجِبُ السَّدِّ عِنْدَ کَلَامِهِ الَّذِیْ هُوَ الْوَحْیُ الْخَفِیُّ کَمَا

يَجِبُ سَمَاءَ الْقُرْآنِ الَّذِي هُوَ الْوَحْيُ الْجَلِيُّ وَفِيهِ أَيْمَاءٌ هَذَا لِأَدَبٍ عِنْدَ السَّمَاءِ۔

اور جب آپ فرمادیں تو جواب توجہ سے سنو اور خاموش رہو۔ معنی یہ ہے کہ بوقتِ کلام پاک (حدیث شریف) صاحبِ لولاک جو وحیِ خفی ہے (اُس کا سننا واجب ہے) جیسا کہ قرآن شریف کا سننا واجب ہے اور اسی میں اشارہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی (الحدیث المروی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم) روایت کردہ حدیث کو سنتے وقت ادب ضروری ہے۔

فائدہ:

صحابہ کرام اور آئمہ کرام و محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے حالات بتائیں گے کہ انہوں نے اس ادب کو کتنا اور کس طرح بجالایا، آئندہ اوراق میں اس کی تفصیل آئے گی۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

۲۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَعْتَمِدَ الْمَسْجِدَ بِرَفْعِ الصَّوْتِ وَلَا يَشَى مِنْ
الَّذِي وَإِنْ يَنْشُرُهُ عَمَّا يَكْرَهُ۔ (شفاء شریف جلد ۲، ص ۷۴)

کسی کے لئے بھی لائق نہیں ہے کہ مسجد شریف میں آواز بلند کرے اور کوئی ایسا کام بھی نہ کرے جو دوسروں کیلئے باعثِ اذیت ہو اور مسجد کو ناپسندیدہ امر سے پاک رکھے۔

وصال کے بعد ادب:

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ تَعَالَى فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَهُوَ حَيٌّ حَاضِرٌ بَعْدَ مَمَاتِهِ كَمَا كَانَ

فِي حَالِ حَيَاتِهِ۔ (شرح شفاء جلد ۲، ص ۱۶۰)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اپنی آوازیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو اور وہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی وفات کے بعد اسی طرح زندہ حاضر ہیں جس طرح کہ وفات سے پہلے تھے۔ مزید تفصیل آنے والے ابواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت صدر الافاضل نے لکھا:

جب حضور میں کچھ عرض کرو تو آہستہ اور پست آواز سے عرض کرو، یہی دربار رسالت کا ادب و احترام ہے۔ اور فرمایا کہ اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اجلال اکرام و ادب و احترام تعلیم فرمایا گیا اور حکم دیا گیا کہ ندا کرنے میں ادب کا پورا لحاظ رکھیں اور جیسے آپس میں ایک دوسرے کا نام لے کر پکارتے ہیں اُس طرح نہ پکاریں بلکہ کلمات ادب و تعظیم و توصیف و تکریم و القابِ عظمت کے ساتھ عرض کرو جو عرض کرنا ہے کہ ترکِ ادب سے نیکیوں کے برباد ہونے کا اندیشہ ہے۔ (خزان العرفان)

فائدہ:

غور کیجئے کہ آیت میں کن ہستیوں کو نہ صرف دھمکایا گیا ہے بلکہ ان کی جملہ عبادات کو اکارت اور ضائع ہونے اور ارتداد کا خوف دلایا گیا ہے جس کی سزا صرف جہنم ہے، پھر ان بیچاروں کا کیا بنے گا جو دو لفظ پڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جی بھر کر بے ادبی و گستاخی کرتے ہیں۔

محدثین کرام و مفسرین عظام:

۱۔ الشیخ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ تَعَالَى (لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ) آيَاتٌ فِيهَا مِنْ خَصَائِصِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْرِيمِ رَفْعِ الصَّوْتِ عَلَيْهِ وَالْجَهْرُ لَهُ بِالْقَوْلِ وَفَسْرُهُ مُجَاهِدٌ بِنْدَانِهِ بِاسْمِ أَخْرَجَهُ ابْنُ حَاتِمٍ وَنِدَاءٌ هُ مِنْ قَرَأِ الْحُجْرَاتِ وَاسْتَدْلًا بِهِ الْعُلَمَاءُ عَلَى تَبْنَعٍ مِنْ رَفْعِ الصَّوْتِ بِحَضْرَةِ قَبْرِهِ وَعِنْدَ قِرَاءَتِ حَدِيثِهِ لِأَنَّ حُرْمَتَهُ مَبْنِيًا كَحُرْمَتِهِ حَيَاتِهِ۔ (الاکلیل ص ۱۹۶، مطبوعہ مصر)

اللہ تعالیٰ کا قول لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ، ان آیات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض خصائص کا ذکر ہے کہ حضور پہ آواز بلند کرنا حرام ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا کر بولنا بھی حرام ہے۔ امام مجاہد نے اس کی تفسیریوں کی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر پکارنا جیسے (محمد یا احمد) منع ہے۔ (ابن ابی حاتم) اور باہر سے پکارنا بھی منع ہے۔ علماء کرام نے اس سے یہ استدلال کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کے قریب آواز بلند کرنا حرام ہے اس لئے کہ آپ کی زندگی اور موت میں کوئی فرق نہیں، آپ کا اب بھی اسی طرح ادب ضروری ہے جیسے ظاہری زندگی میں۔

فائدہ:

لیکن یہ سبق اس کو فائدہ دے گا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ مانتا ہے اور جو مر کر مٹی میں (جیسا کہ صاحب تقویۃ الایمان اور دوسرے دیوبندیوں کا عقیدہ ہے) مل گیا کی رٹ لگاتا ہے، اُسے اس سے کیا فائدہ..... واللہ اعلم بالصواب

۲۔ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ذَكَرَهُ بَعْضُهُمْ رَفَعَ الصَّوْتِ عِنْدَ قَبْرِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِأَنَّهُ
حَيٌّ فِي قَبْرِهِ (وَقَالَ) ذَكَرَهُ بَعْضُهُمْ رَفَعَ الصَّوْتِ فِي
مَجَالِسِ الْفُقَهَاءِ تَشْرِيفًا لَهُمْ إِذْ هُمْ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ -

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پاک کے قریب آواز بلند کرنے کو
علماء کرام نے مکروہ فرمایا، اس لئے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مزار میں زندہ
ہیں۔ اور بعض علماء نے مجلس فقہاء میں رفع صوت کو ان کی عزت کیلئے مکروہ فرمایا
کیونکہ وہ انبیاء کے وارث ہیں۔

فائدہ:

صرف ان دو تفسیروں پر اکتفاء کیا گیا ہے تاکہ طوالت نہ ہو۔

آداب:

(۱) آیت میں نہ صرف حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ادب کی
تاکید ہے بلکہ آپ سے معمولی سی نسبت کے متعلق بھی وہی ادب ہے جو آپ کی ذات
کا ہے مثلاً: مدینہ طیبہ آپ کے شہر کا نام ہے۔ علماء کرام نے اس شہر کے علیحدہ علیحدہ
آداب پر مفصل بحث فرمائی ہے، یہاں تک کہ مدینہ پاک کی مٹی کورڈی کہنے والے کو
قتل کا حکم صادر فرمایا ہے۔

(۲) نبوت کی نزاکت کو سمجھنے کے محض آواز اونچا کرنے پر بڑی سزا کی وعید سنائی

گئی ہے یعنی حبیط اعمال۔ اور قرآن مجید میں جہاں بھی حبیط اعمال آیا ہے، مرتدین کے متعلق ہے چنانچہ فقیراویسی غفرلہ نے وہ تمام آیات مرآة الدلائل میں جمع کر دی ہیں۔

چند ایک ملاحظہ ہوں:

نمبر شمار	آیات مبارکہ	پارہ سورہ	رکوع
۱۔	فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَٰئِكَ	سورہ بقرہ ۲	۲۶
۲۔	أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنَ النَّاصِرِينَ	آل عمران ۳	۲۲
۳۔	فقد حبطه عمله وهو في الآخرة من الخاسرين	المائدہ ۶	۵
۴۔	فحبطت اعمالهم فاصبحوا من الخاسرين	المائدہ ۶	۷
۵۔	والذين كذبوا بآيتنا ولقاء الآخرة حبطت اعمالهم هل تجزون الا ما كانوا يعملون	اعراف ۹	۶
۶۔	ولو اشر كوا الحبط عنهم ما كانوا يعملون	انعام ۷	۶

۹	التوبہ	۱۰	اولئك حبطت اعمالهم وفي النار هم خالدون	۷-
۱۵	التوبہ	۱۰	اولئك هم الخاسرون	۸
۳	ہود	۱۲	وحبط ما صنعوا فيها وباطل ما كانوا يعملون	۹-

(۳) معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ گستاخی بھی دین سے ہاتھ دھونا ہے۔

(۴) گستاخی، بے ادبی کیلئے عمد اُخطاء کا اعتبار نہیں، اس لئے واقعہ ہذا میں ان کا آواز بلند کرنا بلا قصد تھا لیکن اس کے باوجود اسے کفر و ارتداد قرار دیا گیا۔

(۵) واقعہ میں بعد الانبیاء بزرگ ترین شخصیات کا بیان ہے جن میں سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہ جن کی ایک نیکی کا کونین کی نیکیاں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس سوال پر کہ ستاروں کے برابر کس کی نیکی ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ملال و حزن ہوا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تمام نیکیاں اُن کے والد ماجد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی غار کی راتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

اور سبع سنابل ص ۲۹ میں ہے کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو فرمایا کہ عمر کے فضائل بیان کرو۔ عرض کی یا رسول اللہ!

اگر میں نوح علیہ السلام کی عمر لے کر آپ کے روبرو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرنا چاہوں تو پورے نہ بتا سکوں گا۔

اس کے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مگر ان تمام فضائل کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی ہیں۔

انتباہ:

اب فیصلہ ناظرین کے ہاتھ میں ہے کہ اتنے بہت بڑے اکابر صحابہ کیلئے اتنی بڑی وعید ہے، جبکہ اُن سے وہ بے ادبی عمداً نہیں بلکہ رواجاً ہے کہ عموماً مجلس نشینوں سے ایک دوسرے پر آواز بلند ہو جاتی ہے لیکن اللہ واحد القہار کے ہاں یہ عذر نامسموع اور تاویل غیر مطبوع ہے۔ لیکن دورِ حاضرہ میں قد آور اور جگر خراش گستاخیاں لکھی پڑھی جا رہی ہے جنہیں ناظرین وقارئین صرف اس لئے گوارا کر لیتے ہیں کہ چونکہ لکھنے والے، بیان کرنے والے، بڑے شیخ العالم، قطب العالم، حکیم الامت اور شیخ الاسلام اور مفکر اسلام قسم کے لوگ ہیں، فلہذا صحیح ہوگا وغیرہ۔ اسی لئے چونکہ چنانچہ کہہ کر ہم غریبوں کو اُلٹا لیتے ہیں؛ ڈرایا دھمکایا جاتا ہے لیکن وقت گزرنے پر انشاء اللہ بات واضح ہوگی کہ وہ جب اپنے محبوب مرغوب مطلوب صلی اللہ علیہ وسلم کی معمولی بے ادبی اور کلمات از خیر البشر بعد الانبیاء سے سننا گوارا نہیں کرتا تو پھر یہ ملوانے کس شمار میں کے ہیں؟

نکتہ:

آیت ہذا سے بعض جہال استدلال کرتے ہیں کہ اہلسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر مانتے ہیں تو پھر زور سے کیوں بولتے ہیں ان کو چاہیے کہ ہر وقت آہستہ بولیں اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس آیت کے حکم سے اہلسنت اذان اور تقاریر وغیرہ میں الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جہر کے ساتھ نہ پڑھیں وغیرہ۔

فقیر اویسی غفرلہ:

اس کے مفصل جوابات تو فقیر نے اپنی کتاب ”حاضر و ناظر“ میں لکھے ہیں، سردست اتنا عرض کرتا ہوں کہ اہل علم کے نزدیک مذکورہ اعتراض بالکل اعتراض ہی نہیں۔ اہل علم جانتے ہیں کہ یہاں پر (فوق صوت النبی) نبی کی آواز پر اپنی آواز بلند کرنے کا حکم ہے جس کا مذکورہ مواقع سے تعلق ہی نہیں۔ ہاں فوق النبی ہوتا تو اعتراض بجا تھا، دوسرا یہ کہ ہمارا حاضر ناظر ماننا ہر جگہ جسمانی کے لحاظ سے نہیں بلکہ یہ حکم حضور جسمانی کے ساتھ خاص ہے۔ چونکہ ہم اہلسنت اپنے نبی علیہ السلام کو حیات جسمانی حقیقی سے متصف مانتے ہیں اس لئے اب بھی روضہ اقدس کے سامنے آہستہ بولتے ہیں بخلاف منکرین حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کو مردہ خیال کرتے ہیں۔

نوٹ: اس کی مزید تفصیل ہم نے اپنی کتاب ”بے ادب بے نصیب“ میں لکھ دی ہے۔

با ادب شوہر بہشت میں، بے ادب بیوی دوزخ میں

حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک عورت حاضر ہوئی، اس نے

اپنا ایک ہاتھ کپڑے سے چھپایا ہوا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ”اے

فلانی تو نے اپنا ہاتھ کیوں چھپایا ہوا ہے۔“ اُس نے عرض کی: اے ام المومنین! اس کا عجیب قصہ ہے۔ میرے والدین کو زندگی میں دو مختلف اعمال کی عادت تھی۔ میرا والد صدقہ و خیرات کرنے کا عاشق تھا اور میری والدہ پر لے درجے کی بخیل تھی، وہ اُلٹا میرے والد سے صدقہ و خیرات کی وجہ سے لڑتی رہتی تھی۔ میں نے اسے زندگی بھر صدقہ و خیرات دیتے نہیں دیکھا تھا، صرف ایک فقیر کو چربی کا تھوڑا سا ٹکڑا دے دیا تھا اور ایک پھٹا پڑا نا کپڑا بھی۔ جب وہ دونوں مر گئے تو میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا قیامت قائم ہو گئی اور میں نے اپنی والدہ کو لوگوں کے سامنے دیکھا کہ ننھی کھڑی ہے، صرف اپنے اگلے پچھلے ننگ کو چھپانے کیلئے وہی پرانا، کپڑا جو اُس نے اللہ کی راہ میں دیا تھا، ڈھانپ رکھا تھا اور چربی کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ پر رکھ کر چاٹ رہی ہے اور چیخ چیخ کر پکارتی ہے، (الْعَطَشُ الْعَطَشُ) پیاس پیاس۔ پھر میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ حوض کوثر پر بیٹھا ہوا ہے اور شراباً طہور کے پیالے بھر بھر کے لوگوں کو پلا رہا ہے اور اُسے زندگی میں پانی پلانے سے بڑی محبت تھی۔ میں اپنے والد سے شراباً طہور کا ایک پیالہ لے کر اپنی والدہ کے پاس لے گئی۔ میری والدہ نے اپنی پیاس بجھائی لیکن مجھے سزا ملی کہ اس وقت اعلان ہوا کہ جس نے اس بخیلہ کو پانی پلایا اس کا ہاتھ مثل ہو۔ میں بیدار ہوئی تو دیکھا میرا ہاتھ مثل تھا۔ (روح البیان)

فوائد:

۱۔ شوہر کی بے ادبی و گستاخی جہنم میں لے جاتی ہے۔ آج کل کی خواتین اپنے شوہروں کا ادب کرنے کی بجائے خود انہیں رسواؤ ذلیل کرنے میں کوئی کسر نہیں

چھوڑتیں۔ اگرچہ اکثر شوہر حضرات بھی غلطیوں سے مستثنیٰ نہیں لیکن وہ اپنی سزا بھگتیں گے۔ انہیں بھی چاہیے عورتوں کے حقوق کو مد نظر رکھیں، ورنہ وہ بھی عذابِ الہی سے نہ بچ سکیں گے۔

۲۔ اللہ کے مغضوب کی رعایت کی سزا سخت ہے لیکن آج کل تو پڑے لکھے بلکہ علم اسلامی سے آراستہ شخصیات کی اکثریت کا یہ حال ہے کہ اپنوں سے دشمنی اور گستاخوں اور بے ادبوں سے یاری۔ انہیں سوچ لینا چاہیے کہ دنیا میں تو ممکن ہے تمہیں گستاخوں اور بے ادب لوگوں کے ساتھ نرمی کرنے کی کوئی دنیوی منفعت حاصل ہو جائے لیکن انشاء اللہ تعالیٰ آخرت کی سزا سے نہ بچ سکو گے۔

۳۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ عبرت کیلئے اُخروی سزا و جزا کا نظارہ دنیا میں دکھا دیتا ہے۔ اللہ ہم سب کو محبوبانِ خدا کا ادب نصیب فرمائے اور ان کی بے ادبی و گستاخی سے محفوظ رکھے۔ آمین

فقیر محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

پہلا باب

گستاخانِ نبوت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عقیدہ کے اندر معمولی سی خرابی بھی ناقابلِ معافی جرم ہے۔ اعمال کی ساری خرابیاں معاف ہو سکتی ہیں سوائے بد عقیدگی کے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”میں شرک کو ہرگز معاف نہ کروں گا“ اس کے علاوہ ہر خرابی معاف کر دوں اور جس شخص کیلئے چاہوں گا معاف کر دوں گا۔“

حدیث قدسی میں ہے کہ:

”اگر کسی شخص نے ساری زمین گناہوں سے بھر دی مگر ”شرک“ پر اس کی موت نہ آئی ہو تو اللہ تعالیٰ ان گناہوں کے برابر معافی کے ساتھ اس شخص سے ملاقات کرے گا۔“ (مسلم)

فائدہ:

حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ اعمالِ صالحہ کی خامی سے معافی کی اُمید کی جاسکتی ہے لیکن بد عقیدگی ناقابلِ معافی جرم ہے۔ اس کی تفصیل فقیر نے اپنی کتاب ”حل المعائد فی ان النجاة فی العقائد“ میں تفصیل سے عرض کر دی ہے۔

ویسے ہر دین کا عاشق مانتا ہے کہ منافقین میں اعمالِ صالحہ کی کمی نہ تھی، سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ اعمالِ صالحہ رسولِ خدا، حبیبِ کبریا، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر ادا کرتے، اور ظاہر ہے کہ اُس زمانہ کے ایک عمل کا مقابلہ آج کل کے غوثِ قطبِ ابدال بھی نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ ساری دنیا کے اولیاء، صلحاء، فقہاء

محدثین، مجتہدین ایک صحابی کے ہم مرتبہ نہیں ہو سکتے، لیکن منافقین کو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ”إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ“ (پ ۲۸ سورہ منافقون آیت نمبر ۱) (بے شک منافق جھوٹے ہیں) کہا بلکہ ان کی سخت سے سخت مذمت فرمائی۔ کہیں انہیں بے ایمان (وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ) (پ ۱ سورہ البقرہ آیت نمبر ۸) کہا۔ کہیں انہیں دل کا بیمار (فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ) (پ ۱ سورہ بقرہ آیت نمبر ۹) کہا، کہیں پاگل (إِلَّا أَنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ) (سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۳) کہا، کہیں انہیں شیاطین (سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۴) کہا وغیرہ وغیرہ۔ نہ اس پر بس بلکہ انہیں جہنم کے نچلے طبقے کی سخت وعید شدید سنائی۔ ”کَمَا قَالَ اللَّهُ: إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ“۔ (پ ۵ سورہ النساء آیت نمبر ۱۴۵)

(بے شک منافقین جہنم کے نچلے طبقے میں ہوں گے)

وہ کیوں صرف اس لئے کہ وہ عقائد کے لحاظ سے خراب اور گندے تھے۔ تفصیل کیلئے دیکھئے فقیر کی کتاب ”عاشق و منافق“ یہاں فقیر نے صرف اور صرف ”بے ادب اور گستاخ لوگوں کا انجام“ پیش کیا ہے تاکہ ہر انسان اپنے عقائد کو درست کر کے بد انجامی سے محفوظ ہو۔

فائدہ:

سب سے پہلے گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا ہے۔ موجودہ دور کے گستاخوں کی گستاخی کے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

دیوبندیوں و ہابیوں اور تبلیغیوں کی گستاخیوں کا نمونہ

گستاخی نمبر ۱: خدا جھوٹ پر قادر ہے۔

خدا تعالیٰ کذب و جھوٹ بولنے پر قادر ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ من ہذہ الخرافات) (برائین قاطعہ ص ۲۷۴ مصنفہ خلیل احمد انیسٹروی و رشید احمد گنگوہی دیوبندی وہابی۔ مکتبہ دیوبند)

گستاخی نمبر ۲: نبی چمار سے بھی زیادہ بُرے ہیں۔

”ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے (زیادہ برا ہے) (تقویۃ الایمان، مصنفہ اسماعیل دہلوی دیوبندی وہابی۔ چھاپہ دیوبند ص ۱۲)

گستاخی نمبر ۳: سب نبی ذرّہ ناچیز ہیں

کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں، سب اُس کے رُوبرو ہیں، سب انبیاء و اولیاء اُس کے رُوبرو ایک ذرّہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ (تقویۃ الایمان ص ۴۶، مصنفہ اسماعیل دہلوی دیوبندی وہابی چھاپہ دیوبند)

گستاخی نمبر ۴: جو نبی کو شفیع مانے مشرک ہے!

جو کوئی کسی نبی و ولی کو یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتہ کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے ہو، وہ اصل مشرک ہے اور بڑا جاہل“

(تقویۃ الایمان ص ۲۵، مصنفہ اسماعیل دہلوی دیوبندی وہابی چھاپہ دیوبند)

گستاخی نمبر ۵: نبی کو کوئی اختیار نہیں

”جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں“

(تقویۃ الایمان ص ۳۴، مصنفہ اسماعیل دہلوی دیوبندی وہابی چھاپہ دیوبند)

گستاخی نمبر ۶: سوارب کے کسی کونہ مانو

”یعنی اللہ کے سوا کسی کونہ مان۔“ (تقویۃ الایمان ص ۱۴، ۱۵، مصنفہ اسماعیل

دہلوی دیوبندی وہابی چھاپہ دیوبند)

گستاخی نمبر ۷: نبی بڑے بھائی ہم چھوٹے بھائی

”اولیاء انبیاء سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان

کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے، ہم ان کے چھوٹے ہیں، سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنا چاہئے۔“

(تقویۃ الایمان ص ۵۰، مصنفہ اسماعیل دہلوی دیوبندی وہابی چھاپہ دیوبند)

گستاخی نمبر ۸: نبی کے علم شریف سے شیطان کا علم زیادہ ہے

”آپ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ شیطان کو ساری زمین کا علم حاصل

ہے، نص (قرآن و حدیث سے) ثابت ہے، لیکن نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم

کیلئے کوئی بھی ثبوت نہیں۔“ (براہین قاطعہ ص ۵۱، چھاپہ دیوبند مصنفہ خلیل احمد

انبیٹھوی ورشید احمد گنگوہی دیوبندی وہابی)

گستاخی نمبر ۹: میلاد کرنے والے ہندوؤں سے بھی زیادہ بُرے ہیں۔

”میلاد کرنے والے“ کافروں، مشرکوں، سکھوں، ہندوؤں سے بھی زیادہ

برے ہیں۔ (براہین قاطعہ ص ۱۲۸، چھاپہ دیوبند مصنفہ خلیل ورشید دیوبندی وہابی)

گستاخی نمبر ۱۰: اُردو میں نبی دیوبند کے شاگرد ہیں

”ایک دیوبندی کو خواب آیا کہ نبی پاک کو مدرسہ دیوبند میں آمد و رفت و

دیوبند سے تعلق رکھنے کی برکت سے اُردو زبان آگئی۔ سبحان اللہ اس سے رُتبہ دیوبند کا

معلوم ہوا۔

گستاخی نمبر ۱۱: اُمتی عمل میں نبیوں سے بظاہر بڑھ بھی جاتے ہیں۔

”انبیاء اپنی اُمت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔

باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بہت وقتوں میں بظاہر اُمتی مساوی برابر ہو جاتے ہیں

بلکہ اُمتی نبیوں سے عمل میں بڑھ جاتے ہیں۔“

(تخذیر الناس ص ۵، چھاپہ دیوبند مصنفہ محمد قاسم نانوتوی دیوبندی وہابی بانی دیوبند)

گستاخی نمبر ۱۲: نبی کو پاگلوں اور حیوانوں جیسا علم ہے

”کل علم تو آپ کو نہیں“ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہے تو اس میں حضور کی ہی کیا

تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو ہرزید و عمر بلکہ ہر صبی و بچے و مجنون، جمیع حیوانات بہائم کو

بھی حاصل ہے۔

(حفظ الایمان ص ۸، چھاپہ دیوبند مصنفہ اشرف علی تھانوی دیوبندی وہابی)

گستاخی نمبر ۱۳: نماز میں بیل گدھے کے خیال سے رسالت مآب کا خیال زیادہ بُرا ہے۔

صرف ہمت بسوئے شیخ دامثال آن از معظمین گو جناب رسالت مآب باشد چندی مرتبہ بدترانہ استغراق در صورت گاؤخر خود است صراط مستقیم ضیائی ص ۹۶ ”نماز میں اپنی ہمت کو لگا دینا شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے۔ (صراط مستقیم ص ۹۷، مطبوعہ دیوبند مصنفہ اسماعیل دیوبندی وہابی)

گستاخی نمبر ۱۴: نبی کر مٹی میں مل گیا

”آپ کر مٹی میں ملنے والے اب وہ مٹی میں مل گئے، اسے آپ کا قول کہا۔“ (تقویۃ الایمان ص ۵۰، مطبوعہ دیوبند مصنفہ اسماعیل دیوبندی وہابی)

گستاخی نمبر ۱۵: کروڑوں نبی آسکتے ہیں۔

اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ آن کی آن میں کروڑوں نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۵، مصنفہ اسماعیل دیوبندی وہابی مطبوعہ دیوبند)

گستاخی نمبر ۱۶: آخری نبی کہنے والے سب عوام جاہل ہیں۔

”عوام یعنی ”جاہلوں“ کے خیال میں آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل

فہم، عقلمندوں کے خیال میں آخر میں آنا کچھ فضیلت نہیں۔“

(تحدیر الناس ص ۳، چھاپہ دیوبند مصنفہ قاسم نانوتوی دیوبندی وہابی بانی دیوبند)

گستاخی نمبر ۱: آپ کے زمانہ میں یا بعد بھی کوئی نبی ہو تو پھر بھی آپ کے
آخری نبی ہونے میں کوئی فرق نہ آئے گا۔

”اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا
خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔“

(تحدیر الناس ص ۱۴، مصنفہ قاسم نانوتوی دیوبندی وہابی)

بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی
خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

(تحدیر الناس ص ۲۵، چھاپہ دیوبند مصنفہ بانی دیوبند قاسم نانوتوی)

کیا ہم اب یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہابی دیوبندی

مرزائی آپس میں ہیں بھائی بھائی

نتیجہ:

مرزا قادیانی نے صرف آخری نبی کا انکار کیا تو جو اُسے کافر نہ کہے وہ بھی
کافر، تو جو کہے کہ کروڑوں نبی آسکتے ہیں، وہ مٹی میں مل گئے جو مٹی میں مل گیا اس کا
عہدہ نبوت و رسالت ختم جیسے صدر مرگیا، عہدہ صدارت ختم، اور جو کہے کہ عوام جاہلوں کا
خیال ہے کہ وہ آخری نبی ہیں، اہل فہم کا خیال نہیں بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں یا

اور جو کہے کہ تمام نبی کوئی شے نہیں، بتاؤ وہ کافر ہوا یا نہیں، پھر گستاخوں سے تعلق پیدا کرنا حکمِ رحمن ہے یا حکمِ نفس و شیطان؟
ناظم دیوبند کا خود اپنوں پر فتویٰ:

فرماتے ہیں جو مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ نے دیوبندیوں کو گستاخی کرنے کی وجہ سے کافر کہا ہے۔ تمام علماء دیوبند فرماتے ہیں کہ خان صاحب بریلوی کا یہ حکم بالکل صحیح ہے جو ایسا کہے وہ کافر ہے، مرتد ہے، ملعون ہے بلکہ جو ایسے مرتدوں کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ یہ عقائد بے شک کفریہ عقائد ہیں۔
(اشد العذاب ص ۱۳، ۱۲ مصنفہ مرتضیٰ حسن ناظم دیوبند مصدقہ اشرف علی تھانوی دیوبند و کفایت اللہ دیوبندی وہابی، ضمیمہ اشکال)

فتوای قرآن:

خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نبی کی شان میں گستاخی نہ کی اور البتہ وہ یہ کفر کا بول بولے اور مسلمان ہو کر کافر ہوئے۔ (پارہ ۱۰، سورہ توبہ، آیت ۷۳)
فتویٰ فقہاء کرام:

شفاء شریف و درر و غرر وغیرہما میں ہے کہ تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ پاک میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور جو اُس کے معذب و کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

(تمہید ایمان ص ۲۵، اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ)

دور حاضرہ میں گستاخوں کے فرقی

فائدہ:

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات اور اصحاب، آل و اولاد، آپ کے ملک و شہر، آپ کے مکان اور ملبوسات، غرضیکہ آپ کی ہر منسوب شے کا ادب ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی مدینہ پاک کی مٹی کو روڑی (بیکار) کہے تو مرتد، خارج از اسلام اور واجب القتل ہے۔ اسی لئے ہم اہلسنت مدینہ پاک کے کتوں کا بھی ادب کرتے ہیں۔ اس کے برعکس مخالفین کہ وہ گستاخی رسول میں کہاں سے کہاں تک چلے جاتے ہیں۔ ہم ذیل میں ایک نمونہ پیش کرتے ہیں۔

غیر مقلدوں کے رسالہ ”الاعتصام“ لاہور نے ۲۸ جون ۱۹۶۸ء جون میں ”میلاد کے بعد“ کے عنوان سے ایک انتہائی شرانگیز مضمون شائع کیا تھا، اس مضمون کی ہر سطر زہر میں بجھا ہوا ایک تیر تھا، جس سے سوادِ اعظم اہلسنت کے سینوں کو نشانہ بنایا گیا تھا۔ جس نام کی عظمت کیلئے عالم اسلام زندہ ہے، اُس کی شان میں تبر ابازی کر کے کروڑوں مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کیا گیا۔ (چند اقتباسات ملاحظہ ہوں)

”لیکن ہمارے بریلوی دوست، نواسے کی شہادت کے عین دو ماہ دو دن بعد نانا کو پیدا کرتے ہیں، لیکن برسات کے مینڈک اجتماعی طور پر سر ملا کر جوڑاتے ہیں، اس میں جو لطف ہے وہ الگ الگ چھپری میں کہاں..... لیکن یہ بارہ ربیع الاول کو جس کا دن مناتے ہیں اور پھر اسے ہر سال پیدا کرتے ہیں، ممکن ہے یہ کوئی اور

عجوبہ روزگار شخصیت ہو جسے جننے والے یہ لوگ ہوں اور تاریخ مقررہ سے پہلے ہی مولود شریف کے نام سے جو انہیں ہلکا ہلکا درد اٹھنے لگتا ہے وہ شاید دروزہ کی کوئی قسم ہو، اور بعد میں جو کچھ ہوتا ہے اُسے نفاس سے تعبیر کر سکتے ہیں..... ہمارے بھائی ربیع الاوّل کو یا آگے پیچھے صرف ولادت کا فریضہ ہی انجام دیا کرتے ہیں، حالانکہ ولادت کے بعد اس کے کچھ لوازم ہوتے ہیں مثلاً انہیں چالیس دن مکمل آرام کی ضرورت ہوتی ہے، خوراک کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ حیران ہونے کی کوئی بات نہیں یہ کام انہیں کو کرنا ہے جن پر بار بار زچگی کا بوجھ، وغیرہ وغیرہ۔

ناظرین:

نفسِ مضمون کی خباثت کے علاوہ بد مزاج کی تحریر میں کس طرح اور کتنی بد تمیزی ہے۔ یہ لوگ بزعمِ تھوپیش موحد ہیں۔

اگرچہ اُس دور کے گورنر نے معمولی طور پر اس مضمون کی شرارت کا نوٹس لیا تھا لیکن بے اثر کیونکہ ہمارا ملک صرف لفظی اور کاغذی کارروائی تک محدود ہے۔

گستاخی اللہ جل جلالہ، ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں

دورِ حاضرہ میں نیکی پر زور دیا جاتا ہے اور دینا چاہیے لیکن گستاخی کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی جتنا گناہ کو بُرا سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ گنہگار کی نجات کی اُمید کی جا سکتی ہے لیکن گستاخی ناقابلِ معافی جرم ہے۔ پھر گستاخی بہت بڑے بکواسات کو سمجھا جاتا ہے حالانکہ گستاخی معمولی سی ہو تو بھی گستاخی ہے۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

نبوی ملال کا موجب گستاخی ہے:

بعض لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عطا و کرم کو ظاہر نہ کرتے تھے، اس سے آپ کو ملال ہوتا تھا، جس کا اثر یہ ہوتا کہ وہ عطیہ ان کے حق میں آتشِ دوزخ بنا دیا جاتا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عُمَرَ قَالَ دَخَلَ رَجُلَانِ عَلَي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَا فِي شَيْءٍ فَدَعَا لَهُمَا بَدِينَا رِينَ فَاذَا هُمَا يُثْبِيَانِ خَيْرًا فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكِنْ فَلَانٌ مَا يَقُولُ ذَلِكَ وَلَقَدْ أُعْطِيَتْهُ مَا بَيْنَ عَشْرَةِ إِلَى مِائَةٍ فَمَا يَقُولُ ذَلِكَ فَإِنَّ أَحَدَكُمُ لَيُخْرَجُ بِصَدَقَتِهِ مِنْ عِنْدِي مُتَابِطًا وَإِنَّمَا هِيَ لَهُ نَارٌ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تُعْطِيهِ وَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّهُ لَهُ نَارٌ قَالَ فَمَا أَمْنَعُ يَابُونَ إِلَّا أَنْ يَسْأَلُونِي وَيَأْبَى اللَّهُ لِي الْبُخْلَ

حاکم نے مستدرک میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ دو شخصوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہو کر کچھ مانگا، آپ نے ان کو دو دینار منگوا دیئے، جس پر انہوں نے آپ کی صفت و ثناء کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: یہ تو دو ہی دینار پر ثناء کرتے ہیں، میں نے فلاں شخص کو دس سے سوتک دیئے مگر اس نے اس قسم کی ایک بات نہ کہی۔ کوئی آدمی ایسا ہوتا ہے کہ مجھ سے صدقہ لے کر بغل میں دبائے ہوئے باہر جاتا ہے، وہ اس کے حق میں آگ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پھر

(رواہ الحاکم فی المستدرک)
 آپ ایسے لوگوں کو کیوں دیتے ہیں حالانکہ
 آپ جانتے ہیں کہ وہ ان کے حق میں
 آگ ہے۔ فرمایا: کیا کروں، لوگ مجھ سے
 مانگنا نہیں چھوڑتے اور اللہ تعالیٰ نہیں
 چاہتا کہ مجھ میں بجل پایا جائے۔

فائدہ: ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب ادنیٰ گرائیس خاطر اور ملال میں نوبت یہاں تک
 پہنچی تو ایذا رسانی کا کیا حال ہوگا؟
 حکمِ خداوندی:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
 لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
 وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا
 جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اُس کے
 رسول کو، لعنت کی اللہ تعالیٰ نے اُن پر
 دُنیا اور آخرت میں، اور تیار کر رکھا ہے
 اُن کے واسطے ذلت کا عذاب۔ (پ ۲۲ سورہ احزاب ع ۷ آیت نمبر ۵۷)

فائدہ: اگرچہ بظاہر اللہ تعالیٰ نے اپنی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کی یہ
 یہ سزا مقرر فرمائی ہے مگر درحقیقت کس کی مجال ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی ایذا پہنچا سکے۔
 چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلُّ
 یعنی اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین

لَهُ قَائِتُونَ۔ (پسورہ بقرہ ع ۱۴) میں ہے، سب اسی کے تابعدار ہیں۔
آیت نمبر ۱۱۶)

اس صورت میں یہ سزا دراصل صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایذا دینے
کی ثابت ہوئی۔

تفسیر بیضاوی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنا نام مبارک اس آیت شریف
میں ذکر فرمایا ہے، اس سے مقصود محض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم ہے، یا یوں
کہئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایذا دینا اللہ تعالیٰ کو ایذا دینا ہے۔

شیر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فتویٰ

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَدَى شَعْرَةً مِنِّي فَقَدْ أَدَى مِنِّي وَمَنْ أَدَى أَدَى فَقَدْ أَدَى اللَّهُ۔ (رواه ابن عساکر، الجامع الصغير ج ۲ ص ۱۵۸، فتح
حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے
میرے ایک بال کو ایذا پہنچائی اُس نے
مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی
یقیناً اُس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔
الکبیر ج ۳ ص ۱۴۴)

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی سے عذاب کا نازل ہونا
جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو نہیں مانتا، وہ عذاب شدید میں

گرفتار ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ نور کے رکوع ۹ میں ارشاد فرماتا ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ
 أَمْرِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ
 عَذَابٌ أَلِيمٌ
 تو ڈرنا چاہیے اُن لوگوں کو جو خلاف
 کرتے ہیں رسول کے حکم کا، اس بات
 سے کہ اُن پر پڑے کوئی بلا یا اُن کو درد

(پ ۱۸ سورہ النور آیت نمبر ۶۳) ناک عذاب پہنچے۔

فائدہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو نہیں
 مانتا، اُس پر یا تو کوئی بلا نازل ہوگی یا کوئی درد ناک عذاب پہنچے گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا
 عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ
 رَسُولًا فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ
 فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِئْسَ
 ہم نے بھیجا ہے تمہاری طرف پیغمبر تم پر
 گواہی دینے والا جس طرح بھیجا فرعون
 کی طرف پیغمبر۔ تو فرعون نے پیغمبر کا کہا
 نہ مانا، پس ہم نے اس کو سخت گرفت

(پ ۲۹ سورہ مزمل آیت نمبر ۱۵، ۱۶) سے پکڑا۔

مطلب یہ کہ اگر تم بھی رسول کی نافرمانی کرو گے تو عذاب میں گرفتار ہو گے۔

آنحضرت کی دعاء کا اثر:

جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا اثر ہوا تھا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر ہوتا تھا۔ چنانچہ سورہ یونس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا

کے الفاظ یہ تھے:

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَيَّ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ
عَلَيَّ قُلُوبَهُمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّى يَرَوْا
الْعَذَابَ الْأَلِيمَ - قَالَ قَدْ أُجِيبَتُ
دَعْوَتُكُمْ

بارِ الہا! ملیا میٹ کر دے ان کے دل کہ
ایمان ہی نہ لائیں، یہاں تک کہ دیکھ
لیں دردناک عذاب اللہ نے فرمایا کہ تم
دونو بھائیوں کی دعا قبول ہو چکی۔

(پ ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۸۸، ۸۹)

عُتَيْبَةَ كَانِجَام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے کرشموں میں سے صرف دو بطور نمونہ
پیش کئے جاتے ہیں۔ عتیبہ ابن ابی لہب نے آپ کے حق میں گستاخانہ کلمات کہے تو
آپ نے اس پر دعا کی کہ:

اللَّهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِنْ
كَلَابِكَ - اس پر مسلط کر دے۔

الہی اپنے درندوں میں سے ایک درندہ

(دلائل النبوة لابن نعیم الاصفہانی)

چنانچہ رات کو ایک شیر آیا اور لوگوں کے جم غفیر میں سے اکیلے عتیبہ کو اٹھا کر لے گیا۔

عامر جہنم میں:

۹ ہجری میں نجد کا ظالم و بد کردار حاکم عامر بن طفیل حضور کے قتل کے ارادہ
سے ایک مسلح ساتھی سمیت مدینے آیا۔ حضور میں پہنچ کر گستاخانہ باتیں کرتا رہا، اور

آپ وقار اور متانت سے جواب دیتے رہے۔ مگر حافظ حقیقی کی حفظ و حمایت سے اُس کو اپنے مقصد بد میں کامیابی نہ ہو سکی۔ آخر ناکام و نامراد باہر نکلا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللَّهُمَّ اكْفِنِي عَامراً۔ الہی! مجھ کو عامر کے شر سے بچا

اتنے میں آسمان سے بجلی گری، عامر کا شمشیر بکف سا تھی وہیں ڈھیر ہو گیا اور خود عامر چند روز بعد مرض طاعون میں داخلِ جہنم ہوا۔

ابو جہل کا منہ ٹیڑھا:

ابو جہل حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چل کر آپ کی نقل اُتارتے ہوئے کسی وقت ناک چڑھاتا، تو کسی وقت منہ بگاڑتا۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے پیچھے مڑ کر دیکھ کر فرمایا (مَنْ كَذَبَكَ) اسی طرح ہو جا۔ چنانچہ پھر وہ مرتے دم تک منہ بگڑا اور ناک چڑھا رہا۔ (روح البیان)

جیسی کرنی ویسی بھرنی:

ایک دفعہ ابو جہل نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی طرف تھوکا تو اُس کی اپنی تھوک لوٹ کر اُس کے چہرے پر پڑی، تو اس کی نحوست سے تادم زیت برص میں مبتلا رہا، اور اُسی کے حق میں نازل ہوا۔

وَيَوْمَ بَعْضُ الظَّالِمِ عَلَى يَدَيْهِ۔ (پ ۱۹ سورہ فرقان آیت نمبر ۲۷)

یعنی قیامت میں جہنم کے اندر ایک ہاتھ کو کھاتا ہوا کہنی تک پہنچے گا تو پھر

دوسرے کو کھانے لگے تو پہلا صحیح ہو جائے گا۔ اسی طرح ذلت و خواری سے اُس کا وقت
بسر ہوگا۔ (انسان العیون)

قومِ عاد کی گستاخی:

إِنَّا لَنَدْرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ۔ (پ ۸ سورہ الاعراف آیت نمبر ۶۶)

بے شک ہم تمہیں بے وقوف سمجھتے ہیں۔ اس جملہ سے کفار نے حضرت ہود
علیہ السلام کی گستاخی کی تو سزا پائی۔

صالح علیہ السلام کی قوم کی گستاخی:

صالح علیہ السلام نے کفار سے کہا: هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ۔ (پ ۸ سورہ الاعراف آیت
نمبر ۷۳)۔ یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے اس کی ایک برکت والی نشانی ہے اس کی بے
ادبی نہ کرنا ورنہ مارے جاؤ گے۔

کما قال: وَلَا تَمْسُوْهَا بِسُوْءٍ فَيَأْخُذْكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔

(پ ۸ سورہ الاعراف آیت نمبر ۷۳)

چنانچہ جب انہوں نے اونٹنی کا ادب نہ کیا اور اس کے ساتھ گستاخی کی تو
مارے گئے۔

کما قال تعالیٰ: فَعَقَّرُوا النَّاقَةَ وَاعْتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ۔

(پ ۸ سورہ الاعراف آیت نمبر ۷۷)

اس پر عذاب میں مبتلا ہوئے کما قال: فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي

دَارِهِمْ جَثِيمِينَ۔ (پ ۸ سورہ الاعراف آیت نمبر ۷۸)

تو انہیں زلزلہ نے آلیا تو صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

جانی دشمن:

ایک دشمن تلوار کھینچ کر آپ کے سر پر آ پہنچا جبکہ آپ مصروف خواب تھے۔
قدرتِ خدا! دشمن کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ ادھر آپ بھی جاگ اٹھے تو اس کی تلوار
آپ نے اٹھالی۔ اب وہ شخص مسکین بن کر گڑ گڑانے لگا تو آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔
کریم نبی (صلی اللہ علیہ وسلم):

ہبار بن اسود نے پتھر پھینک کر آپ کی دختر حضرت زینب رضی اللہ
عنها کو بحالتِ سفر مجروح کر دیا تھا، جس سے وہ اونٹ سے گر پڑیں اور حمل ساقط ہو
گیا۔ فتح مکہ کے روز وہ سر جھکا کے حاضر ہوا تو آپ نے اُس کی جاں بخشی فرمائی۔
وحشی کو معافی:

وحشی نے آپ کے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دھوکے سے قتل کیا تھا۔
جب اُس نے اپنی پشیمانی ظاہر کی تو معاف کر دیا۔
ہندہ کو معاف کر دیا:

ہندہ زوجہ ابی سفیان نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ نکال کر دانتوں سے چبایا
تھا۔ جب وہ بھی سر خجلت خم کئے ہوئے حاضر ہوئی تو آپ نے درگزر فرمایا:

آنکہ بر اعداء در رحمت کشاد

مکہ را پیغام لا توریب داد

فارسی شعر کا ترجمہ: وہ آقا کہ جس نے دشمنوں پر رحمت کا دروازہ کھول دیا، ایک مکہ کو لا
تخریب (آج کے دن کوئی خرچ نہیں) کا پیغام دیا۔

کسریٰ شاہ فارس کا انجام:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ سے بادشاہوں کے نام
فراہم لکھے تو ایک فرعون کسریٰ شاہ فارس کو بھی لکھا جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے اس کو دعوت اسلام دی تھی۔ اُس بد بخت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ
مبارک کو پڑھ کر غصے سے پرزے پرزے کر دیا۔ یہ نامہ مبارک کیا چاک کیا، گویا اُس
نے اپنی جان و تن کو چاک کیا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا ظَلَمُونَا وَلَكِنْ كَانُوا أَنفُسَهُمْ
يُظَلِّمُونَ۔ (پس سورہ بقرہ، رکوع ۶ آیت نمبر ۵۷)
اور ہم پر کوئی ظلم نہیں کر سکتا بلکہ ہمارے
نافرمان لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم
کرتے ہیں۔

خط نہیں اُس نے اپنا ملک پھاڑا:

اس کم بخت نے حضور ﷺ کے نامہ مبارک کو نہیں پھاڑا، بلکہ اپنی
سلطنت کو حرفِ غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
تجريد بخاری کے باب علم میں ابن عباس
رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ

وَسَلَّمَ ثُمَّ بَعَثَ بِكِتَابِهِ رَجُلًا وَآمَرَ
 أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى عَظِيمِ الْبَحْرَيْنِ
 فَدَفَعَهُ عَظِيمُ الْبَحْرَيْنِ إِلَى
 كِسْرَى فَلَمَّا قَرَأَهُ مَزَّقَهُ قَالَ فَدَعَا
 عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ أَنْ يُمَزَّقُوا كُلُّ مُمَزَّقٍ۔
 (بخاری شریف کتاب العلم باب ما یذکر فی
 المناولۃ و کتاب اهل العلم بالعلم الی البدان،
 بخاری شریف کتاب المغازی باب
 اپنے باپ کو قتل کر دیا۔

کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی کسری و قیصر)

ہر چہ آید بر تو از ظلماتِ غم

آں ز بیباکی و گستاخیت ہم

ترجمہ: جو کچھ تجھے غم کی ظلمات (تاریکیاں) آتی ہیں وہ بے ادبی اور گستاخی کی وجہ سے ہیں۔

بد ز گستاخی کسوفِ آفتاب

شد عزازیلے ز جراتِ ردّ باب

ترجمہ: سورج گرہن بھی بے ادبی و گستاخی کا نتیجہ ہے ابلیس بھی راندہ درگاہ ہوا تو

گستاخی کی وجہ سے۔

سخت حکم جاری کرنے کی سزا:

اپنے کئی کردار سے غافل شاہِ فارس کے غرور نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کو پھاڑ کر صبر نہ کیا بلکہ اپنے صوبہ دار شاہِ یمن کو حکم دیا کہ بہت جلد دو سپاہی بھیج کر اس نبوت کے بدعی کا سر اتار کر میرے پاس بھیج دے، یا زندہ گرفتار کر کے یہاں روانہ کر دے۔ شاہِ یمن نے بموجب حکم شاہِ فارس کے دو قوی مسلح جوان مدینہ کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرفتار کرنے یا شہید کرنے کیلئے بھیجے۔ یہ دونوں سپاہی مکہ معظمہ کے راستے مدینہ طیبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلاش میں پہنچے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی کہ دو سپاہی فارس سے آپ کو شہید کرنے کیلئے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے مہمانوں کو اچھے مکان میں اتار دو اور اعلیٰ درجہ کی مہمان نوازی کرو، تاکہ ان کی تکان دور ہو جائے۔ سات دن تک ان قاتلوں کی مہمان نوازی فرمائی۔ آٹھویں دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا کہ آج میرے مہمانوں کو لا کر ہم سے ملاقات کراؤ۔ چنانچہ یہ دونوں شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رعب سے ان کے ہاتھوں میں رعشہ، پاؤں میں جنبش، زبان میں لکنت تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں بیٹھنے کیلئے فرمایا مگر یہ لوگ بجائے بیٹھنے کے اوندھے منہ گر پڑے۔ اس پر آپ نے ان کو اٹھا کر پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ اور کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں شاہِ فارس نے آپ کے شہید کرنے کو بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا بادشاہ آج رات کو قتل ہو گیا ہے، اس کے بیٹے نے اس کو قتل کر ڈالا ہے۔ جاؤ! شاہِ یمن

کو شاہِ فارس کے قتل کی خبر کر دو۔ شاہِ فارس کی قتل کی خبر سن کر یہ دونوں سپاہی آپ سے رخصت ہوئے اور یمن کی راہ لی، جب شاہِ یمن کے پاس پہنچے تو وہاں شاہِ فارس کے مرنے کی خبر پہلے پہنچ چکی تھی اور اس کی سلطنت روئے زمین سے جاتی رہی۔

فائدہ: جائے غور ہے کہ جس اُمت کے رسول اپنے قاتلوں کو سات روز مہمان رکھیں اور اعلیٰ درجہ کی مدارات کریں، افسوس ان کی اُمت کے اخلاق ایسے خراب ہوں کہ محسنِ حقیقی رب العالمین کیلئے زبانی شکر بھی نہ کرے۔

ع..... ہمیں تفاوتِ راہ از کجاست تا کجا

فرق دیکھ کہاں سے کہاں تک ہے

کفارِ مکہ کا بے ادبی کے باعث عذابِ شدید میں مبتلا ہونا

مفسرینِ کرام نے لکھا ہے کہ کفارِ مکہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شاہزادوں کے انتقال کے بعد آپ کی ذاتِ بابرکات کو اَبتر و بے نسل کہا تو اُس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورہ کوثر میں یوں ارشاد فرمایا:

إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ - (پ ۳۰ سورہ الکُوثر آیت نمبر ۳)

جو تیرا دشمن ہے وہی بے نسل رہا۔

شانِ نزول:

اس سورہ کا نشانِ نزول اس طرح ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو

شاہزادے طیب و طاہر اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطنِ پاک سے

تولد ہوئے۔ خدا کی قدرت اُن دونوں کا انتقال یکے بعد دیگرے ہو گیا۔ اس پر کفارِ مکہ طعن سے کہنے لگے کہ اچھا ہوا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسل منقطع ہو گئی، اب ان کا کوئی نام لیوا نہیں رہا جو آئندہ ان کے مذہب کی اشاعت کرے، اس لئے تمام جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔

عاص بن وائل:

ایک موقع پر عاص بن وائل مسجد الحرام میں داخل ہو رہا تھا۔ اُدھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لا جا رہے تھے تو باہم کچھ بات چیت ہوئی۔ مسجد الحرام کے اندر کچھ لوگ بیٹھے تھے، انہوں نے عاص سے پوچھا کہ کس سے گفتگو کر رہے تھے؟ اس نے کہا: اس ابتر (نپوت) سے بات کر رہا تھا۔ یہ بد باطن آپ کو ہمیشہ ابتر کے لفظ سے یاد کیا کرتا تھا۔ اُسی کے متعلق یہ سورۃ نازل ہوئی ہے:

بعض کے نزدیک یہ سورۃ کعب ابن اشرف یہودی کے متعلق نازل ہوئی

ہے۔

بہر حال دشمنوں کے اس کلام سے آپ کو سخت ملال اور رنج ہوا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی و تشفی کیلئے یہ سورہ نازل فرمائی کہ اگر آپ کے ہاں کوئی بیٹا نہیں تو نہ سہی کیونکہ قیامت تک جتنے مسلمان ہوں گے، وہ سب آپ کے ہی تو بیٹے ہیں۔ آپ ان سب کے روحانی باپ ہیں لیکن جو آپ کا دشمن تھا، وہی بے اولاد رہا۔ چنانچہ عاص ابن وائل یا کعب ابن اشرف کا آج دنیا میں کوئی نام لیوا نہیں۔ اول تو ان لوگوں کی نسل ہی نہیں، اگر بالفرض ہو بھی تو یقیناً خود ان کو معلوم نہیں کہ ہمارا مورثِ اعلیٰ

عاص یا کعب تھا۔ اور ابتر کا مفہوم اسی سے ثابت ہو جاتا ہے۔ بخلاف اس کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و شوکت کا ڈنکا بفحوائے ورفعنالك ذکرک ہر شہر اور ہر بستی میں ہر وقت باواز بلند بجتا ہے۔

ابولہب اور اس کی بیوی کا انجام:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہانت خواہ صریح ہو یا ضمناً، اشارۃً ہو یا التزاماً، غرض کسی طرح ہو اس سے کفر لازم آتا ہے۔ چنانچہ بعض آیات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے ادبی کرنے والوں پر سخت تہدید اور زجر و توبیخ پائی جاتی ہے۔ چنانچہ تفسیر عزیز می میں مرقوم ہے کہ آدمی شرافت اور مال و جاہ پر مغرور نہ ہو اور مقربان الہی سے راہ و رسم درست رکھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بموجب حکم اس آیت کے جس کا مطلب یہ ہے

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ” اور ڈرا اپنے قریب کے رشتہ داروں کو“

(پ ۱۹ سورہ شعراء آیت نمبر ۲۱۴)

کوہ صفا پر چڑھ کر تمام قریش کو ہر قبیلہ کا نام لے کر، اپنے چچا اور پھوپھی کو نام بنا م پکار پکار کر عذاب الہی کا ڈر سنا دیا کہ اے بنی ہاشم! اے بنی عبدالمطلب! اے نبی عبدالمناف! اے عباس! اپنا اپنا فکر کرو، تو ابولہب اپنے محاورے میں کہنے لگا:

تَبَالِكْ هَذَا دَعْوَتَنَا تیری تباہی ہو کیا تو نے یہی باتیں سنانے کیلئے ہمیں تکلیف دی۔

اس کے جواب میں سورہ لہب نازل ہوئی۔ وہ یہ ہے:

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ مَا أَغْنَىٰ
عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۚ سَيَصْلَىٰ
نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَمُرَاتَهُ حَمَّالَةٌ
الْحَطْبِ ۚ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۚ
(سورہ لہب، پارہ ۳۰)

دونوں ہاتھ ٹوٹیں ابولہب کے اور ہلاک
ہو، نہ تو اُس کے کام اُس کا مال آیا اور نہ
اُس کی کمائی، وہ عنقریب داخل ہوگا شعلہ
والی آگ میں، اور نیز اس کی جو رو جو لکڑیاں
سر پر اٹھاتی ہے اس کی گردن میں مونج
کی رستی ہے۔

قیامت کے دن اُس کے گلے میں رستی کا پھندا ڈال کر اُس کو گھسیٹا جائے گا
اور اُس کی بے حرمتی کی جائے گی۔ یہ کم بخت دنیا میں اُسی عذاب میں مری مارے
خست کے لکڑیوں کا پشتارہ سر پر اٹھائے چلی آرہی تھی کہ پشتارہ گر گیا اور اس کی رستی
گلے میں آگئی اور گلا گھٹ کر مر گئی۔

ابولہب کی بیوی کی کارستانی:

یہ کم بخت رات کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے راستے میں کانٹے بچھایا کرتی
تھی کہ آپ جب علی الصبح اس راستے سے گزریں گے تو بے خبری کے باعث کانٹے
چپھیں گے۔

سے ریختند در رہ تو خار و باہمہ

چوں گل شگفتہ بود رخ جانفزائے تو

ترجمہ: آپ کے راستے پر کانٹے بچھاتے لیکن اس کے باوجود آپ کے چہرہ جانفزاں
سے ہمیشہ پھول برستے رہے۔

یعنی اگرچہ ابولہب کی عورت نے حضور علیہ السلام کے راستے پر کانٹے بچھائے لیکن حضور علیہ السلام نے اُسے دُعاؤں سے یاد فرمایا۔ اُسے گستاخی اور بے ادبی کی یہ سزا ملی کہ کانٹوں کے پستارہ میں دب کر مر گئی۔

ابو جہل کا ذلیل ہو کر مرنا:

جب ابو جہل نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حد سے زیادہ بے ادبی اور گستاخی کرنی شروع کی، یہاں تک کہ اُس نے یہ ارادہ کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت سجدہ میں ہوں گے، تو میں اُن کا سر جسم سے الگ کر دوں گا، تو غیرتِ الہی نے اس کو زیادہ مہلت نہ دی اور ارشاد فرمایا:

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ
 نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ۔ (پ ۳۰ سورہ
 چوٹی پکڑ کر، کیسی چوٹی، جھوٹی خطا کار
 علق آیت نمبر ۱۵، ۱۶)

چنانچہ یہ شقی جنگِ بدر میں حضرت معاذ اور حضرت معوذ رضی اللہ عنہما دو انصاریوں کے ہاتھ سے واصلِ جہنم ہوا اور اس کا سر کاٹ کر بالوں سے گھیٹتے ہوئے لائے اور اس کا کان چھید کر اُس میں ایک رسی ڈال کر گھیٹتے ہوئے ایک ناپاک اور نجس کنوئیں میں پھینک دیا گیا۔

شیخ سعدی نے فرمایا:

از مکافاتِ عمل غافل مشو

گندم از گندم بروید جو ز جو!

ترجمہ: عمل کے بدلہ سے غافل نہ ہو کیونکہ گندم سے گندم اور جو سے جو اُگتے ہیں۔

کھوپڑی ریزہ ریزہ ہو گئی:

حضرو کے قریب ایک گاؤں کا رہنے والا ایک شخص انگلستان چلا گیا۔ یہاں اس کے حالات اچھے نہیں تھے، وہاں اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی نعمتوں سے نوازا۔ وہ وطن واپس آیا تو خاصا مالدار تھا۔ ایک دن چوپال میں بیٹھا اپنے حالات بیان کر رہا تھا۔ کسی نے کہا ”تم پر اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل کیا ہے، اُس کا شکر یہ بھی ادا کیا کرو۔“ اس پر وہ آدمی کہنے لگا ”(نعوذ باللہ) اللہ نے میرے اوپر کیا احسان کیا ہے؟ اس نے تو مجھے غریب ہی کر رکھا تھا، یہ دولت تو میری اپنی محنت سے ہاتھ آئی ہے۔ کچھ دیر گزری تھی کہ ایک لڑکا مرغی ذبح کرانے وہاں آ گیا اور آدمی جلدی سے پلٹ کر بولا..... ”لاؤ میں ذبح کر دوں۔“ یہ کہہ کر اُس نے چھری ہاتھ میں پکڑی اور مرغی کو زمین پر ڈال کر کہنے لگا ”میں مرغی ذبح کرنے لگا ہوں خدا سے کہو اسے میرے ہاتھ سے بچالے۔“ اس نے یہ الفاظ کہے ہی تھے کہ مرغی ایسے زور سے چیخنی کہ اس کی آواز سے قریب بندھی ہوئی گھوڑی بدک گئی اور رُخ بدل کر اس زور سے دوٹی ماری کہ اس آدمی کی کھوپڑی ریزہ ریزہ ہو گئی اور اُسے سانس لینے کی مہلت بھی نہ مل سکی۔ مرغی ایک طرف کو بھاگ گئی اس واقعے کا سارے علاقے میں چرچا ہوا لوگ دُور دُور سے اس کی لاش دیکھنے آئے لیکن کسی نے بھی اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔

(ماہنامہ ”رضائے مصطفیٰ“ گوجرانوالہ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ)

توہینِ رسولِ کفر ہے:

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنا کفر ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَالُوا مَا لَٰهُذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ
الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ لَوْلَا
أَنْزَلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونُ مَعَهُ نَذِيرًا
أَوْ يُنَزَّلُ إِلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ
يَأْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِنْ
تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مُّسْحُورًا
كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا
فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا

(پ ۱۸ سورہ فرقان ع ۱ آیت نمبر ۷ تا ۹۷)

کیسی بیان کیں تیرے لئے مثالیں پس
گمراہ ہو گئے، اب راہ نہیں پاسکے۔

کھانا کھانا بازاروں میں چلنا اور باغات وغیرہ کا ہونا۔ گوسپ بیان کفار
امورِ واقعی ہیں مگر چونکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت اور بے ادبی
متضمن تھی، اس لئے تویح نازل ہوئی۔ پس، ایسا کلام جس سے نبی علیہ السلام کی
اہانت پائی جائے۔ ضمنیاً التزاماً، عمداً ہو یا سہواً، غیرِ واقعی ہو یا واقعی، کفر کو مستلزم ہے

کفر اور بے ادبی کے کلمات:

انبیاء علیہم السلام سے استہزاء اور استخفاف کرنا کفر ہے اور جو کوئی ایسا کرے وہ مرتد اور واجب القتل ہے۔ چنانچہ فتاویٰ ملاحظہ ہوں:

۱۔ عینی شرح کنز میں مرقوم ہے:

مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْفُرُ فَيُقْتَلُ حَدُّ أَوْلَا يُقْبَلُ تَوْبَتَهُ أَصْلًا۔
وہ شخص جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تو وہ کافر ہوا۔ لہذا وہ بطور سزا قتل کیا جائے اور اس کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہو سکتی۔

۲۔ تاتارخانیہ میں مرقوم ہے:

مَنْ عَابَ نَبِيًّا بِشَيْءٍ أَوْلَمَ يَرْضُ بِسُنَّةِ نَبِيِّ مِنَ الْمُرْسَلِينَ فَقَدْ كَفَرَ فَمَنْ قَالَ لِرَجُلٍ إِحْلِقْ رَأْسَكَ وَأَقْلِمِ أَظْفَارَكَ فَإِنَّ هَذَا سُنَّةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذَلِكَ الرَّجُلُ لَا أَفْعَلُ وَإِنْ كَانَ سُنَّةً فَقَدْ كَفَرَ۔
جس شخص نے انبیاء میں سے کسی نبی کو عیب لگایا وہ بے شک کافر ہوا۔ پس اگر ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے کہا کہ اپنا سر منڈا اور ناخن کتر وا کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور اس نے کہا کہ میں ایسا نہیں کروں گا اگرچہ سنت ہو تو بے شک کافر ہوا۔

۳۔ در مختار میں مرقوم ہے:

يُقْتَلُ وَلَا يُقْبَلُ تَوْبَتُهُ وَمَنْ شَكَّ

فِي كُفْرِهِ فَقَدْ كَفَرُوا كَذَلِكَ
السَّهْزَاءُ وَالْإِسْتِخْفَافُ بِهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

تو بہ قبول نہیں ہو سکتی اور جس نے اس
کے کفر میں شک کیا وہ بھی کافر ہوا اور
اسی طرح کافر کرتا ہے مذاق کرنا اور ہلکا

جاننا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو

۴۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کدو کو دوست رکھتے تھے اور دوسرا کہے کہ میں اُسے دوست نہیں رکھتا تو
ایسا کہنا کفر ہے۔

۵۔ چلی میں مرقوم ہے کہ جو کوئی اس طرح کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا کپڑا میلایا تھا، یا ناخن بڑے بڑے تھے یا آپ کو شتر بان کہے، تو وہ شخص کافر ہے۔
ایسا شخص قتل کر دیا جائے، یا اگر کوئی آپ کو بد صورت یا بد قطع داڑھی والے سے تشبیہ
دے تو قتل کر دیا جائے۔ اگر کوئی شخص آپ کو بے ادبی کا لفظ خواہ نادانستہ خواہ نشہ میں
کہے تو وہ بھی قتل کر دیا جائے۔

ع..... با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

نبوت کی نزاکت:

کتب عقائد میں ہے کہ اگر کوئی آپ کے موئے مبارک کو مویک بکاف
تصغیر کہے تو وہ کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ بلکہ جس چیز یا جس جانب آپ کو نسبت ہو،
وہ بھی واجب التعظیم ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ ایک امیر نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ
کے زمانہ میں کہا کہ مدینہ کی مٹی ناقص ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے تمیں

دڑے لگائے اور قید کیا اور کہا کہ یہ شخص اس بات سے گردن مارنے کے لائق ہو گیا۔
اس کی تفصیل فقیر کی کتاب ”باادب بانصیب“ میں ہے

مدینہ طیبہ کی وہی کی بے ادبی:

مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا تھا کہ مدینے کا وہی پتلا ہوتا ہے، اس کو غیب سے آواز آئی اے شخص تو مدینہ سے نکل جا، تو مدینہ کے لائق نہیں ہے، جہاں عمدہ وہی ہے وہاں جا کے رہو۔ فوراً اُس نے توبہ کی اور بہت رویا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بے ادبی و گستاخی کا معیار

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رُو برو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تورات کا مطالعہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حالت متغیر ہو گئی اور چہرہ مبارک سے آثارِ غضب پیدا ہو گئے۔ باوجود خلقِ عظیم کے ایسے جلیل القدر صحابی پر عتاب فرمایا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ
أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِنُسْخَةٍ مِنَ التَّوْرَةِ فَقَالَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذِهِ نُسْخَةٌ مِنَ
التَّوْرَةِ فَسَكَّتْ فَجَعَلَ يَقْرَأُ
وَوَجَّهَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
دَارِي فِي جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
سَمَرِي هِيَ كَمَا فِيكَ دَفَعَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
كَانَسْخَةَ لَا كَرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كِي خَدْمَتِ اِقْدَسِ فِي آ كَرَعْرَضِ كِي۔
يَا رَسُولَ اللَّهِ! يَه تَوْرَاتِ كَانَسْخَةَ هِيَ۔ حَضُورِ
عَلِيهِ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ خَامُوشِ هُو كَيْتُ تُو وَه

وَسَلَّمَ يَتَغَيَّرُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ ثَكَلْتُكَ
 الثَّوَاكِلُ مَا تَرَى بِوَجْهِ رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانظَرَ
 عُمَرُ إِلَى وَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ
 مِنْ غَضَبِ اللَّهِ وَغَضَبِ رَسُولِهِ
 رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا
 وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي
 نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ بَدَأْتُكُمْ
 مُوسَى فَاتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي
 لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ وَلَوْ
 كَانَ مُوسَى حَيًّا وَأَدْرَكَ نَبُوَّتِي
 لَاتَّبَعَنِي۔ (رواه الدارمی، مشکوٰۃ، باب
 الاعتصام بالكتاب والسنة، تیسری فصل)

لگے پڑھنے ادھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کا چہرہ مبارک متغیر ہونے لگا۔ حضرت ابو بکر
 صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرہ
 مبارک کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا عمر
 تم تباہ ہو گئے۔ کیا تم حضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کے چہرہ مبارک کو نہیں دیکھتے۔ معاً حضرت عمر
 رضی اللہ عنہ آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر
 کہے لگے میں خدا اور رسول کے غضب سے
 پناہ مانگتا ہوں، ہم اپنے پروردگار اور دین
 اسلام اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 سے راضی ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اللہ کی جس
 کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر موسیٰ
 علیہ السلام تم میں ظاہر ہوتے اور تم لوگ
 مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرتے تو تم ضرور
 گمراہ ہو جاتے، لیکن اگر موسیٰ علیہ السلام
 اس وقت موجود ہوتے اور میری نبوت
 کے زمانے کو پاتے تو وہ بھی میری ہی
 اطاعت کرتے۔

نتیجہ:

ہر عقل سلیم والا سمجھ سکتا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے صحابی کی طرف سے معمولی سی حرکت اس قدر ناگوار طبع غیور ہوتی تو کسی اور کی اس تقریر سے جو حضور علیہ السلام کے فضائل میں شک ڈال دیتی ہے، کیسی اذیت پہنچتی ہوگی۔ کیا یہ ایذا رسانی سے خالی جائے گی، ہرگز نہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا۔
جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کو اور اس کے
رسول کو لعنت کرے گا اُن کو اللہ دنیا اور
آخرت میں، اور مہیا کر رکھا ہے ان کے
(پ ۲۲ سورہ احزاب، ع ۷ آیت نمبر ۵۷) واسطے ذلت کا عذاب۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی اور گستاخی کرنے والے
آخرت میں عذاب شدید میں مبتلا ہوں گے اور دنیا میں بھی اُن پر لعنت برستی رہے گی
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا:

ایک یہودی تورات پڑھ رہا تھا۔ اُس نے تورات میں ایک صفحہ پر حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کا نام اقدس لکھا دیکھا۔ یہودی نے بغض و کینہ سے اُس نام پاک کو کھرچ
ڈالا۔ دوسرے روز تورات کھولی تو اسی صفحہ پر یہ نام اقدس چارج لکھا دیکھا۔ غصہ میں آ
کر اُس نے اس نام پاک کو پھر کھرچ ڈالا۔ تیسرے روز اُس نے دیکھا کہ اسی صفحہ پر

یہ نام اقدس آٹھ جگہ لکھا ہوا ہے۔ اُس نے پھر یہ نام پاک سب جگہ سے کھرچ ڈالا۔ چوتھے دن اس نے اس نام اقدس کو بارہ جگہ لکھا دیکھا۔ اب اس کی حالت بدلی اور اس نام پاک کی دل میں محبت پیدا ہو گئی اور اس نام والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے شام سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔ اتفاق دیکھئے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے کیلئے روانہ ہوا، مگر اُدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پاک ہو چکا تھا۔ جب یہ مدینہ منورہ پہنچا تو اس کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور کے وصال کا علم ہوا۔ اب تو یہ سخت بے چین ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا کہ مجھے حضور کے بدن انور کا کوئی کپڑا نکال کر دکھائیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کپڑا مبارک اُسے دیا۔ اُس یہودی نے پہلے تو اُسے سونگھا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کے سامنے آ کر کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو کر دعا کی کہ الہی! اگر تو نے میرا اسلام قبول کر لیا ہے تو مجھے اپنے محبوب کے پاس بلا لے۔ اتنا کہا اور حضور کے سامنے ہی انتقال کر گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُسے غسل دیا اور جنت البقیع میں اُسے دفن کیا۔

(تنبیہ الغافلین و نزہۃ المجالس جلد ۲ ص ۱۴۴)

فائدہ:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک کوئی لاکھ مٹانا چاہے اور کھرچنا

چاہے مگر بمصداق:

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے

جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام انور نہ مٹا ہے نہ مٹ سکے گا، مٹانے والے مٹ گئے مگر اس نام اقدس کو وہی قرار، اس کی وہی شان ہے جو پہلے تھی۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

دعوت غور و فکر:

آج کل ہمارے دور کے معتزلہ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کو مساجد سے مٹانے کی مہم چلا رکھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ بے نیاز نے محبوب کے نام کو اتنا بڑھایا کہ جب سے یہ مہم چلی تو مکانوں میں، دوکانوں میں، بسوں اور ٹرکوں و دیگر کیلنڈروں وغیرہ وغیرہ پر زیادہ سے زیادہ یہ اسم گرامی لکھا جانے لگا۔ یہاں تک بعض علاقوں میں اسی دور میں ایسے بکرے پیدا ہوئے جن پر یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھا تھا اور ہم نے درختوں کے ایسے پتے دیکھے جن پر صاف لفظوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی منقش ملا۔ تفصیل فقیر کی کتاب ”شہد سے بیٹھا نام محمد“ مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور میں ہے۔

کوڑھ مغز یا ازلی بد بخت:

باوجود ایں ہمہ جیسے زمانہ اقدس کے لوگوں نے کھلم کھلا اور واضح معجزات اپنی آنکھوں سے دیکھے لیکن نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جادو گر کہہ دیا۔ آج بھی وہی کیفیت ہے، باوجودیکہ اپنی آنکھوں سے ایسے عجیب و غریب کرشمے دیکھ رہے ہیں اور انہیں مشاہدہ کرایا جا رہا ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اور ان کی شان لمحہ بہ لمحہ ترقی پذیر ہے تو بجائے ماننے کے ان امور کو بدعت کہہ کر ٹھکرا دیتے ہیں، پھر ہم کیوں

نہ کہیں کہ ان غریبوں کے ازل سے تالے بند ہیں اور جن کے خدا تعالیٰ تالے بند کرے پھر اسے کون کھولے۔ اسی لئے یہ بیچارے معذور ہیں۔ فقیر اور ایسی غفلت خوش عقیدہ سنی سے عرض کرے گا کہ تم اپنے عقیدہ کو مضبوط رکھو اور کوڑھ مغزوں سے دور رہو اور انہیں اپنی بد قسمتی پر معذور سمجھو۔

اندھا، دل کا اندھا:

غزوہ احد کیلئے جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حرۃ بنی حارثہ اور ان کے اموال کے پاس سے گزرتے ہوئے مربع بن قینطلی منافق کے باغ کے پاس پہنچے وہ نابینا تھا۔ اُس نے جب لشکر اسلام کی آہٹ سنی تو ان پر خاک پھینکنے لگا اور حضور سے کہنے لگا کہ اگر تو اللہ کا رسول ہے، میں تجھے اپنے باغ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ سن کر صحابہ کرام اُسے قتل کرنے دوڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے قتل نہ کرو یہ آنکھ کا اندھا، دل کا بھی اندھا ہے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے سے پہلے ہی سعد بن زید اشہلی نے اس پر کمان ماری اور سر توڑ دیا۔

گستاخی کی اصل وجہ:

اصل وجہ یہ ہے کہ گستاخوں اور بے ادبوں کی نگاہ میں رسول و ولی اور دیگر معظمت کی کوئی وقعت نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے معظمت کی تعظیم و تکریم اور ان کے آداب پر بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے۔ مثلاً:

احترام رمضان المبارک:

فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مسافر نے اقامت کی، حیض والی پاک ہوگئی، مجنون کو ہوش آگیا، مریض تھا اچھا ہو گیا، جس کا روزہ جاتا رہا۔ اگرچہ جبراً کسی

نے تڑوا دیا یا غلطی سے پانی وغیرہ کوئی چیز حلق میں جا رہی، کافر تھا مسلمان ہو گیا، نابالغ تھا بالغ ہو گیا، رات سمجھ کر سحری کھائی تھی حالانکہ صبح ہو چکی تھی، غروب سمجھ کر افطار کر دیا حالانکہ دن باقی تھا تو ان سب صورتوں میں جو کچھ دن باقی رہ گیا ہے اُسے روزے کی مثل گزارنا واجب ہے اور نابالغ جو بالغ ہو یا کافر تھا مسلمان ہوا، ان پر اس دن کی قضا واجب نہیں، باقی سب قضا واجب ہے۔ (درمختار)

حکمِ قتل:

جو بد بخت و نالائق شخص رمضان المبارک کا احترام ملحوظ نہ رکھے اور رمضان مبارک میں بلا عذر علانیہ قصداً کھائے مسلمان حکومت کو لازم ہے کہ اُس ناہنجار کو قتل کر کے کیفرِ کردار تک پہنچائے۔ (ردالمحتار)

فرشتہ گستاخی کی زد میں:

زہرۃ الریاض میں ہے کہ ایک دن حضرت جبریل علیہ السلام دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! میں نے آج ایک عجیب و غریب واقعہ دیکھا ہے، حضور نے پوچھا وہ واقعہ کیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے کوہ قاف جانے کا اتفاق ہوا مجھے وہاں آہ و فغاں، رونے چلانے کی آوازیں سنائی دیں۔ جدھر سے آوازیں آرہی تھیں، میں ادھر کو گیا تو مجھے ایک فرشتہ دکھائی دیا، جس کو میں نے اُس سے پہلے آسمان پر دیکھا تھا جو کہ اُس وقت بڑے اعزاز و اکرام میں رہتا تھا۔ وہ ایک نورانی تخت پر بیٹھا رہتا۔ ستر ہزار فرشتے اس کے گرد صف بستہ کھڑے رہتے تھے۔

وہ فرشتہ سانس لیتا تھا تو اللہ تعالیٰ اُس سانس کے بدلے ایک فرشتہ پیدا کر دیتا تھا۔

لیکن آج میں نے اُسی فرشتہ کو کوہ قاف کی وادی میں سرگرداں و پریشاں آہ و

زاری کرتے دیکھا ہے، میں نے اُس سے پوچھا کیا حال ہے؟ اور کیا ہو گیا؟

اس نے بتایا..... ”معراج کی رات جب میں اپنے نورانی تخت پر بیٹھا تھا،

میرے قریب سے اللہ تعالیٰ کے حبیب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو میں نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کی پرواہ نہ کی۔ اللہ تعالیٰ کو میری یہ ادا، یہ بڑائی

پسند نہ آئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ذلیل کر کے نکال دیا اور اُس بلندی سے اس پستی میں

پھینک دیا۔ پھر اُس نے کہا ”اے جبریل! اللہ کے دربار میں میری سفارش کر دو کہ اللہ

تعالیٰ میری اس غلطی کو معاف فرمائے اور مجھے پھر بحال کر دے۔“

یا رسول اللہ! میں نے اللہ تعالیٰ کے دربارِ بے نیاز میں نہایت عاجزی کے

ساتھ معافی کی درخواست کی، دربارِ الہی سے ارشاد ہوا، اے جبریل! اُس فرشتہ کو بتا دو

اگر وہ معافی چاہتا ہے تو میرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود پاک پڑھے۔“

یا رسول اللہ! جب میں نے اُس فرشتہ کو فرمانِ الہی سنایا تو وہ سنتے ہی حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر درود پاک پڑھنے میں مشغول ہو گیا اور پھر میرے دیکھتے ہی

دیکھتے اُس کے بال و پر نکلنا شروع ہو گئے اور پھر اس ذلت و پستی سے اُڑ کر آسمان کی

بلندیوں پر جا پہنچا اور اپنی مسندِ اکرام پر براجمان ہو گیا۔“ (معارج النبوة ص ۳۱۷)

ایک اور فرشتہ کو سزا:

شبِ معراج سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عجائبات دیکھے، ان میں

سے ایک یہ دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فرشتہ دیکھا، اُس کے پر جلے ہوئے تھے۔

یہ دیکھ کر فرمایا: اے جبریل! اس فرشتے کو کیا ہوا؟ عرض کی یا رسول اللہ! اس فرشتے کو اللہ تعالیٰ نے ایک شہر تباہ کرنے کیلئے بھیجا تھا، اس نے وہاں پہنچ کر ایک شیر خوار بچے کو دیکھا تو اسے رحم آگیا۔ یہ اسی طرح واپس آگیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے یہ سزا دی ہے۔
یہ سن کر حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اے جبریل! کیا اس کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی ہے؟“ جبریل علیہ السلام نے عرض کی ”قرآن پاک میں موجود ہے: وانی لغفار لمن تاب یعنی جو توبہ کرے میں اُسے بخش دیتا ہوں۔“

یہ سن کر سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دربارِ الہی میں عرض کی یا اللہ! اس پر رحمت فرما، اس کی توبہ قبول فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کی توبہ ہے کہ آپ پر دس بار درود پاک پڑھے، آپ نے اس فرشتے کو حکم سنایا تو اس نے دس بار درود پاک پڑھا، اللہ تعالیٰ نے اُس کو پر عطا فرمائے اور وہ اُوپر کو اُڑ گیا اور ملائکہ میں یہ شور برپا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے درود پاک کی برکت سے ”کروبین“ پر رحم فرمایا ہے۔ (رونق المجالس ص ۱۱)

ہر کہ باشد عامل صلو مدام

آتش دوزخ شود بردے حرام

ترجمہ: جو بھی ہمیشہ صلوة و سلام پڑھنے پر ہمیشگی کرتا ہے اُس پر آتشِ دوزخ حرام ہے۔

بر محمد سے رسا نم صد سلام

آں شفیع مجرماں یوم القیام

میں حضور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہزاروں صلوات و سلام عرض کرتا ہوں۔
اس لئے کہ آپ قیامت کے دن میں مجرموں کے شفیع ہیں۔

فائدہ:

درود شریف ایک ایسی محبوب عبادت ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے بے پناہ
انعامات نصیب ہوتے ہیں۔ اس کیلئے کسی خاص صیغے کی کوئی تخصیص نہیں۔ مثلاً

۱۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

۲۔ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلِّمْ۔

۳۔ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَعَلَىٰ آلِكَ وَأَصْحَابِكَ يَا حَبِيبَ اللهِ۔

جنہوں نے صرف درود ابراہیمی کی تخصیص کی ہے، وہ غلطی پر ہیں کیونکہ

آیت میں صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا صلوات و سلام دونوں لفظوں کا ہونا ضروری
ہے۔ اور درود ابراہیمی میں صلوات تو ہے لیکن سلام نہیں۔

(تفصیل کیلئے فقیر کی کتاب فضائل درود شریف دیکھئے)

غلام خاں راو پنڈی وانے کے انجام برباد:

چودھویں صدی کا پاکستان میں گستاخوں کا سرغنہ مشہور تھا، عوام سمجھتے تھے اور انہیں
یقین تھا کہ اس جیسا دنیا میں انبیاء و عظام اولیاء کرام کا گستاخ اور بے ادب نہیں، لیکن جب
مراتب معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے بے ادب اور گستاخ کا یونہی انجام بد
ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل اخبارات وغیرہ سے ہم نقل کر کے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

جنگ پنڈی: مولانا غلام اللہ خاں (یہ بیان خود یو بندی مولوی نے دیا تھا) کا سانحہ ارتحال بھی اسی افسوسناک اور دکھدہ سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ عجیب قصہ ہے کہ عشاء کی نماز اور اس کے بعد تک مولانا ہماری بھری مجلسوں میں رونق افروز رہنے کے باوجود یکا یک ہم سے ہمیشہ کیلئے رخصت ہو گئے۔ دوہئی میں مولانا کی آخری تقریر جو کہ آپ کی زندگی کی بھی آخری تقریر ثابت ہوئی۔ وہ تھی جو آپ نے قصیص نمبر ۳ کی مسجد میں نماز عشاء کے بعد فرمائی، کوئی پونے دو گھنٹے کی اس طویل تقریر میں آپ نے عقیدہ توحید اپنے روایتی جوش و خروش سے بیان کیا اور آخر میں اعلان فرمایا کہ اس کی تکمیل کل کی تقریر میں کروں گا جو دوہئی کی جامع مسجد میں نماز عشاء کے بعد ہوگی۔ دوسرے دن حسب اعلان پروگرام آپ وہاں تشریف لے گئے۔ سامعین دور دور سے کشاں کشاں جمع ہو رہے تھے۔ آپ منبر کے قریب تشریف فرماتے ابھی جلسہ کا آغاز ہی ہو رہا تھا، ابتدائی نوعیت کے اعلانات ہی جاری کئے جا رہے تھے کہ یکا یک مولانا کی طبیعت کچھ خراب ہو گئی۔

آپ اپنے ایک رفیق سفر حافظ نور الحسن صاحب کو مائیک پر کھڑا کر کے خود اپنے دو جانثاروں کے ہمراہ راشد ہسپتال تشریف لے گئے۔ حاضرین آپ کی واپسی کے منتظر تھے۔ ادھر اجتماع کو مشغول رکھنے کیلئے راقم کا اعلان کر دیا گیا۔ راقم نے بھی کچھ دیر کچھ بیان کیا۔ انتظار کی گھڑیاں طویل تر ہو رہی تھیں۔ آخر میں اس اعلان پر جلسہ ختم کر دیا گیا کہ حضرات! معلوم ہوتا ہے مولانا کی طبیعت کچھ زیادہ ہی خراب ہو گئی ہے۔ لہذا جلسہ برنماست کیا جاتا ہے، اور اگر مولانا کو صحت ہو گئی تو کل اسی جگہ اور

اسی وقت جلسہ دوبارہ ہوگا۔ اس کے بعد ہم اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ مستحق راشد (ہسپتال) پہنچے تو اندر جانے اور معلوم کرنے کی نہ کوئی صورت ہے نہ اجازت۔ مولانا کے جو دو جانثار مولانا اکرم خان اور وکیل نسیم خاں آپ کے ساتھ اندر گئے تھے۔ ان کا بھی کوئی پتہ نہیں آخر کار راقم نے ادھر ادھر چکر لگانا شروع کئے تو دور اندر جا کر ایمر جنسی کے دروازے پر پہنچ گئے جہاں یہ تو معلوم ہو گیا کہ مولانا کو یہیں داخل کیا گیا ہے لیکن دروازے پر موجود پولیس میں اندر نہیں جانے دے رہے تھے، مگر پھر کچھ لمحے بعد راقم کا احترام کرتے ہوئے انہوں نے نہ صرف یہ کہ راقم کو اندر جانے کی اجازت دے دی بلکہ انہی میں سے ایک پولیس میں خود میرے ساتھ گیا اور لفٹ کے ذریعے اس کمرے میں پہنچا دیا، جہاں مولانا کو رکھا گیا تھا۔

عجیب سماں:

مگر وہاں پہنچ کر راقم کو تو ایک اور ہی عجیب و غریب سماں نظر پڑا، دیکھتا کیا ہوں کہ شیخ القرآن مرحوم (غلام اللہ، جماعت دیوبند میں اسی لقب سے مشہور تھا) ہو چکے ہیں۔ مولانا کا ایک پروانہ اکرم خاں ایک چار پائی پر بے ہوش پڑا ہے اور دوسرا یعنی نسیم خاں غم کی تصویر بنا مبہوت کھڑا ہے، جس نے جانا تھا وہ چلا گیا تھا۔ اب کوئی ہوش میں ہو یا بے ہوش، سینہ کوٹے یا بال نوچے اُسے اس سے کیا۔

از قلم: مولانا محمد اسحاق آف دوہی، روزنامہ جنگ پنڈی ۳ جن ۱۹۸۰ء

نوائے وقت راولپنڈی:

راولپنڈی ۲۸ مئی مولانا غلام اللہ خاں کو اٹک میں ان کے مدرسہ جامع اشاعت الاسلام میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ ان کیلئے آج دو جگہوں راولپنڈی اور اٹک میں نماز جنازہ ہوئی۔ ہر دو مقامات پر ہزاروں عقیدت مندوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ مولانا کی میت تابوت میں تھی اور طبی مشورے کی بناء پر ان کا چہرہ نہ دکھایا گیا۔ مولانا غلام اللہ خاں کی میت حسن ابدال ہٹیاں کے راستے بعد دوپہر پہنچادی گئی۔ راستے میں جگہ جگہ لوگوں کی بڑی تعداد موجود تھی۔ انہوں نے بھی مولانا کی میت کا آخری دیدار کرنے کی کوشش کی لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ مولانا کی میت جب اٹک پہنچی تو میت کو دیکھتے ہی لوگ دھاڑیں مار کر رونے لگے اور جب جنازہ تدفین کیلئے مدرسہ اشاعت الاسلام لایا گیا تو لوگوں کی اور بھی بری حالت تھی۔ ان کی آہوں اور آنسوؤں میں مرحوم کو سپردِ خاک کیا گیا۔ مولانا کی میت لحد میں اتاری جانے لگی تو ان کے شاگرد اور عقیدت مند دھاڑیں مار رہے تھے۔ طبی وجوہ کی بناء پر مولانا کی میت کے دیدار کے خواہشمند سگوواروں کو آخری دیدار نہیں کرایا گیا۔ (کیونکہ شکل مسخ ہو گئی تھی اور زبان باہر نکل گئی تھی) (روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۲۹ مئی ۱۹۸۰ء)

تبصرہ اویسی:

آخری دیدار کی کوشش کے باوجود کسی کو نہ ہوسکا باوجودیکہ مشتاقان دیدار دھاڑیں مار مار ادھ موائے ہو چکے تھے۔ ایسی حالت زار پر تو سخت سے سخت تر سنگدل کو بھی رحم آجاتا ہے لیکن یہاں کسی کو رحم نہ آیا بلکہ یہ کہہ کر ٹال دیا گیا کہ طبی وجوہ کی بناء پر آخری دیدار نہیں کرایا گیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دال میں کالا ضرور تھا، ورنہ کیا وجہ

تھی کہ بزعم خویش ساری عمر قرآن پاک کی تبلیغ کرنے اور شیخ القرآن کہلانے والے کا چہرہ بھی نہ دکھایا گیا، جبکہ بیرونی ممالک سے لائی جانے والی عام لوگوں کی میت کا بھی ”آخری دیدار“ کرایا جاتا ہے۔

پردہ اٹھتا ہے:

ایسی مستند اخبارات کا غلام خان کیلئے اتنا لکھ دینا کافی ہے، سمجھدار خود اندازہ لگا سکتا ہے، لیکن الحمد للہ یہ راز پردہ اخفا میں نہ رہا، بالآخر بات کھل کر سامنے آگئی کہ ان دنوں دوہئی میں رہنے والے اعزہ واقارب نے غلام خان کی رازداری کا پردہ اٹھا ہی دیا۔ چنانچہ دوہئی سے ایک خط پہنچا جو پاکستان کے ایک عزیز کو چشم دید گواہ اور غلام خان کے خوش اعتقاد نے لکھا۔ خط کا مضمون ملاحظہ ہو۔

دوہئی ۸۰-۹-۱۹

جناب قاضی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

میں خیریت سے ہوں اور آپ کی خیریت نیک چاہتا ہوں۔ صورتِ احوال یہ ہے کہ اس سے پہلے جو خط میں ’میں نے تازہ حالات اس وقت لکھے تھے۔ اب سارے یاد نہیں ہیں مگر آپ نے لکھا کہ مجھ سے کسی نے تحقیق کی ہے تو میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر لکھتا ہوں کہ میں نے خود پہلے ان کی تقریر سنی جو انہوں نے یہاں کی۔ تقریباً دو گھنٹے تک آپ تقریر کرتے رہے، ہزاروں لوگ تقریر سننے آئے ہوئے تھے۔ آپ یعنی غلام اللہ صاحب نے خوب خوب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی۔ میں خود بھی ان کا مداح تھا چونکہ مذہب سے میں لاعلم ہوں، آپ بھی مجھ سے اسی بارے

میں ناراض رہتے تھے اور کئی بار میں نے آپ کو تحفے پیش کئے۔ آپ نے انکار کر دیا کہ میں تجھ جیسے بے ادب سے بات کرنا نہیں چاہتا، تحفہ کس طرح قبول کروں۔ آج مجھے یہ باتیں یاد ہیں، گاؤں آ کر آپ سے معافی مانگوں گا، تو تقریر کرتے ہوئے انہیں دل پر درد پڑا اور انہیں ہسپتال لایا گیا۔ وہ پلنگ سے اُچھل کر چھت تک جاتے اور پھر زمین پر آ پڑتے۔ ڈاکٹر سب کمرہ چھوڑ کر بھاگ گئے، میں چھپ کر دیکھتا رہا اور کانپتا رہا۔ اسی کشمکش میں تقریباً ایک گھنٹہ گزرا، پھر خاموشی ہو گئی، کوئی اندر جانے کو تیار نہ تھا، میں نے ڈاکٹر کو بلایا، جیسے ہی کافی آدمی اکٹھے اندر گئے تو دیکھا کہ ان کا رنگ سیاہ پڑ چکا ہے، زبان منہ سے باہر لٹک رہی تھی اور آنکھیں باہر اُبل آئی تھیں۔ انہیں غسل دینے کو کوئی تیار نہیں تھا۔ مجبوراً اسی طرح پیٹی میں بند کر کے پاکستان بھیج دیا گیا، میں تین چار دن بیمار رہا اور اُٹھ اُٹھ کر بھاگتا تھا، پھر توبہ استغفار پڑھی اور میں کچھ ٹھیک ہوا۔ یہ تھی اُن کی تقریر اور انجام..... خدا کی لاشی بے آواز تھی کام کر گئی۔

باقی باتیں خود آ کر سناؤں گا۔ دسمبر میں آنے کا ارادہ ہے۔ یہ خط قاضی

صاحب کو دے دینا، گھر میں سب سے فرداً فرداً سلام۔ فقط والسلام

تمہارا بھائی۔ مختیار احمد

مناظرِ اسلام مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ

کی کئی سال پہلے کی پیش گوئی کی صداقت

حضرت مناظرِ اسلام اچھروی رحمۃ اللہ علیہ کا غلام خان سے کئی سال پہلے وصال ہوا تھا۔ مخالفین اور غلام خان کے معتقدین اور جملہ مسلمین سب کو معلوم ہے کہ حضرت مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصال سے بھی کئی سال پہلے مندرجہ ذیل پیش گوئی فرمائی، اور وہ آج بھی اُن کی کیسٹ میں محفوظ ہے جس میں مولانا غلام اللہ خاں کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ اس کا خاتمہ خراب ہوگا اور چہرہ بگڑ جائے گا۔ ہم اس کیسٹ (جو ہمارے پاس موجود ہے) سے من و عن آپ کا بیان نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

وہ کیسٹ مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

مناظرِ اسلام کی پیش گوئی:

مناظرِ اسلام مولانا محمد عمر صاحب اچھروی نے اپنے بعض بیانات میں اپنے عقیدہ و مسلک کی صحت و حقانیت کو پورے وثوق و یقین سے بیان کرتے ہوئے زور دار الفاظ میں فرمایا کہ ”میں ایک جگہ گیا، مجھے کہنے لگے، تو بھی قرآن پڑھتا ہے اور وہ بھی قرآن پڑھتے ہیں، کس کا اعتبار کریں۔ سچا کون ہے! میں نے کہا کہ وہ قرآن کی آیت کچھ پڑھتے ہیں ترجمہ اور (غلط) کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے: لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ۔ (پ ۲۹ سورہ الحاقۃ آیت ۲۵)۔ (میں اس کا داماں حصہ پکڑ

لیتا ہوں) اگر ان کا دایاں ”پاسہ“ ناکارہ نہ ہو تو محمد عمر جھوٹا۔ اللہ تعالیٰ ان کو مرتے وقت کلمہ نصیب نہیں کرتا، زبان بند کر لیتا ہے۔ راولپنڈی میں، میں نے کہا کہ غلام خان کو اگر فالج ہو اور کلمہ نصیب نہ ہو تو کہنا محمد عمر سچا ہے، نہیں تو کہنا جھوٹا ہے، اور جب فقیر کا آخری وقت آئے گا تو درود شریف پڑھتا مرے تو کہنا سچا ہے، مجھ سے پہلے مولانا عبدالغفور ہزاروی، مولانا غلام دین صاحب لاہوری، پیر ولایت شاہ صاحب گجراتی کلمہ کا ورد کرتے، نماز ادا کرتے اور جمعہ پڑھتے پڑھتے وصال فرما گئے۔

مولوی (مولوی غلام خان) وہ بھی قرآن پڑھتا ہے، ٹھیک مگر مرتے وقت نتیجہ معلوم کر لینا۔ اگر دائیں طرف فالج گرے اور منہ سے کلمہ نہ نکلے اور زبان ہو جائے بند تو سمجھ لینا کہ وہ بھی جھوٹا، اس کا مذہب بھی جھوٹا، اور اگر مولوی ٹھیک ٹھاک ہو، دائیں طرف بھی ٹھیک ہو اور کلمہ و درود شریف پڑھتا ہو دنیا سے جائے تو سمجھ لینا یہ بھی سچا ہے اس کا مذہب بھی سچا ہے۔ یہ قرآن کا فیصلہ ہے۔ (جس طرح مولانا محمد عمر اچھروی نے فرمایا ویسے غلام خان کا خاتمہ ہوا)

یا رسول اللہ کو بدعت کہنے والے کا انجام:

بمقام باغ خاص اہلسنت و جماعت کا جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوا، جس میں یا رسول اللہ کے نقش کنندہ کاغذات مختلف چھڑیوں میں جلسہ کی رونق دو بالا کرنے کیلئے چپکائے گئے تھے۔ ایک شخص نے اس کو پھاڑ کر اپنے پاؤں سے پوری طرح کچل دیا اور یہ بکواس کر رہا تھا کہ یہ شرک و بدعت ہے۔

خدا کی قدرت کہ ”ایک مرتبہ شہر کراچی میں خرید و فروخت میں مصروف تھا“

کسی بات میں گا ہگ سے تنازعہ ہو گیا، پھر گا ہگ نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کے جسم پر متعدد وار کئے، جس سے وہ گستاخ ہلاک ہو گیا اور کچھ ہی عرصہ بعد اس طرح اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ گستاخ مذکور کی تصدیق اس کے علاقہ کے لوگوں نے کی۔

تصدیق نامہ:

ہم اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ مُستَمی ضیاء الدین ولد مولوی غلام رسول ساکن رنتوی تحصیل باغ ضلع پونچھ (آزاد کشمیر) نے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر موضع باغ خاص میں وہ اشتہارات جن پر کلمہ شریف اور یارسول اللہ کے متبرک الفاظ تحریر تھے، نیز گنبد خضرا کا نوٹو نقش تھا، پھاڑ پھاڑ کر پاؤں تلے روندے تھے۔ اس کے ساتھ دیوبندی مدرسہ تعلیم القرآن باغ کے طلباء بھی تھے (اس کے بعد سنا کہ اُس بے ادب اور گستاخ رسول کی گذشتہ ایام میں بمقام کراچی صدر بری طرح ہلاکت ہوئی۔ اسی جلسہ کے دوران یہاں کے چند مقامی علماء نے جو دیوبندی مکتب فکر رکھتے ہیں، صلوٰۃ و سلام پڑھنے سے منع کرنے کی کوشش میں گڑ بڑ مچانا چاہی لیکن مقامی پولیس نے ان کو اس دوران میں اپنی حراست میں رکھا۔

حاجی غلام قادر، صدر دارالعلوم جامعہ فرقانیہ غوثیہ

..... باغ ضلع پونچھ

اس کے نیچے مزید سات اشخاص کے دستخط ہیں۔

انتباہ:

بعض شریکوں نے ایسے گستاخ کو شہید کہنا شروع کر دیا تھا۔ اس کے

متعلق کراچی کے مقتدر علماء نے فتویٰ صادر فرمایا۔

الجواب:

باللہ التوفیق جس شخص نے ان اسماء گرامی کی توہین کی ہے، وہ مرتد اور اسلام سے خارج ہے، اس لئے کہ یا رسول اللہ کا لفظ کثرت سے احادیث کریمہ میں صحابہ کی زبان سے وارد ہوا ہے اور خود لفظ رسول اللہ قرآن کریم کا لفظ ہے۔

محمد رسول اللہ -

وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ - (پ ۲۲ سورہ الاحزاب آیت نمبر ۴۰)
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ -

(پ ۲۱ سورہ الاحزاب آیت نمبر ۲۱)

واعلموا ان فيكم رسول الله (وغیرہا)

ان اب آیتوں میں لفظ رسول اللہ موجود ہے اور پھر اس میں لفظ اللہ اسم جلالت ہے۔ اس کی توہین کفر ہے، کسی مسلمان کو اس بات میں ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا۔
اعلام بقواطع الاسلام علامہ ابن حجر نے فرمایا:

ومنها ای من المكفرات القاء المصحف في القاذورات بغير عذر
ولا قرينة تدل على عدم الاستهزاء والمراد بها النجاسات مطلقا والقدر
والطاهر -

یہاں تک کہ فرمایا:

ومن ذلك يعلم ان كل ورقة فيا اسم معظم من اسماء الانبياء

والملائكة يكون كذلك - نیز ص ۳۰ میں ہے:

ولو القی فتویٰ اعطا ہالہ صاحبہ ففہم و قال ای شیء هذا الشرع
 وهو ظاهر ان المرا ولا استخفاف و یحتمل الاطلاق لان قرینة و میہا تدل
 علی الاستخفاف۔

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ قرآن مجید اور ہر کاغذ جس پر انبیاء اور
 فرشتوں کے نام ہوں ان کو بطریق استہزاء گندگی اور ناپاکی میں پھینک دینا ہی
 استخفاف اور تذلیل پر دلیل ہے تو شخص مذکور کا پاؤں اور جوتے سے اسے روندنا اور
 لتاڑنا اس سے بھی بڑا گناہ ہے اور ایسا شخص یقیناً کافر و مرتد ہے، اور اُسے جو شہید
 کہے وہ کاذب اور مفتری ہے، اور ساتھ ہی ایسے لوگ بے دین ہیں جو کافر مرتد کی
 طرفداری کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

جو لوگ شخص مذکور کو شہید کہتے ہیں ان کی اقتداء قطعاً ناجائز ہے۔ رضا
 المصطفیٰ خطیب نیومین مسجد کراچی مولانا محمد حسن حقانی، سید شجاعت علی قادری، مفتی
 دارالعلوم امجدیہ کراچی۔

جواب صحیح ہے، مقتول مرتد تھا۔ اس کو شہید کہنا بے ایمانی ہے، اور اگر اُس کے فعل
 مکروہ کو جائز سمجھ کر شہید کہا تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اس پر تجدید اسلام و تجدید نکاح لازم
 ہے۔ مولانا محمد مظفر احمد غفرلہ دارالافتاء القضاء فرید روڈ کراچی۔

یاد رہے کہ یہ فتویٰ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ صاحب ازہری شیخ الحدیث

دارالعلوم امجدیہ کراچی نے مرتب فرمایا تھا۔

نوٹ: یاد رہے کہ آج دیوبندی وہابی نجدی بالخصوص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر متعلق امر پر بدعت اور شرک کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں، اس سے گھبرانے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ یہ انہیں منافقین اور مشرکین عرب سے وراثت ملی ہے۔ وہ بھی حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کو بدعتی اور مشرک کہہ دیتے اور آپ کے معمولات پر شرک اور بدعت کا فتویٰ جڑ دیتے تھے۔ ایک دو حوالے ملاحظہ ہوں۔

بدعت کا اطلاق از کفار بر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

روح البیان جلد ۱، ص ۳۰۸ مطبوع استنبول میں ہے کہ مدعا ہے او آنت کہ از بت پرستیدن منع کند و بدین و آئین کہ احداث کرد در آورد تابع خود سازد۔ ترجمہ: اس کا مدعا یہ ہے کہ وہ بت پرستی سے منع کرے اور نیا دین و آئین جو اس کی اپنی طرف سے (بدعت کیا) نکالا ہے، اس کے ذریعے سے تمہیں اپنا تابع بنائے۔

فائدہ: کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو بدعت اور بدالت التزامی آپ کو گویا بدعتی کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر بد مذہب اہل حق کو بدعتی کہتا چلا آیا ہے۔

منافقین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرک کہا:

روح البیان پارہ پنجم میں ہے کہ جب حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جو میرے سے محبت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اور جو میری اطاعت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے۔ یہ حکم سن کر منافقین نے کہا کہ نبی علیہ السلام مشرک ہو گئے، اس لئے کہ وہ غیر اللہ سے روکتے ہیں اور پھر وہ خود خدا بننے

کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ہمیں نصاریٰ کی طرح شرک میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں کہ جیسے انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنایا، ہم انہیں بنالیں۔ اُن کے رد میں آیت شریف اتری (مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ) (پ ۵ سورہ النساء آیت نمبر ۸۰)

آج نہ سہی تو کل سہی:

دورِ حاضرہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و کمالات کے منکر ڈاکو آپ کے کمال کو شرک و بدعت سے تعبیر کرتے ہیں، کوئی پوچھنے والا نہیں، حالانکہ سابقہ زمانوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شان و کمال کے خلاف معمولی سے بات پر زبان گدی سے نکال کر رکھ دی جاتی اور اس پر قہر و غضب برس جاتا، فتاویٰ کی بھرمار ہو جاتی۔ چند فتاویٰ ملاحظہ ہوں:

۱۔ امام ابو بکر بن منذر فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ عَوَامُ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَى أَنَّ مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْتَلُ وَمِمَّنْ قَالَ ذَلِكَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَاللَيْثُ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ وَهُوَ مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ قَالَ الْقَاضِي أَبُو الْفَضْلِ وَهُوَ مُقْتَضِي قَوْلِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَلَا تَقْبَلُ تَوْبَتَهُ عِنْدَ هَؤُلَاءِ۔

(شفاء شریف جلد ۲، ص ۲۱۵، رد المحتار، شامی جلد ۳، ص ۳۱۸، تنبیہ الولاة جلد ۱، ص ۳۱۶)

کلاہما للعلامہ شامی مواہب مع الزرقانی جلد ۵، ص ۳۱۸، الصارم

المسلول لابن تیمیہ ص ۳)

ترجمہ: جمہور اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو

گالی دے اسے قتل کر دیا جائے۔ من جملہ ان اہل علم کے امام مالک ابن انس ثلیث احمد بن حنبل اور اسحاق ہیں۔ یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ قاضی ابوالفضل فرماتے ہیں کہ یہی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے قول کا مقتضی ہے جو احادیث اور آثار و سنن کے ضمن میں درج ہو چکا ہے۔

۲۔ امام محمد بن سخون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ أَنَّ شَاتِمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُنْتَقِصُ لَهُ
كَافِرٌ وَالْوَعِيدُ جَارٌ عَلَيْهِ بِعَذَابِ اللَّهِ لَهُ وَحُكْمُهُ عِنْدَ الْأُمَّةِ الْقَتْلِ وَمَنْ شَكَّ
فِي كُفْرِهِ وَعَذَابِهِ كَفَرَ۔

(شرح شفاء للقاری جلد ۲، ص ۳۹۳، واکفار المسلمین للکاشمیری ص ۵۱، الصارم لمسلول ص ۴)

تمام علماء کا اس امر پر اجماع و اتفاق ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا اور آپ کی شان اقدس میں نقص نکالنے والا کافر ہے اور اس پر عذاب الہی کی وعید جاری ہے۔ تمام اُمت کے نزدیک اس کی سزا یہ ہے کہ اُسے قتل کر دیا جائے۔ جو شخص ایسے ذلیل اور غائب و خاسر کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

فائدہ:

گالی (سب) فقہ کا اصطلاحی لفظ ہے۔ اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور بے ادبی مراد ہوتی ہے۔ ابن تیمیہ کا فیصلہ ہے کہ بے ادب و گستاخ کے کفر میں شک کرنے والا کافر اور بے ایمان ہے۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں:

أَيُّمَارَ جُلِّ مُسْلِمٍ سَبَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ كَذَّبَهُ أَوْ
عَابَهُ أَوْ تَنَقَّصَهُ فَقَدْ كَفَرَ بِاللَّهِ وَبَانَتْ مِنْهُ أُمَّرَاتُهُ فَاِنَّ تَابَ وَالْاِقْتُل

(حوالہ جات مذکور بالا کتب)

جو مسلمان شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے، آپ کی تکذیب
کرنے، عیب لگائے یا نقص نکالنے کی سعی ناپاک کرے تو وہ کافر ہو گیا اور اس کی بیوی
اس سے جدا ہو گئی۔ اگر توبہ کرے تو بہتر ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے۔

(مزید حوالا جات و تحقیق و تفصیل ”بے ادب بے نصیب“ کتاب میں پڑھئے)

تو بین شرع پر اندھا ہو گیا:

جس وقت علامہ تاش کبری زادہ نے حضور علیہ السلام کی یہ حدیث پاک کہ
علماء دین کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی اور ان کا جسم سلامت رہتا ہے، دیکھی تو شیطان نے
ان کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ ہمارے استاد بڑے جید عالم تھے۔ لہذا ان کی قبر کھول
کر دیکھنا چاہیے کہ ان کا جسم کس حال میں ہے۔ یہ وسوسہ ان پر ایسا غالب ہوا کہ ایک
رات میں جا کر قبر کھول ڈالی اور دیکھا کہ کفن بھی میلانا نہ ہوا تھا جب یہ منظر دیکھ چکے تو
قبر سے آواز آئی:

”کہ دیکھ چکا، اللہ تجھے اندھا کرنے۔“

اسی وقت علامہ تاش کی دونوں آنکھیں بہہ گئیں۔

(المملفوظ حصہ چہارم ص ۷۲)

فوائد:

- ۱۔ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ارشاد پر بلا چون و چرا ایمان لے آنا چاہئے اور امتحان لینے کے درپے نہ ہونا چاہئے۔
- ۲۔ علمائے اسلام (اہلسنت) کے اجسام مبارکہ کو بھی مٹی نہیں کھاتی۔
- ۳۔ محبوبانِ خدا قبور میں زندہ ہیں اور انہیں دنیا والوں کے اعمال کا بھی علم ہے یہاں تک کہ دل کے وسوسات و خطرات کا بھی۔
- ۴۔ تصرف کی بھی انہیں اجازت ہے، اسی لئے تو تاش کبریٰ کو صاحبِ مزار نے فرمایا کہ ”دیکھ چکا اللہ تجھے اندھا کرے“ اس پر تاش اندھا ہو گیا۔

شریعت کی بے ادبی کی سزا:

جب حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحصیلِ علمِ حدیث سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ میں حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضر ہوئے۔ بعد چند روز ایک رات خواب میں زیارتِ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے مشرف ہوئے۔ حکم ہوا، اے عبدالحق! تو اب ہندوستان میں جا کر علمِ حدیث کو جاری کر اور لوگوں کو ہدایت کر مگر فقراے ہند سے ملتے رہنا۔

عرض کیا یا رسول اللہ! آستانہ عالیہ چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا، بغیرِ حضورِ زندگی ناممکن ہے، حکم ہوا تم رات کو مراقبہ میں ہماری لو لگایا کرو ہمارے حضور میں حاضر ہوا کرو گے۔

جب بیدار ہوئے ہندوستان روانہ ہوئے، جہاں کسی فقیر کو دیکھتے سنتے، اُس سے بموجب ارشاد عالی ملاقات کرتے، ایک مقام پر ایک فقیر کی ملاقات کو گئے، دیکھا وہ شراب پیتا ہے۔ جب اُس نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگا: مولوی تو بھی پی لے۔ آپ نے لاجول پڑھ کر فرمایا۔ اس ناپاک چیز کو ایک تو خود پیتا ہے اور دوسرے مسلمانوں کو پلاتا ہے۔ تب وہ فقیر کہنے لگا بچہ یہ نعمت ہے، اگر نہیں پئے گا تو حضور کے دربار میں نہ جانے پائے گا۔ آپ نے فرمایا اس کو کوئی مسلمان کیونکر پئے گا۔ یہ فرمایا اور ناراض ہو کر چلے آئے، شب کو جو مراقب ہوئے، دیکھا کہ وہی فقیر آستانہ تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر لٹھ لئے کھڑا ہے۔ آپ کو دیکھ کر کہنے لگا کہ جب تک تو میرے ہاتھ سے شراب کا ایک پیالہ نہیں پئے گا، دربارِ حضور میں نہ جانے دوں گا۔ اسی طرح تین روز تک اُس بے شرع نے آپ کو پریشان رکھا اور دربار میں نہ جانے دیا۔ چوتھے روز مولوی صاحب نے پکار کر عرض کیا 'یا رسول اللہ! فقیر حضور میں حاضر نہیں ہونے دیتا تو فوراً حضور نے حضار سے فرمایا دیکھو دروازہ پر عبدالحق ہے، بلا لو۔ چنانچہ آپ حاضر کئے گئے اور حضرت نے پوچھا تم تین روز سے کہاں تھے۔ آپ نے تمام قصہ اُس فقیر کا سنایا۔ حضور نے فرمایا: اس ملعون کو حاضر کرو۔ جب وہ حاضر کیا گیا، حضور نے نہایت غیظ و غضب میں فرمایا "اخرج یا کلب" اے کتے تو ہمارے دربار سے نکل جا۔ فوراً وہ دربار سے نکالا گیا۔ شاہ صاحب نہایت خوش ہوئے، صبح کو اس کے مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ اس کے تمام مرید حاضر ہیں اور اس کتے کا پتہ نہیں۔ جب لوگوں سے دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ اُن کا لوگوں کو بہت دیر سے انتظار ہے مگر وہ غیر موجود ہے۔

تب شاہ صاحب نے پوچھا تم نے اس کے حجرے سے کسی کو نکلتے دیکھا۔ سب نے کہا کہ ہاں اس کے حجرے سے ایک کتا نکل کر گیا ہے۔ اس کے مریدوں نے شراب سے توبہ کی۔ (تذکرہ غوثیہ، شاہ غوث علی)

فوائد:

آج کل لوگوں نے بے عمل اور بد عمل پیروں کو ولی اللہ سمجھ رکھا ہے، صرف اس بناء پر کہ یہ پیر کی اولاد ہے یا فلاں درگاہ کا سجادہ نشین ہے۔ یہ غلط ہے اور قیامت میں ایسے پیر و مرید دونوں کو گرفت ہوگی کیونکہ اُس وقت تک پیر کامل ولی اللہ نہیں بن سکتا جب تک صفات محمدی حاصل نہ ہوں، اور وہ اتباع افعال و اقوال محمدی اور قدم بقدم چلنے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ بغیر اتباع و اطاعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام ریاضت و طاعت باطل و بیکار ہے اور تمام طاعات کی اصل اور سب ریاضات کی جڑ طاعت و فرمانبرداری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ۔ (پ ۵ سورہ النساء آیت نمبر ۸۰)

جس نے اطاعت کی رسول کی پس تحقیق اس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی۔ اور جب اس کو رفع کیا گیا تو وہی نتیجہ بالانکل آیا کہ جس نے حضور اقدس سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری نہ کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری نہ کی اگرچہ تمام عمر ریاضت و طاعت میں بسر کی ہو کہ تمام طاعات و ریاضات کا دار و مدار اتباع محمدی پر موقوف ہے۔ (تذکرہ)

۲۔ کبھی ریاضات و طاعات سے انسان ترقی کر جاتا ہے لیکن ولایت تب نصیب ہوتی ہے جب اتباع حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہو۔

۳۔ خلاف شرع پیروں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوتے ہیں جیسا کہ اس خلاف شرع کو دربار سے کتا کہہ کر نکال دیا۔

۴۔ استقامت ہزار کرامت سے بہتر ہے۔ دیکھئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے شریعت پر استقامت دکھائی، قرب حضوری بھی ملا اور دشمن نے بھی سزا پائی۔

کنعان کا انجام:

مروی ہے کہ اس نے پہاڑ کی بلندی پر ایک اونچا قبہ بنایا، جو اس قدر مضبوط تھا کہ اس میں ہوا کا گزر بھی مشکل تھا۔ پیشاب نے تنگ کیا تو اسی قبہ کے اندر پیشاب کر دیا۔ وہ پیشاب بجائے باہر نکلنے کے وہیں پر بڑھنے لگا۔ پیشاب اس قدر بڑھا کہ کنعان اپنے اسی پیشاب میں غرق ہو گیا اور دیگر کفار طوفان کی موج میں۔

(روح البیان)

سامری کا انجام:

سامری موسیٰ علیہ السلام کا بے ادب اور گستاخ تھا، اس کی سزا صاحب رفع البیان یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

مروی ہے کہ سامری جس مرد یا عورت کو ہاتھ لگا تو وہ خود بھی اور جسے ہاتھ

لگتا وہ بھی دونوں بخار کا شکار ہو جاتے۔ اسی لئے وہ لوگوں کے ہاتھ لگانے سے بچتا تھا اور لوگ اُس سے۔ اور وہ زور زور سے چیختا پھرتا تھا۔ ”لامساس“۔ لوگوں کے ساتھ ملنا جلنا بولنا اٹھنا بیٹھنا اور بیع و شرا اور دیگر معاملات سے محروم ہو گیا۔ دور جنگلوں میں جانوروں، وحشیوں میں زندگی بسر کرتا تھا۔

محبوبانِ خدا کے ادب و احترام میں نجات:

اس مضمون کو یہاں ختم کر کے، مزید بیانات کتاب ”بے ادب بے نصیب“ کے مطالعہ کیلئے چھوڑ کر، چند ادب و احترام کی باتیں عرض کر دوں۔ ممکن ہے کسی خوش نصیب کو فقیر کی باتیں پسند آجائیں اور وہ محبوبانِ خدا کے ادب و احترام کی دولت سے نوازا جائے تو اس کا بیڑا بھی پار اور میرا بھی۔

ارشادِ خداوندی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا
وَالَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا
تَشْعُرُونَ۔ (پ ۲۶ سورہ حجرات آیت نمبر ۲)

اے ایمان والو! خبردار اپنی آوازوں کو نبی علیہ السلام کی آواز سے اونچا مت کرو، ورنہ تمہارے تمام نیک اعمال اکارت جائیں گے اور تمہیں خبر بھی نہ ہونے پائے گی۔

ف: صرف اونچی آواز پر ایسی سخت وعید کہ جس سے نجات کی امید بھی ختم۔ اس کی تفصیل فقیر کی کتاب ”با ادب بانصیب“ میں ہے۔

ارشادِ نبوی:

ابن عسا کرنے حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک بال ہاتھ میں پکڑے ہوئے فرما رہے ہیں کہ جس نے میری ایک بال کی بھی بے ادبی کی تو جنت اس پر حرام ہے۔

نبی کی شان اللہ جانے یا اصحابی:

ایک صحابی تھے ثابت بن قیس، جن کی قدرتی طور پر آواز اونچی تھی۔ وہ ڈر کے مارے گھر میں بند ہو کر بیٹھ رہے۔ مباد اور بار رسول میں کہیں آواز بلند نہ ہو جائے اور مسلمانوں کی جماعت سے نام ہی خارج ہو جائے۔ حضور علیہ السلام نے اس صحابی کو بلوا کر اس کا ڈر دور کیا کہ اس صورت میں قدرتی مجبوری ہے کہ تمہاری آواز بلند ہے، خدا تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے اور بلا وجہ پکڑ نہیں کرتا۔

حدیثِ رسول کا ادب:

محدث حافظ عبدالرحمن بن مہدی (متوفی ۱۹۸ھ) جب حدیث پڑھتے تو سننے والوں اور دیگر حاضرین مجلس کو خاموش رہنے کا حکم دیتے اور فرماتے کہ آیت شریف لَا تَرْفَعُوا..... کا مطلب یہ بھی ہے کہ حدیث شریف کی قرأت کے وقت سکوت اختیار کیا جائے جیسا کہ حضور ﷺ کی حیات شریف میں آپ کے قول مبارک کے سنتے وقت واجب تھا۔ حدیث کا ادب از صحابہ و تابعین اور علمائے محدثین و فقہاء مفسرین رضی اللہ عنہم کے تفصیلی واقعات فقیر کی کتاب ”با ادب بانصیب“ میں پڑھئے۔

عقیدت کی جان:

حضرت سہیل تستری فرماتے ہیں جو شخص ہر حال میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ولی اور مالک نہ جانے اور اپنے نفس کو اپنی ہی ملک نہ سمجھے وہ سنت کا مزہ نہیں چکھ سکتا۔

امام المؤمنین کا ادب:

حضور علیہ السلام کے پردہ فرمانے کے بعد کی بات ہے کہ جب کبھی مسجد نبوی کے گرد کسی مکان میں میخ وغیرہ ٹھونکی جاتی تو اس کی آواز سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فوراً کہلا بھیجتیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ دو۔
(شفاء السقام ص ۱۷۳، زرقانی ج ۸ ص ۳۰۴، مواہب وغیرہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ادب:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے گھر کے دونوں کواڑ مدینہ منورہ سے باہر مناصع کے مقام پر تیار کروائے، تاکہ ان پر کام کرنے سے اوزاروں کی آواز مسجد نبوی میں نہ جائے اور اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ پہنچے۔
(وفاء الوفاء، شفاء السقام ص ۱۷۳ مصر)

علمائے ربانی کا فرمان:

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ”شفا شریف“ میں فرماتے ہیں: وہ تمام چیزیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہے، ان کی تعظیم و تکریم کرنا، حرمین شریفین میں

آپ کے مشاہد و مساکن کی تعظیم کرنا، اور آپ کے منازل اور وہ چیزیں جن کو آپ کے دست مبارک یا کسی اور عضو نے چھوا یا آپ کے نام مبارک سے پکاری جاتی ہوں ان سب کا اکرام کرنا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی تعظیم و تکریم میں شامل ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر عمل کرتے رہے ہیں۔ چند واقعات ملاحظہ ہوں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیاری ادا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حجام آپ کے سر مبارک کے بال کاٹ رہا تھا اور صحابہ کرام گردا گرد حلقہ باندھے تمنا کر رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جو بال مبارک گرے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں آجائے۔ (رواہ مسلم)

وضو کا پانی اور صحابہ کا عشق:

جب آپ وضو فرماتے تھے تو آپ کے صحابہ پانی کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے اور تبرک اٹھالیتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ شیشی میں لے لیا جاتا تھا۔ حضرت انس بن مالک کی وصیت کے مطابق وہ کا فور و صندل جو مردوں کو لگایا جاتا ہے اور جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ ملا ہوا تھا، آپ کی وفات کے بعد آپ کے جسم پر ملا گیا۔

(رواہ البخاری)

سیف اللہ خالد کا عقیدہ:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں حضور کے موئے مبارک تھے۔ وہ ٹوپی کسی جنگ میں گر گئی تو انہوں نے مڑ کر سخت حملہ کیا اور خاصے جانی نقصان کے بعد دوبارہ وہ ٹوپی حاصل کر لی۔ ان کا یقین تھا کہ ان بالوں کی برکت سے انہیں جنگوں میں فتح حاصل ہوتی ہے۔ (فتوحات واقدی)

فائدہ:

حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی فتوحات اسلامیہ ضرب المثل ہیں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ یہ فتوحات میرا ذاتی کارنامہ نہیں بلکہ یہ تمام برکتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کی ہیں۔

شفائے امراض:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اونی جبہ کسروانی جس کی جیب اور دونوں چاکوں پر دیا کی سنجاف تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضرت اسماء نے لے لیا۔ آپ فرماتی ہیں کہ اس جبہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنا کرتے تھے، ہم اسے دھو کر بغرض شفا بیماروں کو پلاتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

عقیدت ہو تو ایسی ہو:

حضرت کعب بن زہیر ایمان لائے تو انہوں نے ایک قصیدہ ”بانت سعاد“ پڑھا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی چادر میں ڈھانک دیا۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ اس چادر کو خلفاء عمیدین میں اوڑھتے رہے۔

تیری بیٹھک پہ قربان:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے دیکھا کہ منبر مدینہ میں جو جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی تھی اسے ہاتھ سے مس کیا اور پھر اس ہاتھ کو اپنے منہ پر مل لیا۔ (شفاء شریف طبقات ابن سعد)

تیرا الحاف پیارا:

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو انہیں معلوم ہوا کہ ایک صحابی کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا الحاف ہے۔ چنانچہ انہوں نے وہ منگوا بھیجا جب آیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اس سے اپنے چہرے کو ملنے لگے۔ (تاریخ صغیر للبخاری)

فائدہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو تمام مذاہب عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ روافض بھی آپ کے عدل و انصاف اور پابندی شرع کے قائل ہیں۔ وہابی دئیوبندی آپ کو مجدد مانتے ہیں۔

چار پائی کی قیمت:

ساگوان کے درخت سے ایک چار پائی بنوائی گئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس پر سویا کرتے تھے۔ جب آپ کی وفات شریف ہوئی تو آپ کو اسی چار پائی پر رکھا گیا۔ پھر بعد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی وفات پانے پر اس پر رکھا گیا۔ بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے پر اس پر رکھا گیا۔ بعد ازاں لوگ اپنے

انگریزی ہونے کا ثبوت

مکتبہ اویسیہ رضویہ
سیرانی مسجد بہاول پور
0300-6843281-0333-8173630

گلشنی دروازہ

اویسی بک بیٹل

کالج اورنگی

90

تبلیغی جماعت کے کارنامے

مکتبہ اویسیہ رضویہ
سیرانی مسجد بہاول پور
0300-6843281-0333-8173630

رفع یدین

مکتبہ اویسیہ رضویہ
سیرانی مسجد بہاول پور
0300-6843281-0333-8173630

بلی کے خواب میں چھپھڑے // غم ٹال وظیفے

پیشوا عالم
بہاول پور

فوت ہونے والوں کو بطور تبرک اسی پر رکھا کرتے تھے۔ عہد بنو امیہ میں یہ چار پائی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے چھوڑے ہوئے مال میں سے فروخت ہوئی۔ عبداللہ بن اسحاق نے اس کے تختوں کو چار ہزار درہم میں خرید لیا۔

ف: یہ تھی اسلاف رحمہم اللہ کی عقیدت اب فیصلہ ناظرین پر چھوڑتا ہوں کہ عقیدہ صحابیوں والا چاہئے یا وہابیوں والا۔ (اختیار بدست مختار)

پرائیویٹ سیکرٹری:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا سیکرٹری حاضر ہوا تو آپ نے اسے فرمایا کہ تیرا باپ کافر تھا، اسی لئے تو میرے کام کا نہیں۔ اس نے کہا: کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا باپ کافر نہ تھا۔ (معاذ اللہ) آپ نے اسے نوکری سے علیحدہ کر دیا اور آرڈر جاری کر دیا کہ اسے کسی بھی محکمے میں ملازمت نہیں ملنی چاہئے، اس لئے کہ اس نے حضور علیہ السلام کی بے ادبی و گستاخی کی ہے۔

فائدہ:

اس سے بے ادبی تو ہوئی مگر ارادہ نہ تھا اس کے باوجود عمر ثانی نے عذر قبول نہ کیا۔

منشی معزول:

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سامنے سلیمان بن سعد نے (جو آپ کا منشی تھا) نے کہا کہ حضرت کے والدین کافر تھے۔ عمر بن عبدالعزیز بہت غضبناک ہوئے اور اسے موقوف کر دیا۔ (ارشاد ص ۳)

فائدہ:

بتائیے حضرت عمر بن عبدالعزیز منشی پر غضبناک ہوئے تو نوکری سے علیحدہ کر دیا۔ اگرچہ وہ بہت بڑے عہدہ پر فائز تھا۔ اگر کل قیامت میں اللہ نے گستاخان نبوت و ولایت کو جمیع مراتب ایمانی سے فارغ کر کے جہنم میں بھیج دیا تو پھر کیا کرو گے۔ اسی لئے یہاں دنیا میں ہی اس مسئلہ کے متعلق سوچ بچار کر لیجئے۔ اگر دماغ میں اثباتی دلائل نہیں سما سکتے تو کم از کم کف لسان کیجئے، ورنہ زبان درازی سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

۲۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ صرف والدین بلکہ جمیع آباء تا آدم علیہ السلام اور جملہ امہات تا حوا اہل ایمان بلکہ ان میں بعض انبیاء، بعض اولیاء، ورنہ کم از کم مومن ضرور تھے۔ اس کی تفصیل فقیر کی کتاب ”ابوین مصطفیٰ“ میں پڑھیں۔

گستاخانِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مشاجراتِ صحابہ (رضی اللہ عنہم)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

مقدمہ:

آج کل بعض لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجرات (اختلافات) کو اپنے اوپر قیاس کر کے ان پر بدگمانی یا طعن و تشنیع کر کے اپنا انجام خراب کرتے ہیں۔ فقیر ان سطور میں ان کے مشاجرات کی حقیقت اور ان پر بدگمانی کے اسباب کا ازالہ کرنا چاہتا ہے۔ ممکن ہے کسی خوش قسمت کو فقیر کی بات سمجھ آ جائے تو اس کی شقاوت، سعادت سے بدل جائے۔ ورنہ اس کی صحابہ کرام پر طعن و تشنیع یا بدگوئی نہ صحابہ کرام کے مراتب میں کمی کرے گی اور نہ ان کا کچھ بگڑے گا۔ انجام برباد ہوگا تو اس کا جس نے ان کو برا بھلا کہا یا ان سے بدگمان ہوا۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ

آیت قرآن:

وَ اِنْ طَآئِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَقْتَتَلُوْا فَاصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ مَّ بَغَتْ اِحْدَهُمَا عَلٰی الْاٰخِرٰی فَقَاتِلُوْا الَّتِیْ تَبِیْعٰی حَتّٰی تَفِیْءَ اِلٰی اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَاَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسَطُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۔

(پ ۲۶ سورہ حجرات آیت نمبر ۹)

ترجمہ: اگر اہل ایمان کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کروادیا کرو، پھر بھی کوئی ان میں سے دوسرے گروہ کے خلاف بغاوت کرے تو جس نے بغاوت کی

ہو اس کے خلاف لڑتے رہتا آنکہ وہ خدا کے حکم کے سامنے جھک جائے جب وہ جھک جائے تو انصاف کے ساتھ ان کے مابین صلح کرادو۔ اللہ تعالیٰ بے لاگ رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

ف: اسی آیت مبارکہ کی روشنی میں مثلاً حضرت بی بی عائشہ اور حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے مابین جنگ ہوئی۔ اس وقت صحابہ کرام کے تین گروہ ہو گئے۔ پہلا گروہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا یہ حضرات ان سے خلافت کی بیعت کر چکے تھے اور انہیں مفترض الطاعہ جانتے تھے۔ ان میں بنو ہاشم تھے سوائے سیدنا عقیل رضی اللہ عنہ اور بعض انصار مثلاً سیدنا قیس بن سعد، سیدنا جابر بن عبد اللہ اور بعض مہاجر مثلاً سیدنا عمار و سیدنا مقداد وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ان حضرات کے نزدیک سیدنا امیر معاویہ باغی تھے اور ان سے قتال واجب تھا۔

دوسرا گروہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا تھا ان میں سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزند سیدنا عبد اللہ تھے۔ نیز حضرت ابوالاعور ذکوانی، حضرت عبد اللہ بن کریز، حضرت عبد الرحمن بن سحرہ اور رافع بن خدیج انصاری (وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ان کے نزدیک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت غیر آئینی تھی کیونکہ اُسے قاتلان عثمان نے برپا کیا تھا اور وہی حضرت علی کی حکومت کے کرتا دھرتا بنے ہوئے تھے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ گروہ باغیوں کا تھا جنہوں نے اُمت کے متفق علیہ امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبول ترین خلیفہ کے خلاف عذر کر کے آپ کو ظماً شہید کیا اور اُمت میں فتنہ و فساد کا دروازہ کھلا لہذا ان سے قتال واجب

تھا اور اُمت کی خیر خواہی اسی میں تھی کہ ان کا قلع قمع کر دیا جائے پھر خلافت کا معاملہ طے ہو۔ یہی بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کا موقف تھا۔

۳۔ ان کے مقابلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جم غفیر تھا جو اس خانہ جنگی میں حصہ لینے پر کسی طرح تیار نہ ہوا۔ ان میں زیادہ تر حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زیر نگیں علاقے میں تھے انہوں نے آپ سے خلافت کی بیعت نہیں کی تھی لیکن بالفعل حاکم آپ ہی کو تسلیم کرتے تھے۔ ان کا موقف تھا کہ خوش اسلوبی کے ساتھ اجماع کے ذریعہ اس بیعت کی تکمیل ہونی چاہیے۔ یہ سب حضرات اس پر بھی متفق تھے کہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لیا جانا چاہیے۔ چنانچہ یہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے موقف کی بھی تائید میں تھے۔ یہ چاہتے تھے کہ جنگ بند ہو اور پُر امن ماحول میں جماعت ان مسائل کا خاطر خواہ فیصلہ کرے۔ گویا ان حضرات کے نزدیک دونوں بزرگوار حق پر تھے۔ دونوں کا موقف صحیح تھا لیکن تلوار اٹھا کر دونوں نے غلط طریقہ کار اختیار کیا۔

جنگ صفین میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے قرآن مجید بلند کیا گیا تو فریقین نے جنگ بند کر دی اور ثالثی نامہ ہو گیا۔ ثالثوں نے بھی وہی فیصلہ کیا جو غیر جانب دار طبقہ شروع سے کہتا چلا آ رہا تھا کہ صحابہ کرام کے عام اجتماع میں یہ مسئلہ طے کیا جائے۔ اس اجلاس میں کوئی غیر صحابی شریک نہ ہو۔ چنانچہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے ثالثوں کا یہ فیصلہ نقل کیا ہے کہ:

”معاملہ ان لوگوں کے سپرد کر دیا جائے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

راضی ہو گئے۔ (العواصم من القواصم مولفہ امام ابو بکر بن العربی ص ۱۷۸، طبع مصر)

خارجیوں کی شرارت:

یہ اجتماع ابھی نہیں ہوا تھا کہ ایک خارجی نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کر دیا اور پھر عراقیوں نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان کیا جنہوں نے بغیر کسی قسم کی جنگ کے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے بیعت کر لی۔ (صحیح بخاری، کتاب الصلح)

اس صلح نامے میں منجملہ دوسری شرطوں کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو مسلمان امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے لڑے تھے، ان کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہ کی جائے۔ چنانچہ ایسی کارروائی نہیں کی گئی اور سب مسلمان شیر و شکر ہو گئے مگر قاتلان حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو چن چن کر قتل کیا گیا اور اس پر کسی طرف سے احتجاج نہیں ہوا، کیونکہ یہ تمام صحابہ کی عین مرضی تھی۔

حضرت علی و معاویہ شیر و شکر:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کوئی اعتراض نہیں تھا بلکہ انہیں اعتراض تھا کہ اپنی شخصیت کی بناء پر ان کی حیثیت اپنے پیش رو خلفاء ہی کی تھی لیکن قاتلان حضرت عثمان کی معیت نے ان کی وہ شخصیت نہ رہنے دی۔ وہ فرماتے ہیں جیسا کہ ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ نے لکھا ہے:

أَمَّا بَعْدُ فَلَعُمْرِي لَوْ بَايَعْتُكَ أُنِي جَانُكَ قِسْمٌ هِيَ، أَلَا جَنَّ لَوْ كُنْتُمْ

القَوْمَ الَّذِينَ بَايَعُوكَ وَأَنْتَ
بَرِيٌّ مِنْ دَمِ عُمَانَ كُنْتَ كَأَبِي
بَكْرٍ وَعُمَرَوُ وَعُمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
آپ سے بیعت کی ہے انہوں نے اس
حال میں یہ بیعت کی ہوتی تو آپ پر خون
عثمان کا الزام نہ ہوتا تو آپ کی حیثیت
وہی ہوتی جو حضرت ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی تھی۔

ف: ان دونوں متحارب فریقوں کے مابین امیر المؤمنین سیدنا حسن رضی اللہ عنہ
نے صلح کر کے خود ہی فیصلہ کر دیا کہ دونوں حق پر تھے اور ان کی جنگیں اجتہادی غلطی
کے سبب برپا ہوئیں۔

چنانچہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ:

وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ كَانَ الصَّوَابُ
أَنْ لَا يَكُونَ قِتَالٌ وَكَانَ تَرْكُ
الْقِتَالِ خَيْرًا فَلَيْسَ فِي الْاِقْتِتَالِ
صَوَابٌ وَلَكِنْ عَلَيَّ كَانَتْ أَقْرَبُ
إِلَى الْحَقِّ مِنْ مَّعَاوِيَةَ وَالْقِتَالِ قِتَالٌ
فِتْنَةٌ لَيْسَ بِوَاجِبٍ وَلَا مُسْتَحَبُّ
وَكَانَ تَرْكُ الْقِتَالِ خَيْرًا الطَّالِفِينَ
مَعَ أَنْ عَلِيًّا كَانَ أَوْلَى بِالْحَقِّ
هَذَا قَوْلُ أَحْمَدَ وَكَثَرُ أَهْلِ
الْحَدِيثِ أَكْثَرُ أَيْمَةِ الْفُقَهَاءِ وَهُوَ
اور ان میں (یعنی علماء امت میں) وہ ہیں
جو کہتے ہیں، بہتر یہ تھا کہ جنگ نہ ہو اور
مناسب تھا کہ لڑائی سے باز رہتے کیونکہ
لڑائی میں کوئی بھلائی نہیں لیکن حضرت معاویہ
کے مقابلے میں حضرت علی حق کے زیادہ قریب
تھے اور جو لڑائی ہوئی وہ فتنہ کی بات تھی،
جونہ واجب ہے اور نہ مستحب بلکہ دونوں
کیلئے بہتر تھا کہ جنگ نہ کریں اگرچہ حق حضرت علی
کے زیادہ قریب تھا۔ یہ ہے قول امام احمد کا
اور اکثر محدثین اور اکثر آئمہ فقہاء کا اور

قَوْلُ أَكْبَرِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ
 لَهُمْ بِإِحْسَانٍ وَهُوَ قَوْلُ عِمْرَانَ بْنِ
 حَصِينٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
 وَكَانَ يَنْهَى عَنْ بَيْعِ السَّلَاحِ
 ذَلِكَ الْقِتَالُ وَيَقُولُ هُوَ بَيْعُ
 السَّلَاحِ فِي الْفِتْنَةِ وَهُوَ قَوْلُ
 أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ
 مُسْلِمَةَ وَإِبْنِ عُمَرَ وَسَعْدِ بْنِ
 وَقَاصٍ وَأَكْثَرُ مَنْ بَقِيَ مِنَ السَّابِقِينَ
 الْأَوَّلِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ

یہی قول ہے اکابر صحابہ کا اور یہی قول ہے
 سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا۔ وہ
 اس جنگ میں ہتھیاروں کی خرید و فروخت
 سے روکتے تھے اور فرمایا کرتے تھے یہ
 بیعِ فتنہ انگیز ہوگی۔ اور یہی قول ہے حضرت اسامہ
 بن زید کا، محمد بن مسلمہ کا، ابن عمر کا اور
 سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کا اور اکثر ان حضرات
 کا جو قدیم مہاجرین و انصار میں سے اس
 وقت موجود تھے اللہ تعالیٰ ان سب سے
 راضی ہو۔ (منہاج النبوة ص ۲۲۰، ۲۱۹، جلد ۲)

دونوں گروہ برحق:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس جم غفیر کا یہ موقف ہو نہیں سکتا تھا اگر وہ
 دونوں کو حق پر نہ سمجھتے، اسی لئے انہوں نے ان کے مابین فریق بننے سے گریز کیا اور
 چاہا کہ جنگ کی بجائے باہم گفت و شنید کے ذریعہ تصفیہ کریں۔ اگر انہوں نے ایک
 فریق کو حق پر اور دوسرے کو باطل پر جانا ہوتا تو حسب فرمان الہی ان کا فرض تھا کہ باغی
 فرقے سے قتال کریں۔ اس قتال سے احتراز ایسی کھلی ہوئی اور عملی دلیل ہے کہ ہر
 صاحب ایمان و انصاف اسے تسلیم کرے گا، کیونکہ یہ موقف ان ہم عصر حضرات کا تھا
 جو ہر چیز کے عینی گواہ تھے۔ بعد کے جانبدار مؤرخ اور فتنہ پرداز راویوں کے مقابلے

میں ہم اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ان گواہوں کے موقف ہی کو صحیح سمجھنے پر مجبور ہیں کہ مستحق خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا موقف بھی درست تھا۔

انتباہ:

مسعودی جیسے افتراء پرداز اور فتنہ انگیز مورخوں نے یہ فضاء قائم کرنے کی کوشش کی ہے کہ ثالثوں کے فیصلے کے نتیجے میں جب جنگ بند ہوگئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافت کا دعویٰ کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زیر نگیں علاقوں پر چھاپے مارنے شروع کر دیئے جس کے نتیجے میں یمن و حجاز وغیرہ علاقوں میں زبردستی انہوں نے اپنی بیعت لے لی۔ چنانچہ وہ کہتا ہے (مروج الذهب جلد ۲، ص ۴۲۱)

وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ عَلِيٍّ وَمُعَاوِيَةَ مِنَ
الْحَرْبِ إِلَّا مَا وَصَفْنَا بِصَفِينِ
وَكَانَ مُعَاوِيَةَ فِي بَقِيَّةِ أَيَّامِ عَلِيٍّ
يُبْعَثُ سِوَايَا تَغْيِيرٌ وَكَذَلِكَ عَلِيٌّ
كَانَ يُبْعَثُ مَنْ يَمْنَعُ سِوَايَا مُعَاوِيَةَ
مِنْ أَذِيَةِ النَّاسِ۔

حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان کوئی لڑائی نہیں ہوئی، سوائے صفین کے جس کا حال ہم بیان کر چکے۔ حضرت ابنتہ علی کے باقی دنوں میں حضرت معاویہ اپنی فوجیں غارت گری کیلئے بھیجا کرتے تھے اور اسی طرح حضرت علی کبھی اپنی فوجیں بھیج دیا کرتے تھے تاکہ حضرت معاویہ کے

لشکروں کے ہاتھوں لوگوں کو اذیت نہ پہنچے

لیکن نہ خود اس شخص نے اور نہ کسی دوسرے مورخ نے کوئی ایسا واقعہ لکھا

جس سے دونوں کی فوجوں کا تصادم ثابت ہوتا ہو۔ سیدنا بسر بن ابی ارطاة رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں غارت گری کے خیالی واقعات تو لکھے ہیں لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فوج

سے تصادم کا ایک واقعہ بھی نہیں لکھا۔

صورت حال یہ تھی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زیر نگیں علاقوں میں نظم و نسق اطمینان بخش نہ تھا اور فتنہ پرداز لوگ طرح طرح کے فتنے اٹھاتے رہتے تھے۔ خود مسعودی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ایک قول لکھتا ہے: (مروج الذهب جلد ۲، ص ۴۱۴)

وَقَدْ زَعَمْتُ قُرَيْشُ أَنَّ ابْنَ أَبِي طَالِبٍ شُجَاعٌ وَلَكِنْ لَا عِلْمَ لَهُ بِالْحُرُوبِ تَرِبَتْ أَيْدِيهِمْ وَهَلُ فِيهِمْ أَشَدُّ مَرَأَسًا لَهَا مَنِي لَقَدْ فَهَفْتُ فِيهَا وَمَا بَلَغْتُ الْعِشْرِينَ وَهَذَا إِذَا قَدْ رِبْتُ عَلَى نَيْفٍ وَسِتِّينَ وَلَا لَكِنْ لَأَدَى لِمَنْ لَا يُطَاعُ۔ (مروج الذهب جلد ۲، ص ۴۱۴)

قریش کا گمان ہے کہ ابوطالب کا بیٹا بہادر تو ہے لیکن فنون جنگ سے واقف نہیں۔ خاک پڑے ان کے ہاتھوں پر ان میں کوئی ہے جو مجھ سے زیادہ اس کا ماہر ہو، میں نے تو لڑنا اس وقت شروع کیا جب میں بیس برس کا بھی نہ تھا اور اب میں ساٹھ برس کی لپیٹ میں ہوں، لیکن اس کی رائے کیا جس کی اطاعت نہ کی جائے۔

اس سے زیادہ صراحت کے ساتھ ملاحظہ ہو۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ الْأَرَقَمِ قَالَ خَطَبْنَا عَلِيًّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ بِنْتُ أَنَّ بَسْرًا قَدْ طَلَعَ الْيَمَنُ وَإِنِّي وَاللَّهِ لَا أَحْسِبُ أَنَّ هَوْلَاءِ سَيَظْهَرُونَ عَلَيْكُمْ۔ وَمَا يَظْهَرُونَ عَلَيْكُمْ إِلَّا

زبیر بن ارقم سے مروی ہے وہ کہتے ہیں ایک جمعہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خطبے میں فرمایا مجھے بتایا گیا ہے کہ بسر رضی اللہ عنہ اب یمن میں آگئے اور میں بخدا یہ خیال کرتا ہوں کہ یہ لوگ تم پر غالب آجائیں گے اور یہ غالب

بِعِصْيَانِكُمْ إِمَامِكُمْ وَطَاعَتِهِمْ
 إِمَامِهِمْ وَبُخْتَانَتِكُمْ وَأَفْسَادِكُمْ
 فِي أَرْضِكُمْ وَأَصْلَاحِهِمْ۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸، ص ۲۰،
 العواصم ص ۱۸۳)

اصلاح کرتے ہیں۔

یہ صورت حال تھی جس کے سبب یمن و حجاز وغیرہ علاقوں کے وفود سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور استدعاء کی کہ مصر کی طرح ان علاقوں کو بھی آپ اپنی نگرانی میں لے لیں۔ چنانچہ بغیر کسی ادنیٰ فوجی تصادم کے یہ سب علاقے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے تحت چلے گئے اور بہت تھوڑا رقبہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس رہ گیا لیکن یہ فتوحات نہیں تھیں بلکہ بالمشی نامے کے تحت طرفین کو یہ حق دیا گیا تھا کہ کامل امن و امان کے ساتھ طرفین کے آدمی ایک دوسرے کے علاقے میں آئیں جائیں اور دونوں فریق اپنے اپنے حق میں رائے عامہ درست کریں۔ چنانچہ دونوں کے نمائندے جاتے تھے مگر نتیجہ سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں نکلتا تھا۔ سیدنا بصر رضی اللہ عنہ دمشق سے یمن گئے وہاں سے مدینہ طیبہ آئے پھر مکہ معظمہ گئے اور پھر وہاں سے دمشق کو واپس ہو گئے۔ ان علاقوں کے باشندوں نے خوش دلی کے ساتھ آپ کی پذیرائی کی اور عالم اسلام کے امن عامہ میں قطعاً کوئی اختلاف کی صورت پیدا نہیں ہوئی۔

ازالہ وہم:

لوگوں نے یہ بالکل غلط اور خلاف واقعہ خیال قائم کیا ہے کہ ان علاقوں میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بیعت لی گئی۔ اس تصور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی انتہائی بے حرمتی ہے، جن حضرات نے ایک آئینی سقم کی بناء پر سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت نہیں کی تھی، وہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کیونکر بیعت کر سکتے تھے اور نہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس درجہ سیاست سے نابلد تھے کہ ثالثی نامے کی خلاف ورزی کر کے اپنا موقف کمزور بنالیں۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کامیابی کا راز ہی یہ ہے کہ آپ نے کوئی تخریبی قدم نہیں اٹھایا۔ اسی لئے رائے عامہ آپ کی طرف ڈھلتی چلی گئی۔

ایک بہتان کا ازالہ:

سیدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے متعلق سیدنا بسر رضی اللہ عنہ کی تعدی اور اہل مدینہ کی جبری بیعت کا بیان سبائیہ کے مفتریات میں سے ہے۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں نہ سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافت کا دعویٰ کیا اور نہ کر سکتے تھے۔ انہوں نے ان علاقوں میں ہرگز اپنی خلافت کی بیعت نہیں لی اور نہ لے سکتے تھے۔ اگر ایسا کرتے تو اس غیر جانب دار طبقے کی تمام ہمدردیاں کھودیتے جو ان کے مطالبے کو صحیح جاننے کے سبب ان سے قتال پر تیار نہیں ہو اور اسی طبقے کی کوشش سے فریقین کے مابین جنگ بند ہوئی۔ معمولی عقل کی بات ہے کہ اگر استحقاق خلافت کا سوال ہوتا تو جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے قابعین سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ترجیح نہیں دے سکتے تھے اور نہ انہوں نے دی۔

نزاع خلافت کے بارے میں نہیں تھا، نزاع تھا قصاص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اور یہ قاتلان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے جن کے سبب سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی آئینی حیثیت زیر بحث آئی۔ اس وقت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا کوئی سوال نہ تھا اور اگر ہوتا تو اُسے تسلیم کون کرتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جبر کے سامنے سر جھکانے والے نہ تھے۔ وہ اس اُمت کے پیش رو تھے جو بے سرو سامانی کے باوجود جبر کے سامنے خم ٹھونک کر کھڑے ہو جاتے تھے۔

اس لئے ماننا پڑے گا کہ ان کے مشاجرات اور جھگڑے مبنی پر مصلحات تھے اگر کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے متعلق کوئی بات سمجھ نہ آئے تو خوارج و روافض اور مودودی کی طرح بدگمانی کے بجائے نیک مقصد پر محمول کریں ورنہ مارے جاؤ گے۔

شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بغض کا عذاب:

ابن ابی الدنیا نے بسند عبد الملک بن عمیر اور ابی الخضیب بشیر سے روایت کیا ہے کہ میں مدائن میں تھا ایک میت پر داخل ہوا اس کے پیٹ پر ایک کچی اینٹ دھری تھی ہم اسی حال میں تھے کہ اچانک وہ اچھلا اور اس کے پیٹ پر سے وہ اینٹ گر گئی۔ اور وہ ہائے ہائے اور شور پکارنے لگا۔ جب اس کے اصحاب نے یہ دیکھا تو وہ اس سے ہٹ گئے تو میں اس کے نزدیک ہوا اور میں نے اس سے کہا کہ تو نے کیا دیکھا اور تیرا کیا حال ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں اہل کوفہ کی صحبت میں رہا ہوں۔ تو انہوں نے مجھ کو اپنی اس رائے میں داخل کر لیا تھا کہ میں حضرت ابی بکر الصدیق اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کو برا کہوں اور ان سے بیزار رہوں۔ تو میں نے کہا کہ تو اللہ سے بخشش چاہ اور پھر

ایسا نہ کرنا۔ اس نے جواب دیا کہ وہ اب مجھ کو نفع نہ دے گی۔ اور مجھ کو تو میرے داخل ہونے کی جگہ آگ بھی دکھادی گئی ہے پھر مجھ سے کہا گیا ہے جا تھوڑی دیر کے لئے اپنے اصحاب کی طرف جا اور ان سے اس امر کو بیان کر جو تو نے دیکھا ہے پھر تو اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹ آ۔ اس پر لوگوں نے اس کام سے توبہ کی۔

فائدہ: بعض اوقات عبرت کے لئے ایسے عذاب دنیا میں دکھائے جاتے ہیں تاکہ اہل دنیا کو توبہ نصیب ہو۔ اور شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ بغض و عداوت رکھنے والوں اور ایسے ہی تمام دشمنان صحابہ و اولیاء کا یہی حال ہے اور یہ فیصلہ اٹل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحابہ کرام و اہل بیت عظام اور اولیاء کرام کے ادب کی توفیق بخشے۔ آمین!

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

مروی ہے کہ ایک دن حضرت صدیق رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر مسکرائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وجہ پوچھی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) آپ کو مبارک ہو، مجھ سے حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک علی المرتضیٰ کسی کو پل صراط سے گزرنے کی اجازت نہ دے گا تب تک وہ پل صراط سے گزرنہ سکے گا۔ اس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسکرا دیئے اور فرمایا: اے خلیفۃ المسلمین! آپ کو بھی مبارک ہو کیونکہ مجھے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے علی رضی اللہ عنہ تم اس شخص کو پل صراط کی راہداری ہرگز نہ دینا جس کے دل میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عداوت و بغض ہو۔ بلکہ اسے راہداری دینا جو ابو بکر سے محبت و عقیدت رکھتا ہو۔ (نزہۃ المجالس ص ۳۰۶)

فوائد: (۱) خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم آپس میں شیر و شکر تھے۔ روافض غلط پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ (معاذ اللہ) وہ ایک دوسرے کے مخالف تھے۔

(۲) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عقیدت و محبت تب فائدہ دے گی، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دوستوں سے پیار ہو، اگر ان کے دوستوں سے بغض و عناد ہو تو پھر نہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی منہ لگائیں گے اور نہ ہی نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حق چار یار:

ایک روز حضور نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ دائیں جانب ابو بکر بائیں جانب عمر آگے علی پیچھے عثمان (رضی اللہ عنہم) حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو۔ سن لو، ہم جنت میں یونہی داخل ہونگے، جو ہم میں ذرا سی تفریق ڈالے اُس پر خدا کی مار ہو۔ (نزہۃ المجالس ج ۳ ص ۳۶۲)

فوائد: (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی بخشش کی ہر وقت فکر رہتی تھی، اسی لئے یہ منظر دکھا کر امت کو سمجھایا کہ اگر ہم میں کسی نے تفریق کا سوچا تو پھر سیدھا جہنم جائے گا۔

(۲) عملی طور پر پنجتن پاک کا معنی بھی سمجھا دیا۔ اگرچہ ہم دوسرے معنی (حضور علیہ السلام، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم) کے بھی قائل ہیں لیکن مذکورہ بالا معنی بھی خوب ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دشمن بندر:

عازف باللہ شیخ ابن الزغب یمنی رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ ہمیشہ اپنے وطن سے سفر کر کے پہلے حج کرتے، پھر زیارت روضہ اقدس کے لیے حاضری کے وقت والہانہ اشعار و قصیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی شان میں لکھ کر روضہ اقدس کے سامنے پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حسب عادت قصدہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو ایک رافضی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ آج میری دعوت قبول کیجئے۔ حضرت شیخ نے دعوت قبول فرمائی۔ آپ کو اُس کا حال معلوم نہ تھا کہ یہ رافضی شیخین کی مدح سے ناراض ہے۔ آپ حسب وعدہ اُس کے مکان پر تشریف لے گئے، مکان میں داخل ہوتے ہی اس نے دو حبشی غلاموں کو اشارہ کیا اور وہ دونوں اس ولی اللہ کو لپٹ گئے اور آپکی زبان مبارک کاٹ ڈالی، اس کے بعد اس کنبخت رافضی نے کہا یہ زبان حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پاس لے جاؤ جن کی تم مدح کرتے ہو، وہ اُسے جوڑ دیں گئے۔

شیخ موصوف کئی ہوئی زبان ہاتھ میں لئے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑے اور مواجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا واقعہ ذکر کیا اور روئے۔ جب رات ہوئی تو خواب میں حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپکے ساتھ صاحبین رضی اللہ عنہما بھی اس واقعہ سے غمگین تھے۔ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ کے ہاتھ میں کئی ہوئی زبان اپنے دست مبارک میں لی اور شیخ کو قریب کر کے زبان انکے منہ میں اپنی جگہ پر رکھ دی۔

یہ خواب دیکھ کر شیخ بیدار ہوئے تو دیکھتے ہیں کہ زبان بالکل صحیح و سالم اپنی جگہ پر لگی ہوئی ہے۔ یہ معجزہ پا کر واپس گھر چلے گئے۔ سال آئندہ پھر حج کے بعد مدینہ طیبہ

حاضر ہوئے اور حسبِ عادت قصیدہ مدحیہ روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھ کر فارغ ہوئے تو پھر ایک شخص نے دعوت کے لئے درخواست کی۔ شیخ نے پھر توکل علی اللہ قبول فرمائی اور اُس کے ساتھ تشریف لے گئے۔ مکان میں داخل ہوئے تو وہی پہلے دیکھا ہوا مکان معلوم ہوا، خدا تعالیٰ کے بھروسے پر داخل ہوئے۔ اس شخص نے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ بٹھایا اور پر تکلف کھانے پیش کئے، پھر یہ شخص شیخ کو ایک کوٹھڑی میں لے گیا۔ وہاں دیکھا ایک بندر بیٹھا ہوا ہے۔ اُس میزبان نے شیخ سے کہا آپ کو معلوم ہے یہ بندر کون ہے؟ فرمایا: نہیں۔ اس شخص نے عرض کی کہ یہ وہی شخص ہے جس نے آپکی زبان کاٹ دی تھی حق تعالیٰ نے اس کو بندر کی صورت میں مسخ کر دیا ہے۔ یہ میرا باپ ہے اور میں اس کا بیٹا ہوں۔ (نشر المحاسن للیامی)

فوائد: (۱) یہ واقعہ بعید از قیاس نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات اور آپکی امت کے اولیاء کی کرامات تا قیامت جاری رہیں گی۔

(۲) بارگاہِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نذرانہ عقیدت بصورت اشعار و قصائد پیش کرنا اسلافِ صالحین کا طریقہ و عقیدہ ہے کہ آپ ہماری ہر فریاد و استغاثہ سنتے ہیں۔

(۳) دشمنانِ صحابہ جیسے پہلے اُنکی مدح سننا گوارا نہیں کرتے تھے، اب بھی وہی کیفیت ہے۔

(۴) اسلافِ رحمہم اللہ کا عقیدہ تھا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اذن و عطاء سے ہمارے مشکل کشا ہیں، تبھی تو حضرت قتادہ صحابی کی طرح یہ ولی اللہ کئی

ہوئی زبان لے کر بارگاہِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچے اور بامراد ہوئے۔ الحمد للہ ہم اہل سنت اسی عقیدہ پر ہیں انشاء اللہ تعالیٰ تا قیامت اور قیامت میں بامراد ہوں گے۔

(۵) دشمنانِ شیخین رضی اللہ عنہما کی شکل مسخ (بندر، خنزیر میں تبدیل) ہونا لازمی ہے کبھی دنیا میں ظاہر کی جاتی ہے اور قبر میں پہنچنے پر لازم اور ضرور۔

حضرت ابو بکر و عمر کا دشمن بندر اور خنزیر:

امام مستنصر نے اپنی کتاب ”دلائل النبوة“ میں کراماتِ شیخین کے ضمن میں واقعہ بیان کیا ہے کہ تین آدمی یمن کے سفر پر روانہ ہوئے۔ تیسرا شخص کوفی تھا، وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق بڑی معیوب باتیں منسوب کرتا تھا۔ ساتھیوں نے اُسے بہت نصیحت کی مگر وہ نہ مانا۔ جب ہم یمن کے قریب پہنچے تو ایک پڑاؤ پر آرام کی خاطر سو گئے۔ جب کوچ کا وقت آیا تو ہم نے وضو کیا اور کوفی کو بھی بیدار کیا۔ بیدار ہونے کے بعد کوفی نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے۔ میرے سر ہانے کھڑے ہو کر آپ نے فرمایا۔ اے فاسق! خدا تجھے خوار کرے، تیری صورت مسخ ہو جائے، ہم نے اسے وضو کی تاکید کی۔ جب وضو کیا تو واقعی اس کے پاؤں بدلنے شروع ہو گئے اور تھوڑی دیر بعد وہ بالکل مسخ ہو کر بندر بن گیا۔ ہم نے اسے اونٹ کے پالان پر باندھ کر ساتھ لے لیا۔ جب ایک جنگل سے ہمارا گزر ہوا تو وہ رسی کو توڑا کر دوسرے بندروں کو دیکھ کر ساتھ ہو لیا۔ ہم دل میں ڈرے کہ یہ جس وقت آدمی تھا تو ہمیں تنگ کرتا تھا، اب بندر بن چکا ہے نہ جانے ہمارے ساتھ کیا کرے، ممکن ہے، میں زیادہ ستائے لیکن وہ ہمارے قریب آ کر ہمیں دیکھتا رہا اور آنسو بہاتا رہا۔ فاعتبرو

(۲) ”فتوحات مکیہ“ میں کرامات شیخین کے ذیل میں ذکر ہے کہ اولیاء کا ایک گروہ ہے..... جنہیں رجبی کہا جاتا ہے، یہ کل چالیس آدمی ہوتے ہیں، بغیر کسی کمی بیشی کے انکی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ رجب کے مہینہ کے پہلے دن ایک گونہ ثقل محسوس ہوتا ہے کہ گویا تمام آسمان وزمین اُن پر لاد دی گئی ہے۔ اُن کو رجب کے مہینہ میں کشف تام ہوتا ہے اور مغیبات پر اطلاع ہوتی ہے۔ صاحب فتوحات فرماتے ہیں: میں نے اس گروہ کے ایک فرد کو دیکھا کہ وہ شیخین سے اچھا عقیدہ نہ رکھنے والا خنزیر کی صورت میں نظر آیا کرتا تھا۔

فائدہ: بذریعہ کشف معلوم ہو جانا اولیاء اللہ کے لئے عام ہے جیسے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق مشہور ہے۔

کشف حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ:

ایک دفعہ ایک فوجی دستہ جو شام کو جا رہا تھا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے آیا اور کچھ آدمی سلامی کے لئے بارگاہِ فاروقی میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ پھر دوبارہ جب یہ گروہ خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوا تو آپ نے پھر ان سے منہ پھیر لیا، تیسری دفعہ پھر ایسا ہی ہوا۔ آگے چل کر اسی گروہ میں حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے قاتل ہوئے۔

فائدہ: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے کشف سے ثابت ہوا کہ انکو آپس میں کتنا گہرا تعلق تھا کہ ایک دوسرے کے دشمن کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔

شیخین رضی اللہ عنہما کا دشمن منافق:

ایک روز حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی شریف میں رونق افروز تھے کہ ایک شخص لنگڑاتا ہوا حاضر ہوا جس کی پنڈلیوں سے خون بہ رہا تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا: یہ کیا ہوا؟ کہا فلاں محلے کی فلاں گلی کی کتیا نے کاٹا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اور شخص پنڈلی سے خون بہاتا ہوا حاضر ہوا اور اُس نے بھی مذکورہ بالا کتیا کی شکایت کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: چلو اُسے دیکھیں، وہ باؤلی تو نہیں۔ جو نبی حضور سرور کونین شہ ثقلین صلی اللہ علیہ وسلم ہاں پہنچے تو کتیا نے آپکو دیکھتے ہی قدموں پہ لوٹنا شروع کر دیا۔ آپ نے اُس سے پوچھا کہ ان دونوں کو کیوں کاٹا تو وہ بزبان فصیح بولی کہ یہ دونوں منافق ہیں، اور یہ دونوں آپکے یارِ غار حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو گالی دے رہے تھے مجھے غصہ آیا تو میں نے انہیں کاٹا۔ آپ نے ان دونوں سے پوچھا تو انہوں نے اعتراف جرم کر کے توبہ کی۔ (جامع المعجزات ص ۱۹)

فائدہ: (۱) حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یارانِ صحبت کی پہچان جانوروں کو بھی ہے لیکن افسوس کہ انسان باشعور ہو کر لاشعور بن گیا۔

(۲) یارانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت جانوروں کو بھی ہے کہ یارانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکوہ سننا گوارا نہ ہوا لیکن افسوس کہ آجکل کا مسلمان کسی بد بخت سے یارانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح گالی سن کر بھی غیرت نہیں کرتا۔

دشمنِ شیخین کونبوی وعلوی سزا:

حرمین شریفین کا حج مبارک ادا کرنے کے لئے ایک حاجی صاحب تشریف لے گئے اور ان حاجی صاحب کے شیعہ دوست نے کہا کہ روضہ رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم پر جب آپ جائیں تو میرا سلام عرض کرنا اور یہ بھی عرض کرنا کہ حاضر ہونے کو تو جی چاہتا ہے لیکن دو دشمن آپ کے ساتھ ہیں اس لئے نہیں حاضر ہو رہا ہے۔ حاجی صاحب نے جب دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دی تو ویسے ہی عرض گزاری۔ حاجی صاحب پر اس وقت غنودگی کا عالم طاری ہوا۔ اور خواب میں دیکھا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم چہار صحابہ کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ دیکھا یہ آپ کا نام لینے والا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اجازت لے کر اٹھے، تلوار ہاتھ میں لی اور اس بستی میں پہنچ کر اس کا سر قلم کر کے بستی کے نواح میں جا کر دفن کر دیا۔ حاجی صاحب واپس آئے تو معلوم ہوا کہ عین اسی رات کو اس شخص کا قتل واقع ہوا تھا لیکن قاتل کا سراغ اور سر نہیں مل رہا تھا۔ حاجی صاحب نے فرمایا کہ برے کو بدلہ ملتا ہے۔

فوائد: (۱) ایسی بلند بارگاہ میں یہ جرأت کرنا کہ یہ بات نہ ہو تو میں یوں کر دوں، یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا موجب اور سبب بنتا ہے۔

(۲) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر امتی کے عقائد و اعمال کا علم ہے۔

(۳) آپ کے محبوبوں کو بھی ہر امتی کا علم ہے کہ وہ کہاں اور کیا کرتے ہیں، اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے معتقد کی شکایت فرمائی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فوراً تلوار سے دشمن شیخین رضی اللہ عنہما کا سر قلم کر دیا۔

(۴) عالم برزخ والوں کو تصرف حاصل ہے کہ وہ دُنیا والوں کے ہر نیک اور برے کو جزا و سزا دیں۔

(۵) دشمنانِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا انجام برباد ہوتا ہے۔

ہاتھ سوکھ گیا:

حضرت امام محمد سیرین رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا، دیکھا کہ ایک شخص بیت اللہ میں یہ کہتا ہوا طواف کر رہا ہے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَمَا اَظُنُّ اَنْ تَغْفِرَ لِيْ۔ (اے اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے لیکن میرا گمان ہے کہ تو مجھے نہیں بخشے گا) میں نے اس سے کہا: یہ تو کیا کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے دل میں عہد کر رکھا تھا کہ اگر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے منہ پر طمانچہ مار سکا تو ضرور ماروں گا، پھر جب وہ شہید ہو گئے اور انکا جنازہ انکے گھر میں رکھا تھا، میں نے وہاں پہنچ کر موقعہ پا کر آپ کے چہرے سے کپڑا ہٹا کر زور سے تھپڑ مارا، جس پر میرا دایاں ہاتھ سوکھ گیا۔ امام سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے اس کا دایاں ہاتھ دیکھا کہ وہ اس طرح سوکھا ہوا تھا جیسے ایک سوکھی لکڑی ہو۔ (البدایہ والنہایہ ج ۷ والتاریخ الکبیر للبخاری ج ۳ ص ...)

فوائد: (۱) محبوبانِ خدا کے گستاخوں کو بسا اوقات سزا دنیا میں مل جاتی ہے ورنہ آخرت میں تو ضرور۔

(۲) بعض مجرموں کو اپنے جرائم کی سزا محسوس ہوتی ہے لیکن توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی، بعض کو توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔ لیکن گستاخی اور بے ادبی ایسا جرم ہے کہ اسکی توبہ

کی توفیق نصیب نہیں ہوتی، اگر ہوتی ہے تو دنیا میں قبول نہیں ہوتی جیسے ثعلبہ کا حال ہوا۔

(۳) انسان ہر وقت خدا تعالیٰ سے ڈرتا رہے بالخصوص کسی بندہ خدا کے بارے میں

گستاخی و بے ادبی نہ ہونے پائے۔

قاتلین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انجام:

(۱) ابن کثیر نے لکھا کہ:

جن ظالموں نے سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، اللہ نے ان کو اس

دنیا میں گستاخی و بے ادبی کا مزہ چکھا دیا اور قاتلوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا، جو

مجنون اور پاگل ہو کر نہ مرا ہو یا جس کو قتل نہ کیا گیا ہو۔ (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۸۹)

(۲) سیدنا امام جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ”عامتہم جنوا“ (ان میں سے

اکثر پاگل ہو گئے) اور قدرت کے منظم ہاتھوں نے اسی دنیا میں ان سے انتقام لے کر چھوڑا۔

نا معلوم شخص سے مارا گیا:

مالک الاشتر جو ابن سبا کا دست راست تھا اور شہادتِ حضرت عثمان وغزوہ

صفین میں بھی مسلمانوں میں مخالفت کی خلیج وسیع کرنے کا کام سرانجام دے چکا تھا۔ پھر

سیدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے خلاف پراپیگنڈا کیا۔ یہ بد بخت ۳۸ءھ میں کسی

نا معلوم کے ہاتھوں مارا گیا۔ (اصابہ ج ۳ ص ۲۸۳)

فائدہ: بہت سے جرائم کی سزا غیبی طور پر ہوتی ہے، بالخصوص محبوبانِ خدا کے گستاخوں کو۔

اسی لئے مشہور ہے کہ خدا تعالیٰ کی لاشی بے آواز ہے۔ لیکن جب گستاخی کے باوجود سزا نہ

ملے تو سمجھو اُس کا خاتمہ خراب ہو گیا پھر آخرت میں سخت سے سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔

گردن ماروی:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا سب سے بڑا مخالف اور دشمن محمد بن ابی حذیفہ تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اگرچہ اس کے باپ کی شہادت کے بعد اُسے پالا تھا اور اس پر بڑے بڑے احسانات کئے۔ آخر وہ بھی سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا، جیل میں ڈالا گیا اور بعد میں وہاں سے بھاگ نکلا۔ ایک شخص عبداللہ بن عمر ظلام نے اُس کا تعاقب کیا اور پکڑ کر اسکی گردن ماروی۔

عبداللہ ابن سبا کا انجام بد:

عبداللہ ابن سبا (یہودی جو ظاہراً مسلمان تھا) کو کون نہیں جانتا۔ فتنہ اور رخنہ اندازی کا بانی یہی بد بخت تھا، اس شوم قسمت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے رب ہونے کا دعویٰ کیا تھا، اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے توبہ کرنے کا فرمایا لیکن اُس نے توبہ سے انکار کر دیا، اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگ میں زندہ جلا دیا۔ (رجال کشی ص ۷۰)

سڑی لاش

محمد ابن بکر جس نے آپکے گھر میں گھس کر آپ کی داڑھی پکڑی اور آپ کے خلاف فضا مکر کیا کرتا تھا، جنگ صفین کے بعد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں شکست فاش کھا کر گرفتار ہوا اور معاویہ بن خدیج کے ہاتھوں قتل ہوا، پھر اسکی لاش کو گدھے کی سڑی ہوئی لاش میں ڈال کر جلا دیا گیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۳۱۴)

ازالہ وہم:

علامہ خیر الدین زرکلی رحمہ اللہ محمد ابن ابی بکر کی نعش کے جلائے جانے کی تردید

فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

لَمْ يَحْرُقْ وَ دُفِنَتْ حَبْثَةً مَعَ رَأْسِهِ فِي مَسْجِدِهِ يُعْرَفُ بِمَسْجِدِزِ مَامِ

خَارِجِ مَدِينَةِ الْفِسْطَاطِ قَالَ ابْنُ سَعِيدٍ وَقَدْ زُرْتُ قَبْرَهُ فِي الْفِسْطَاطِ -

(ولا اعلام ج ۷ ص ۷۹)

تاریخی زبردست غلطی:

محمد بن ابو بکر کو خواہ مخواہ بدنام کیا جاتا ہے حالانکہ گستاخ عثمان اور آدمی تھا۔ باغیوں میں محمد بن ابی بکر ضرور تھا لیکن اُس نے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملامت سنی تو واپس چلا گیا، اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہو گئی، اب اس کا نام بھی اسمیں شامل ہو گیا۔ صرف شہرتِ پدری کی وجہ سے انہیں اچھالا گیا ورنہ وہ اس شرارت سے محفوظ تھے۔ پھر مورخین نے جسے بھی محمد نام دشمن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لکھا پایا اسے محمد بن ابی بکر کے نام سے درج کر دیا۔ اور جس محمد نام والے کو جس طرح کی سزایا عذاب ہوا وہ محمد بن ابی بکر کی طرف منسوب کیا گیا (مزید تحقیق و تفصیل فقیر کی کتاب رد الزتدیق عن مطاعن الصدیق میں دیکھئے) ہم نے چونکہ من حیث الواقعہ لکھا ہے اسی لئے ضروری نہیں کہ وہ ”محمد بن ابی بکر“ ہی ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ادب سے کٹا ہوا ہاتھ جڑ گیا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تعلق رکھنے والے ایک حبشی غلام نے چوری کی،

اسکو آپ کے پاس لایا گیا، آپ نے پوچھا کیا: تو نے چوری کی ہے؟ اُس نے اقبالِ جرم کر لیا۔ آپ نے اُس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ پھر اس کی ملاقات حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور ابن الکوا سے ہوئی۔ ابن الکون نے پوچھا: تیرا ہاتھ کس نے کاٹا ہے؟ تو اس نے کہا: امیر المؤمنین، دامادِ رسول، شوہرِ بتول رضی اللہ عنہم نے۔ سلمان نے کہا: انہوں نے تیرا ہاتھ کاٹ ڈالا ہے اور تو انکی تعریف کر رہا ہے۔ حبشی غلام نے جواب دیا: میں انکی تعریف کیوں نہ کروں، انہوں نے میرا ہاتھ حق سے کاٹا ہے اور مجھے دوزخ سے بچالیا ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کر دیا۔ آپ نے اس حبشی کو بلایا اور اس کا ہاتھ اس کے پہونچے پر رکھ کر رومال سے ڈھانپ لیا اور دعا فرمائی، آسمان سے ندا آئی چادر کو ہاتھ سے اٹھالو۔ چادر اٹھائی گئی تو خدا کے فضل اور آپ کی برکت سے اُس کا ہاتھ اچھا ہو گیا۔

(تفسیر کبیر، جمال الاولیاء ص ۶۷، جامع کرامات الاولیاء، علامہ نبھانی قدس سرہ)۔

دُشْمَنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ:

حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بد بخت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کی تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ الہی میں التجا کی، الہی! یہ تیرے ایک عظیم المرتبت ولی کا گستاخ ہے، اسے اس کی فوراً سزا ملنی چاہئے۔ چنانچہ فوراً اسکی سواری بد کی اور پتھروں پر سر کے بل گر گیا۔ گرتے ہی اس کا بھیجا پھٹ گیا اور وہ بری طرح سے ہلاک ہوا۔

فوائد: (۱) حضرت سعد رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے اسی لئے اُنکی دُعا کا

قبول ہونا لازم تھا۔

(۲) سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا دشمن، بے ادب اور گستاخ کیسا ہی نیک کیوں نہ ہو، وہ جہنم میں جائے گا۔

(۳) روافض کا مشہور عقیدہ کہ صحابہ کرام بالخصوص اصحابِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم حضرت علی اور جملہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کے دشمن تھے، سراسر غلط ہے، جس کی سزا وہ پارہے ہیں اور انشاء اللہ قیامت میں سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

(۴) سنی حضرات آگاہ رہیں کہ جب بھی شیعہ کہتے ہیں کہ دشمنوں پر لعنت تو معاذ اللہ اصحابِ ثلاثہ مراد لیکر لعنت بھیجتے ہیں۔ جب وہ ایسا کلمہ منہ سے نکالیں، دلائل سے انکا بند کر دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دشمن پاگل:

حضرت مولانا جامی رحمہ اللہ نے لکھا کہ ایک دن آپ نے برسرِ منبر فرمایا:

أَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَأَخُو رَسُولِ اللَّهِ (ﷺ)

نیز فرمایا: نبی رحمت کا وارث میں ہوں، سیدۃ النساء العالمین کا خاوند میں

ہوں، ولیوں کا سردار میں ہوں، اولیاء کا خاتم میں ہوں۔

میرے علاوہ جو بھی اس بات کا دعویٰ کرے خدا تعالیٰ اُسے عذاب میں مبتلا

کرے۔ ایک شخص کہنے لگا: اس سے خوش کون ہو سکتا ہے جو اپنے آپ کو اَنَا عَبْدُ اللَّهِ

وَأَخُو رَسُولِ اللَّهِ کہتا ہے۔ وہ شخص ابھی اپنی جگہ سے بھی نہ اٹھا تھا کہ اُس کے دماغ

میں جنون و دیوانگی واقع ہو گئی۔ چنانچہ لوگ اُسے پکڑ کر مسجد سے باہر لے گئے۔ بعد ازاں جب اس کے رشتہ داروں سے پوچھا گیا کہ اسے اس سے پہلے کبھی ایسا عارضہ لاحق ہوا یا نہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں، ہرگز نہیں۔ (شواہد النبوة)

فوائد: (۱) وَصِيُّ رَسُولِ اللَّهِ شَيْعَةٍ كِي اصطلاح ہے، یہاں مراد نہیں۔

(۲) اوراخ (بھائی) وہابی، دیوبندی کی اصطلاح ہے، وہ یہاں مراد نہیں۔

(۳) دُشْمَانِ سَيِّدِنَا عَلِيِّ الْمُرْتَضَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَمُومًا مَجْنُونٍ اور پاگل ہوتے ہیں مثلاً خوارج کو دیکھ لو یا آجکل وہابیوں، مودودیوں، دیوبندیوں کو۔

حضرت علی کا دشمن برص میں مبتلا:

ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حاضرین مجلس کو قسم دی کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مَنْ كُنْتُ مَوْلَاً فَعَلَيْ مَوْلَاً۔ (احمد، ترمذی، مشکوٰۃ باب مناقب علی بن ابی طالب، دوسری فصل)۔ (جس کا میں مولی ہوں علی اُس کے مولی ہیں) سنا ہو، وہ گواہی دے، اسوقت انصار سے بارہ افراد موجود تھے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی تھی، گواہی نہ دی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: تم گواہی کیوں نہیں دیتے، تم نے بھی تو حضور علیہ السلام سے یہ سن رکھا ہے۔ ایک بولا: میں نے سنا ہے لیکن بھول گیا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے پروردگار! اگر یہ شخص جھوٹ بولتا ہے تو اس کے چہرہ پر برص کے نشان ظاہر کر دے جسے عمامہ بھی نہ ڈھانپ سکے۔

حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں۔ میں بھی اس مجلس میں حاضر تھا، میں نے بھی یہ حدیث سن رکھی تھی لیکن اسکی گواہی نہ دی اور بات چھپائے رکھی۔ خداوند تعالیٰ نے مجھے بصارت سے محروم کر دیا۔ کہتے ہیں، وہ گواہی نہ دینے پر اظہار شرمندگی کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش و مغفرت طلب کیا کرتے تھے۔

اس حدیث شریف سے شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ خلافت کا مسئلہ عقیدہ سے متعلق ہے، اس کے لئے ”نص قطعی“ چاہئے، لیکن شیعہ کو جب اس کا ثبوت قرآن مجید سے نہ ملا تو اسے محرف و مبدل کہہ دیا، مجبور ہو کر مانتے ہیں کہ مسئلہ امامت صراحتہ قرآن میں نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو تھی کہ کسی طرح یہ مسئلہ قرآن میں نازل ہو جائے اسی وجہ سے تبلیغ ولایت کے حکم کو بار بار ذکر کرتے تھے۔

مذہب شیعہ کا علامہ قزوینی صافی شرح کافی کتاب الحجۃ باب نص اللہ میں لکھتا ہے:

”وکیل رسول آں بود کہ شاید کہ تصریح و تفسیر ولایت در قرآن شود و اکتفا بہ سنت نہ بود“۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو تھی کہ شاید تصریح و تشریح ولایت علی قرآن

میں ہو جائے، فقط حدیث پر موقوف نہ رہے۔

اور شیعہ غریبوں کو سنت سے بھی جس روایت سے استدلال کرنا پڑا وہ بھی

قابل حجت نہیں کیونکہ روایت مذکورہ خبر واحد ہے اور اس کے متعلق ہم اہل سنت کی طرف

سے متعدد جوابات ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ شیعہ حضرات مسئلہ امامت کو عین ایمان ٹھہراتے ہیں

اور نجات اسی پر موقوف سمجھتے ہیں اور بغیر امامت اصطلاحی کے اعتقاد فضیلت علی رضی اللہ عنہ کو نجات کے لئے کافی نہیں سمجھتے۔ پس ایسا ضروری مسئلہ بغیر دلیل قطعی کے ثابت نہیں ہو سکتا۔ یہ حدیث مناقب علی رضی اللہ عنہ میں مقبول ہے، اس لئے کہ جس چیز کی فضیلت کسی دلیل یقینی سے معلوم ہو جائے اس کے مناقب میں ضعیف حدیث بھی مقبول ہو جاتی ہے۔

لیکن جب اس حدیث سے ایسا ضروری مسئلہ ثابت کرنا مقصود ہو تو ضرور ہے کہ اس حدیث کے مرتبہ صحت پر غور کیا جائے۔

محدثین اہل سنت کا اس حدیث کے ثبوت میں اختلاف ہے۔ اکثر کا قول ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

ابن تیمیہ نے ”منہاج السنہ“ میں لکھا ہے:

أَمَّا قَوْلُهُ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاةُ فَعَلِيٍّ مَوْلَاةُ فَلَيْسَ فِي الصِّحَاحِ لَكِنْ هُوَ مِمَّا رَوَاهُ الْعُلَمَاءُ وَتَنَازَعَ النَّاسُ فِي صِحَّتِهِ۔

”رسول کا قول مَنْ كُنْتُ مَوْلَاةُ فَعَلِيٍّ مَوْلَاةُ صحیح حدیثوں میں شامل نہیں۔

لیکن وہ اس قسم کی حدیثوں میں سے ہے کہ علماء نے اس کی روایت کی ہے اور لوگوں نے اسکی صحت میں اختلاف کیا ہے۔“

فَنَقَلَ عَنِ الْبُخَارِيِّ وَابْرَاهِيمَ لِحَرَبِيِّ وَطَائِفَةٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ لِحَدِيثِ
أَنَّهُمْ طَعَنُوا فِيهِ وَضَعُوهُ۔

”چنانچہ بخاری اور ابراہیم حربی اور علمائے حدیث کے ایک گروہ سے یہ منقول

ہے کہ انہوں نے اس حدیث میں کلام کیا ہے اور اس کو ضعیف بتایا ہے۔“

قَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ بْنُ حَزْمٍ وَأَمَّا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاةُ فَعَلِيٍّ مَوْلَاةُ فَلَا يَصِحُّ

مِنْ طَرِيقِ الثِّقَاتِ أَصْلًا۔

”ابو محمد بن حزم کا قول ہے کہ حدیث من كنت مولاة فعلى مولاة نہیں

ثابت ہوئی سند ثقات سے ہرگز۔“

علامہ اصفہانی نے مطالع الانظار میں لکھا ہے:

وَأَمَّا قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاةً فَعَلَى مَوْلَاةٍ فَهُوَ مِنْ بَابِ

الْأَحَادِ وَقَدْ طَعَنَ فِيهِ ابْنُ أَبِي دَاوُدَ أَبُو حَاتِمٍ الرَّازِيُّ وَغَيْرُهُمَا مِنْ أئِمَّةِ الْحَدِيثِ۔

”اور لیکن قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا من كنت مولاة فعلى مولاة قسم

اخبار احاد سے ہے۔ اور بے شک اس حدیث میں کلام کیا ہے ابن ابی داؤد اور ابو حاتم

رازی اور ان دونوں کے سوا اور ائمہ حدیث نے۔“

علامہ اسحاق ہروی نے سہام ثاقبہ میں لکھا ہے:

وَقَدْ قَدَحَ فِي صِحَّةِ الْحَدِيثِ كَثِيرٌ مِنْ أئِمَّةِ الْحَدِيثِ كَأَبِي دَاوُدَ

الوَاقِدِيِّ وَابْنَ خُزَيْمَةَ وَغَيْرَهُمْ۔

”اور بے شک کلام کیا ہے اس حدیث کی صحت میں بہت سے ائمہ حدیث نے

جیسے کہ ابو داؤد اور واقدی اور ابن خزیمہ وغیرہ نے۔“

ابن حجر مکی نے ”صواعق محرقة“ میں لکھا ہے:

الطَّاعِنُونَ فِي صِحَّةِ جَمَاعَةٍ مِنْ أئِمَّةِ الْحَدِيثِ وَعَدَّ وَلَهُ الْمَرْجُوعِ

إِلَيْهِمْ فِيهِ كَأَبِي دَاوُدَ السَّحْطَانِيِّ وَابْنِ حَاتِمِ الرَّازِيِّ۔

”کلام کرنے والے اس حدیث کی صحت میں فن حدیث کے ایسے ائمہ اور

معتبر لوگوں کی جماعت ہے جن کی طرف حدیث میں رجوع کیا جاتا ہے جیسے ابو داؤد

السجستانی اور ابی حاتم الرازی۔“

اگر فقط اصحاب صحاح ستہ کو دیکھا جائے تو صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد اور سنن نسائی میں اس حدیث کا ذکر نہیں، فقط سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں یہ حدیث بہ تغیر الفاظ مذکور ہے۔

ابن ماجہ نے اس حدیث کی فنی حیثیت پر سکوت کیا ہے۔ ترمذی نے ”حسن غریب“ کہا۔ حسن کے لفظ سے صحت کی نفی ہوگئی اور لفظ غریب ایک قسم کی جرح ہے۔ بہر حال ترمذی اور ابن ماجہ کے مقابلہ میں بخاری اور ابوداؤد ضعیف کہتے ہیں۔

سوائے اصحاب صحاح ستہ کے جو اور محدثین ہیں ان میں بھی اسی طرح اختلاف ہے، چنانچہ عبارات منقولہ سابق سے ظاہر ہو گیا کہ بخاری اور ابوداؤد کے سوا ابراہیم حربی، ابن حزم، ابن ابی داؤد، ابو حاتم رازی، واقدی، ابن خزیمہ، ابن تیمیہ اور ان کے سوا ایک جماعت ائمہ محدثین کی اس کو ضعیف کہتی ہے۔

پس جس حدیث کی صحت میں ایسا اختلاف ہو اس سے ایسا مسئلہ کیوں کر ثابت ہو سکتا ہے جو عین ایمان ہو اور جس پر نجات موقوف ہو۔ البتہ اس حدیث کی بہت سے محدثین نے تخریج کی ہے اور اپنی کتابوں میں اسکو ذکر کیا ہے جن کے نام عبقات میں لکھے ہوئے ہیں۔ اسکی وجہ فقط یہی ہے کہ مناقب میں ضعیف حدیث بھی مقبول ہوتی ہے اور جن لوگوں نے فقط تخریج پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے ”صحیح“ یا ”حسن“ ہونے کی بھی تصریح کی ہے، ان کے مقابلے میں ”ضعیف“ کہنے والوں کا مرتبہ بڑھا ہوا ہے۔

جب اس حدیث کی صحت میں ایسا اختلاف ثابت ہو گیا تو آئندہ اور جواب کی ہم کو ضرورت نہ تھی مگر ہم اس بحث سے قطع نظر کر کے اس حدیث کے معانی میں بھی

غور کرتے ہیں۔ لفظ مولیٰ کے بہت سے معانی ہیں، منجملہ اس کے بھائی اور دوست اور مددگار اور ”ہم سوگند“ کو بھی مولیٰ کہتے ہیں۔ ہم سوگند کے معانی یہ ہیں کہ دو شخص آپس میں ایک دوسرے کے مولیٰ کہلاتے ہیں۔ ان معانی میں ہر معنی اس حدیث میں بہت اچھی طرح بن سکتے ہے اور ان سب معانی کو محبوبیت کے معانی لازم ہیں۔ پس ظاہر معنی حدیث کے یہ ہیں کہ جس کا میں پیارا ہوں علی بھی اسکا پیارا ہے، اور اس کے بعد جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ محبت کر اس سے جو علی سے محبت کرے اور دشمنی کر اس سے جو علی سے دشمنی کرے، یہ بہت ظاہر قرینہ اس بات کا ہے کہ اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا حکم ہے اور یہ ہمارا عین مدعا ہے، اس سے شیعوں کا مطلب کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ جب اس حدیث کے یہ معانی بہت اچھی طرح بن سکتے ہیں اور ہمارے مقصود کے مطابق ہیں تو اب کیا وجہ کہ بے دلیل ہم کوئی دوسرے معانی اختیار کریں، اور جب تک حضرات شیعہ کسی دلیل سے اس معنی کو باطل نہ کریں تب تک ہم کو اور بحث کی ضرورت نہیں اور اب کوئی حجت شیعوں کی باقی نہ رہی۔

حضرت سعید کی گستاخ اور بے ادب عورت اندھی ہو گئی:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ پر اروی بنت اوس نے مروان کی کچھری میں مقدمہ دائر کیا کہا کہ آپ نے میری زمین پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ مجھ سے کیسے ہو سکتا ہے جبکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو ناجائز طور بالشت بھر کسی زمین پر قبضہ کر لیتا ہے تو قیامت میں اس ٹکڑا زمین کے برابر سات طبقات زمین کے گلے میں ڈالے جائیں گے۔

حضرت سعید نے دائر کردہ مقدمہ کے مطابق اپنی زمین اروی بنت اوس کے لئے چھوڑ دی اور دعا مانگی:

اللَّهُمَّ إِنْ كَانَتْ كَاذِبَةٌ فَأَعْمِ بَصَرَهَا وَاجْعَلْ قَبْرَهَا فِي بَنِيهَا.

اے اللہ! اگر یہ جھوٹی ہے تو اسے اندھی اور اسکی قبر اس کے کنوئیں میں بنا دے۔ چند دنوں کے بعد اروی بنت اوس اندھی ہوگئی، پھر سیلاب سے اسکی زمین کی حد بھی ظاہر ہوگئی۔ جب اندھی ہوگئی تو دیواروں کو پکڑ کر چلتی اور کہتی مجھ پر سعید کی دعا کا اثر ہے۔ ایسے ہی ایک دن چل رہی تھی کہ اپنے کنوئیں میں گر کر مر گئی۔

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ باب الکرامات، تیسری فصل)

فائدہ: وہابی لوگوں میں خبط ہے وہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ایسے ہی ہر نبی علیہ السلام کے لئے ضروری نہیں کہ انکی دعا قبول ہو۔ بیوقوفوں کو یہ یاد نہیں رہتا کہ وہ خود مستجاب الدعوات ہیں ہی لیکن جسے چاہیں مستجاب الدعوات بنادیں۔ اگر انہیں اعتبار نہیں تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حالات پڑھ لیں۔ اس کا واضح ثبوت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جسے چاہیں باذنہ تعالیٰ، مستجاب الدعوات بنادیں۔ (وَلَكِنَّ الْوَهَابِيَّةَ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ)

زبان اور ہاتھ کٹ گئے:

حضرت قبیسہ بن جابر نے بیان کیا کہ ایک مسلمان آدمی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایت کی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بارگاہ الہی میں التجا کی۔ اے میرے اللہ! اس کی زبان اور ہاتھ سے مجھے محفوظ فرما۔ چنانچہ جنگ قادسیہ کے

دن اسے ایسا تیر لگا کہ اس کی زبان اور ہاتھ کٹ گئے۔ پھر مرتے دم تک زبان سے ایک لفظ بھی نہ بول سکا۔

فائدہ: یہ ہوتا ہے محبوبانِ خدا کی گستاخی کا انجام کہ ایک ہجو (گالی) سے زندگی بھر بے زبان اور لہجہ ہونا پڑا اور آخرت کی سزا سوا۔

کوفیوں کے خلاف دعا:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے دُعا کی، خدایا نہ کوئی حاکم کوفیوں سے خوش رہے اور نہ یہ کسی حاکم سے خوش رہیں۔ (تاریخ الامم والملوک ج ۳ ص ۱۶۰)

فائدہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی دعا کا نتیجہ ہے کہ پھر نہ اہل کوفہ کسی حاکم سے خوش رہے نہ کوئی حاکم اہل کوفہ سے۔

مزار کا بے ادب:

ایک شخص حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ قبرستان میں آیا، وہاں ایک شخص کو بیٹھا ہوا پایا اور اس سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قبر کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے قبر کی طرف پاؤں سے اشارہ کیا۔ اشارہ کرنے کی دیر تھی کہ مصائب میں مبتلا ہو گیا۔

فائدہ: یہ ہے مزار کے گستاخ کی سزا، لیکن اسکی سزا کیا ہوگی جس نے صحابہ کرام اور اہل بیت عظام، تابعین، تبع تابعین، آئمہ مجتہدین اور اولیائے عظام کی قبور کو پامال کیا اور عذر یہ کہ حضور علیہ السلام نے تَسْوِيَةُ الْقُبُورِ کا حکم فرمایا تھا۔

گستاخ صحابہ کو قبر نے بھی قبول نہ کیا:

ابن ہیلان نامی شیعہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دیتا اور سب بکتا تھا۔ ایک روز کسی دیوار کو توڑ رہا تھا کہ اچانک وہی دیوار اس پر گری اور مر گیا۔ اسے مدینہ منورہ میں جنت البقیع میں دفنایا گیا لیکن دوسرے دن قبر کھودی گئی تو وہ اپنی قبر میں نہ پایا گیا اور نہ ہی اسکی قبر کا نشان رہا۔ بلکہ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ اسکی قبر کو کھود کر اُسے باہر نکالا گیا ہے لیکن قبر کی ہیبت کذائیہ اپنے حال پر باقی تھی کہ جس سے کھود کر لے جانے کا نشان بھی نہیں ملتا تھا۔ اس قبر کو علاقہ کے بہت سے لوگوں نے دیکھا اور قاضی جمال الدین بھی تشریف لائے، اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا، بلکہ دور دور سے لوگ چل کر اس منظر کو دیکھنے کے لئے حاضر ہوئے یہاں تک کہ وہ واقعہ بہت دور تک پھیل گیا اور ایک عرصہ تک اس کا چرچا رہا۔

(روح البیان پ ۷)

فائدہ: عام قبور (اہل ایمان) کی تعظیم بھی ضروری ہے۔

گستاخانِ اہل بیت اطہار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

ہمارے نزدیک ازواجِ مطہرات بھی اہل بیت ہیں اور اہل بیت یعنی آلِ النبی وازداجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر ہم پر واجب ہے کیونکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کے ضمن میں آپ کے اہل بیت جو کہ جگر گوشہ ہیں اور ازواجِ مطہرات جو امہاتِ المؤمنین ہیں کی تعظیم و توقیر اور ان کا ادب و احترام بھی لازم اور ضروری ہے۔ ان حضراتِ قدس کے لئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دی ہے اور جس پر سلفِ صالحین عمل پیرا رہے ہیں۔ چونکہ حق تعالیٰ عزاسمہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ماسواہر چیز سے زیادہ برگزیدہ فرمایا ہے اور بہت بڑے فضائل سے آپ کو مخصوص فرمایا ہے تو آپ کی برکت سے یہ فضیلت ہر اس شخص کو شامل ہے جو نسب و نسبت و صحبت، قریب یا بعید، سے آپ کے ساتھ منتسب ہے۔ حقیقت میں ہر اس شخص سے محبت لازمی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھتا ہے۔ چنانچہ اہل بیت اطہار سے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کی بناء پر ہے۔ جس طرح کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے کی وجہ سے ہے۔ یہی حال ان سے بغض و عداوت رکھنے میں ہے (العیاذ باللہ)..... قاعدہ ہے کہ جو شخص جس سے محبت رکھتا ہے وہ ہر اس چیز سے محبت رکھتا ہے جو محبوب سے نسبت و علاقہ رکھے اور ہر اس شے سے دشمنی و بیزاری ہوتی ہے جو محبوب سے بیگانہ یا اس کا مخالف ہو۔

نقشہ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

والد ماجد، حضرت عبداللہ بن حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہما

والدہ ماجدہ، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بنت وہب

ازواج مطہرات

- (۱) ام المومنین سیدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد
- (۲) ام المومنین سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت سیدنا امام صدیق اکبر۔ قبیلہ بنو تمیم
- (۳) ام المومنین سیدہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت سیدنا عمر فاروق اعظم۔ قبیلہ بنو عدی
- (۴) ام المومنین سیدہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابوسفیان۔ قبیلہ بنو امیہ
- (۵) ام المومنین سیدہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا
- (۶) ام المومنین سیدہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمہ۔ قبیلہ بنو لوی
- (۷) ام المومنین سیدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ۔ قبیلہ بنو ہلال
- (۸) ام المومنین سیدہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بنت ابی امیہ سہیل۔ قبیلہ بنو مخزومہ
- (۹) ام المومنین سیدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش۔ قبیلہ بنو اسد
- (۱۰) ام المومنین سیدہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بنت حارث۔ قبیلہ بنو المصطلق
- (۱۱) ام المومنین سیدہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث۔ قبیلہ بنو ہوزان
- (۱۲) ام المومنین سیدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حی بن اخطب۔ قبیلہ ہارونہ
- (۱۳) ام المومنین سیدہ حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا بنت زید۔ قبیلہ قطریہ

اولادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شاہزادگان

- (۱) حضرت قاسم - بچپن میں وفات پائی۔
- (۲) حضرت عبداللہ - بچپن میں وفات پائی۔
- (۳) حضرت طاہر (طیب) - بچپن میں وفات پائی۔
- (۴) حضرت ابراہیم - بچپن میں وفات پائی۔

شاہزادیاں:

- (۱) سیدہ زینب زوجہ سیدنا حضرت ابوالعاص، شہید جنگ یمامہ - قبیلہ اموی
- (۲) سیدہ رقیہ زوجہ امام شہید مظلوم سیدنا حضرت امام عثمان ذوالنورین - قبیلہ اموی
- (۳) سیدہ فاطمہ زوجہ سیدنا حضرت امام حیدر شہید - قبیلہ ہاشمی
- (۴) سیدہ ام کلثوم زوجہ امام شہید مظلوم سیدنا حضرت امام عثمان ذوالنورین - قبیلہ اموی

بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولادیں:

نواسے:

- (۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید جنگ یرموک بن سیدنا ابوالعاص شہید رضی اللہ عنہ
- (۲) حضرت عبداللہ بن امام شہید مظلوم سیدنا امام عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ
- (۳) سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ، شانِ اتحاد و اخلاص بن سیدنا امام علی حیدر شہید رضی اللہ عنہ
- (۴) سیدنا حسین رضی اللہ عنہ، شہید کربلا بن سیدنا امام علی حیدر شہید رضی اللہ عنہ

نوایاں:

- (۱) سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا بنت سیدنا ابوالعاص شہید سیدنا امام علی حیدر شہید رضی اللہ عنہ
 (۲) سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت سیدنا امام علی حیدر شہید رضی اللہ عنہ زوجہ سیدنا امام عمر
 فاروق اعظم شہید رضی اللہ عنہ

- (۳) سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت امام علی حیدر شہید رضی اللہ عنہ زوجہ سیدنا عبداللہ بن
 سیدنا جعفر شہید رضی اللہ عنہ

- (۴) سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت سیدنا امام علی حیدر شہید رضی اللہ عنہ، بچپن میں وفات پائی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پرست:

- (۱) حضرت عبدالمطلب (آنحضرت کے دادا) نے ۸ سال تک پرورش کی۔
 (۲) حضرت زبیر (آنحضرت کے تایا) نے ۲۲ سال کی عمر تک کفالت و سرپرستی
 کی۔ ان کی سرپرستی میں جنگِ فجار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرے ۱ سال شرکت کی۔
 (۳) جناب ابوطالب نے ۲۵ سال کی عمر تک یعنی ۳ سال تک۔ (انصاب
 الاشراف بلاذری جلد اول ص ۸۵ مطبوعہ.....)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اعلان نبوت کے بعد:

مسلم:

- (۱) اسد اللہ (شیر خدا) سید الشہد اسیدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ، شہید غزوہ احد۔
 (۲) ابوالفضل سیدنا عباس رضی اللہ عنہ، آپ کی اولاد میں خلافت عباسیہ ۱۲۳ھ تا

۶۵۶ھ، ۵۳۳ برس قائم رہی۔

غیر مسلم:

(۳) عبد مناف، یعنی ابوطالب۔

(۴) عبد العزیٰ، یعنی ابولہب، کافر۔

فضائل اہل بیت عظام:

(۱) قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَشَّ الْعَرَبَ لَمْ يَدُ

خُلْ... شَفَاعَتِي وَلَمْ تَنْلَهُ مَوَدَّتِي۔ (رواہ الترمذی)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عربوں سے بغض رکھا میری

شفاعت میں داخل نہ ہوگا اور اس کو میری مودت میسر نہ ہوگی۔

(ف) اس حدیث پاک سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عرب کا خواہ کوئی بھی باشندہ ہو، اس

کا رتبہ روحانی اعتبار سے بہت بلند ہے، اور اس سے خیانت کرنے والا حضور کی شفاعت

اور مودت سے محروم ہے، لہذا وہ اہل بیت جنہیں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب

اور نزدیکی میسر ہے ان کے مراتب و خصائل کی بلندی کا کیا کہنا، پس اہل بیت عظام کے

مناقب کا اندازہ حدیث مذکور کی روشنی میں کرنا چنداں مشکل نہیں۔

(۲) سیدنا حضور پر نور، شافع یوم النشور، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا، میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جب تک تم انہیں مضبوطی سے پکڑے رہو

گے۔ ہرگز گمراہ نہ ہو گے ایک کتاب اللہ، دوسری اپنی آل۔

(ترمذی، مشکوٰۃ باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دوسری فصل)

(۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دعا رکھی رہتی ہے جب تک کہ مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھا جائے۔ (رواہ الدیلمی، مشکوٰۃ)

(۴) امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے آیت **وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا**۔ (پ ۴ سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۰۳) (اللہ کی رسی مضبوط پکڑو، متفرق نہ ہو جاؤ) کی تفسیر میں فرمایا کہ ہم ہی حبل اللہ ہیں۔

(۵) ”دیلمی“ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام ”فاطمہ“ اس لئے رکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کے ساتھ محبت رکھنے والوں کو دوزخ سے نجات عطا فرمائی۔

(۶) امام احمد نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسین کریمین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: جس نے ان سے محبت رکھی اور ان کے والد اور والدہ سے محبت رکھی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

(ف) کتنی خوش قسمتی ہے مہبان اہل بیت کی کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بہشتی ہونے کی بشارت دی ہے۔

اہل بیت کون کون ہیں:

صرف سادات کو اہل بیت سمجھنا گمراہی ہے۔ سادات کرام کے ساتھ دیگران

افراد کو اہل بیت میں شامل رکھنا ضروری ہے جنکی فہرست فقیر نے نقشہ میں عرض کر دی

ہے اور جوان میں سے مرتد ہو جائے وہ اہل بیت سے خارج ہو جاتا ہے۔

اہل بیت سے سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت:

یہ حقیقت ہے کہ محبوب کا محبوب بھی پیارا ہوتا ہے اور محبوب کے محبوب سے محبوب ہی کی محبت کی خاطر اور زیادہ محبت کی جاتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آل اور اپنی اولاد سے جس قدر محبت تھی وہ ظاہر ہے، اگر حضور کی خدمت میں بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا آجاتی تھیں تو جوشِ محبت میں حضور بے تابانہ کھڑے ہو جاتے تھے اور ان کے ہاتھ کو بہ شفقت پدری بوسہ دیتے اور اپنے پاس بٹھاتے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی سے عقد ثانی کا ارادہ کیا، آنحضرت کو اس کا علم ہوا تو بیقرار ہو گئے، منبر پر اسی وقت ایک خطبہ دیا اور فرمایا کہ فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے، جو اسے ازیت پہنچائے گا وہ گویا مجھے ازیت پہنچائے گا۔ حضراتِ حسنین رضی اللہ عنہما سے آپ کو والہانہ محبت اور شفقت حد درجہ کی تھی۔ روزانہ انہیں دیکھنے جاتے، دوش مبارک پر لئے پھرتے، منہ چومتے اور انہیں جنت کے شگفتہ پھول کے نام سے یاد فرماتے تھے۔ ان کے رونے کی ہلکی سی آواز آپ کو بے چین کر دیتی، سجدہ میں بچے پشتِ نور پر سوار ہو جاتے اور آپ سجدہ میں انکی خاطر تانیر فرمادیتے۔ بعض اوقات منبر پر رونق افروز ہو کر خطبہ پڑھ رہے ہوتے کہ سامنے دونوں بچے لڑکھڑاتے نظر آتے تو خطبہ چھوڑ کر منبر سے نیچے اتر آتے اور انہیں اپنے پاس بٹھا لیتے..... غرض اہل بیت سے آپ کی پدرانہ شفقتیں عشق کے انتہائی درجہ تک پہنچی ہوئی تھیں۔ یہ تو زندگی کے واقعات ہیں، دیکھنے والوں نے واقعہ کربلا کے روز عالم رویا میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پریشانی میں

میدان کربلا سے شہداء کا خون صاف کرتے پھرتے تھے اور چہرہ مبارک سے حزن و ملال کے آثار نمایاں تھے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنے والوں کی سخت سزا مقرر فرمائی ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی..... چنانچہ قاتلین امام رضی اللہ عنہ میں سے کوئی زندگی کے لطف نہ اٹھا سکا، ایک ایک کر کے سب کا نشان مٹ گیا۔ ان کے انتقام میں منتقم حقیقی نے کم و بیش ڈیڑھ لاکھ بد بختوں کا خون پانی کی طرح بہایا۔ کوئی شتی پیاس سے تڑپ تڑپ کر مرا، کوئی کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہو گیا، کسی کو فالج کا مرض ہوا۔ الغرض خالق کائنات نے ان کی زندگیوں کو یکے بعد دیگرے صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیا۔ ان سب کے لئے دنیا بھی دوزخ کا نمونہ بن گئی، ایمان کھو بیٹھے، اموال لٹ گئے، گھر منہدم ہو گئے، جائیدادیں اور حکومتیں ختم ہو گئیں۔ آنکھوں کے سامنے جوان جوان بیٹے ذبح کئے گئے، نہ تاجدار رہے نہ سردار، ان کی تمام شان و شوکت خاک میں مل گئی۔ بالآخر انہیں قبروں میں بھی چین نہ مل سکا۔ نسلیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر ختم کی گئیں۔ لاشیں قبروں سے نکال کر سردار لٹکائی گئیں۔ جیسا کہ ان کی گواہی اسلامی تاریخ دے رہی ہے۔

آل رسول کی محبت اور عقیدت کے احکام:

جو خدا اور رسول کے اتنے محبوب ہیں ان کی محبت اور احترام کتنا ضروری ہے۔ معمولی بات ہے کہ ہمارے سامنے جب کوئی ہمارے بزرگوں یا ہماری اولاد کی تعریف کرتا ہے تو ہمیں اس سے کتنی خوشی ہوتی ہے، اس طرح اگر خدا اور اس کے رسول کے

محبوب لوگوں کا احترام کیا جائے تو کیا یہ خوشنودی خدا اور رضائے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے حصول کے مترادف نہ ہوگا۔ جب یہی خوش ہیں تو پھر اس کے بعد مومن کو اور کس بات کی حاجت رہ جاتی ہے؟

سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں فرمادیا تھا کہ جس نے حسین سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے حسین سے دشمنی رکھی اس نے مجھ سے دشمنی رکھی۔ یہی نہیں بلکہ ایک موقع پر یہ بھی فرمایا: حسین (رضی اللہ عنہ) مجھ سے ہے اور میں حسین (رضی اللہ عنہ) سے ہوں، جو حسین رضی اللہ عنہ کو دوست رکھتا ہے خدا سے دوست رکھے گا۔ (مشکوٰۃ باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

پھر ایک دفعہ خطبہ کے دوران ارشاد فرمایا: کہ جس نے مجھ سے اور میری آل سے بغض رکھا، اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن یہودی اٹھائے گا۔ کتنی سخت وعید ہے، اس سے صاف واضح ہے کہ آل رسول اور سادات کرام سے عناد اور اذیت رسانی سلب ایمان کا باعث ہے اور ایسے شخص پر غضبِ خداوندی نازل ہوتا ہے..... اور محبت، افزائش ایمان کا باعث بن جاتی ہے۔ ارشادِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ: ”میرے اہل بیت ہی کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ایمان داخل ہوتا ہے، ہر چیز کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد حب رسول اور حب آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔“

نوٹ: جب سے تحریک وہابیت نے زور پکڑا ہے، تب سے ہر معظّم و مکرم اور محترم کے اعزاز و اکرام کا تصور ذہنوں سے اترنے لگا ہے کیونکہ وہابیت تعظیم و تکریم محبوبانِ خدا کو شرک سمجھتی ہے، حالانکہ محبوبانِ خدا کی تعظیم و تکریم روحِ اسلام ہے، چنانچہ اللہ نے فرمایا:

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ۔

(پ ۱ سورہ الحج آیت نمبر ۳۲)

اور آدابِ سادات بھی اسلام کے شعائر سے ہے۔

سادات کا ادب:

جب بھی کوئی کسی سید کا ادب کرتا ہے تو وہ ادب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی و رضا مندی کا باعث بن جاتا ہے۔

(۱) حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ جن میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت امام حسین اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔ سب آل رسول اور خاندان رسول سے تھے۔ چنانچہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیمہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں، میں اس خیمہ کے مکینوں سے صلح رکھنے والوں کے ساتھ صلح کرنے والا اور ان سے جنگ کر نیوالوں کے ساتھ جنگ کر نیوالا ہوں، جو نیک بخت ہو گا وہ انہیں دوست رکھے گا اور جو شقی و بد بخت ہو گا وہ انہیں دوست نہیں رکھے گا۔

(۲) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: ”جو میرے اہل بیت کی حفاظت کریگا، اُس کے لئے میں نے خدائے قدیر سے مغفرت کا عہد لیا ہے اور یقیناً بخشا جائے گا۔“

(۳) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

”تمہارے درمیان میرے اہل بیت ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل میں باب (دروازہ) توبہ تھا کہ جو اس میں داخل ہوا، بخشا گیا۔“

(۴) فرمایا کہ میرے اہل بیت کشتی نوح کی طرح ہیں کہ جو اس پر سوار ہو گیا بچ گیا اور جو اس سے الگ رہا غرق ہو کر ہلاک ہوا۔“

(مشکوٰۃ باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، تیسری فصل)

فائدہ: مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں آل رسول کی عظمت اور بزرگی کا اندازہ کیجئے اور ان بد بختوں کی حالت پر غور کیجئے جنہوں نے امام حسین کو بڑی بیدردی کے ساتھ ذبح کیا اور خاندان رسول کے بچہ بچہ کو مرغ بسمل کا نمونہ بنانے میں سعی بے دریغ سے کام لیا۔

وراثتِ یزید:

آج بھی بعض نا سمجھ سادات کے حسب و نسب میں اشتباہ کا اظہار کر کے انکی عیب جوئی کرتے رہتے ہیں، اور یہ کہنا ان کا معمول بن گیا ہے کہ بعض سید شریعت مصطفوی سے ہٹ کر کام کرتے ہیں۔ ہمیں اس سے کیا تعلق، کیا واسطہ، کوئی جھوٹ بولتا ہے، کوئی غلط گوئی سے کام لیتا ہے تو اس کا وبال خود اس کے سر ہے، ہمیں اشتباہ اور طعنہ زنی سے کیا غرض؟ ہم جو عزت کرتے ہیں وہ اس خون کی کرتے ہیں جو انکی رگوں میں دوڑ رہا ہے۔ جو خود کو سید کہلائے حقیقت میں خواہ وہ سید ہو یا نہ ہو پھر بھی ہمارے نزدیک قابل احترام و ادب ہے کیونکہ ہمیں اپنی نیت کا ثواب ہوگا، اُسے اپنی بد عملی کی سزا ملے یا معاف ہو جائے۔ مسئلہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر سادات کے لئے یوں ہو کہ اگر کسی سید میں کوئی غیر اسلامی بات دیکھتا ہے تو اسے احسن طریقے پر یہ کوشش کرنی چاہئے کہ وہ

نقص اسکی شخصیت سے دور ہو جائے۔ اگر نرمی سے درخواست کی جائے اور وہ ایک برائی کو ترک کر دے تو اس کا نتیجہ یقیناً موثر ہوگا۔

سید پر نکتہ چینی پر پیغمبری عتاب:

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ مشہور ولی گزرے ہیں، ایک روز عارفانہ شان سے مسجد سے جو نکلے تو ایک سید زادے نے بڑھ کر کہا: اے ہندو زادے! میں فرزند رسول ہوں، دن بھر کی مشقت کے بعد بمشکل روزی نصیب ہوتی ہے اور آپ ہندو زادے ہو کر امیرانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ فرمایا: تمہارے باپ آل رسول میں سے تھے، میرا باپ گمراہ تھا، میں نے تمہارے باپ کی میراث حاصل کر کے یہ رتبہ پایا اور تم میرے گمراہ باپ کی میراث حاصل کر کے خوار ہوئے کہ نہ پڑھانہ لکھا اور نہ اپنے اخلاق و اطوار کی پاسداری کی۔ اسی شب کو خواب میں حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں: تو نے ہمارے فرزند پر ایسی نکتہ چینی کر کے اچھا نہیں کیا۔ اسی رات کو اس سید زادے نے بھی خواب میں دیکھا کہ حضور فرما رہے ہیں، بیوقوف! اگر تو اچھے خصائل کا مالک ہوتا تو کیوں دوسروں کو شکوہ کرنے کا موقعہ دیتا۔ صبح اٹھ کر حضرت عبداللہ اس سید زادے کی تلاش میں نکلے اور اس سے معافی مانگی، ادھر اس نے بھی توبہ کر لی اور پرہیزگار بن گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

(ف) اس واقعہ کو مد نظر رکھ کر ہم سوچیں کہ ہم گہن گاروں کی حیثیت کیا ہے کہ بیشتر اوقات سیدوں پر اعتراض کرنے سے نہیں چوکتے اور تلخ کلامی تک اتر آتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ تو بڑے مقبول بارگاہ ایزدی تھے۔ مسلمانوں کو ایسے معاملات میں خاص احتیاط ملحوظ رکھنی چاہئے۔ اور سید زادے بھی سوچیں کہ وہ بد عملی

کی وجہ سے دربار رسالت سے کتنے دور ہیں؟

سید کے احترام سے جنید پہلوان قطب زمان بن گیا:

بادشاہ کا درباری پہلوان ایک نہایت نامور اور ممتاز تنومند پہلوان تھا۔ ایک روز ایک نحیف الجبہ شخص نے اُسے کشتی کا چیلنج کیا، بادشاہ نے کہا: تو کیا مذاق کرتا ہے؟ اپنے جسم کو تو دیکھ۔ کہنے لگا۔ آپ کیا خیال فرما رہے ہیں، میرے ایک داؤ کے حریف بھی آپ کے پہلوان نہ بن سکیں گے۔ پہلوان صاحب بھی جوش میں آگئے۔ مقابلہ حیرت انگیز تھا کیونکہ دونوں پہلوان متضاد قوت کے مالک تھے، اس لئے تماش بینوں کا جم غفیر جمع ہو گیا۔ دونوں پہلوان لنگوٹ کس کر جب دنگل میں اترے تو لوگوں کی دلچسپی کمال کو پہنچ گئی۔ قوی ہیکل کو کہہ دیا کہ ”میں فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں“۔ یہ الفاظ سنتے ہی درباری پہلوان کا سارا جوش سرد پڑ گیا اور ایک منٹ میں چت ہو گیا (گر گیا) فضا تالیوں سے گونج اٹھی۔ قوی الجبہ پہلوان کو بڑی ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ بڑے بڑے امراء اور درباری موجود تھے۔ بادشاہ کو باور نہ ہوتا تھا کہ یہ کیوں کر ہو سکتا ہے؟ حقیقت حال دریافت کی۔ پہلوان نے تمام واقعہ سنایا۔ بادشاہ پر بھی رقت طاری ہو گئی اور اس کا عہدہ بڑھا دیا۔ بولے کہ مجھے غیرت آئی کہ فرزند رسول کو میں پچھاڑ دوں۔ میں نے عزت و ذلت کی کوئی پروا نہ کی اور چھڑ گیا۔ اس شب کو اُس نے خواب میں دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی خوش ہیں اور فرما رہے ہیں: تو نے ہمارے فرزند کی عزت کا پاس کیا، ہم نے تیری مغفرت کے لئے دعا کی جو مقبول ہو گئی۔ پھر دنیا نے دیکھا اور جس کو ہم سب تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت جنید تمام اولیاء کرام کے سر تاج بنائے گئے،

جنید آج سید الطائفہ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔

امام شافعی اور احترامِ سید:

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پڑھا رہے تھے، سامنے ایک مکان کے اوپر بچے کھیل رہے تھے، آپ کبھی بیٹھتے تھے کبھی اٹھتے تھے، لوگوں نے دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا ایک صاحبزادے سید میدان میں کھیل رہے ہیں جب وہ میرے سامنے آجاتے ہیں تو میں تعظیم کے لئے کھڑا ہو جاتا ہوں۔

فائدہ: سید بد مذہب (مرزائی، وہابی، شیعہ، دیوبندی) ہو جائے یا کوئی اور ایسا مذہب اختیار کرے جس سے ارتداد لازم آئے تو وہ سادات کی نسل و نسب سے منقطع ہو جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ مبارکہ میں اس مسئلہ کو دلائل سے ثابت فرمایا ہے۔ منجملہ اُن دلائل کے ایک یہ بھی ہے کہ وراثت سے محروم ہے اور نہ ہی اسکی وراثت اہل اسلام کو ملتی ہے۔ مزید تحقیق فتاویٰ رضویہ شریف اور فقیر کی کتاب ”بے ادب بے نصیب“ میں ہے۔

امام اہل سنت شاہ احمد رضا اور آدابِ سادات:

ذیل میں ہم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے آدابِ سادات کے واقعات عرض کر رہے ہیں۔

ایک مرتبہ کبرسنی کے عالم میں آپ کے عقیدت مند آپ کو پاکی میں بٹھا کر کہیں لے جا رہے تھے۔ کہا روں نے پاکی اٹھائی ہوئی ہے، چند قدم آگے چلے تھے کہ پاکی سے آواز آئی کہ پاکی روک دو۔ پاکی رکھ دی گئی۔ حضرت اضطراب کے عالم میں

پالکی سے باہر نکلے، کہاروں کو قریب بلایا، بھرا آئی ہوئی آواز میں پوچھا۔ آپ لوگوں میں سے کوئی آل رسول تو نہیں۔ آپ نے جد اعلیٰ کا واسطہ دے کر فرمایا: سچ بتائیے۔ میرے ایمان کا ذوق لطیف تن جاناں کی خوشبو محسوس کر رہا ہے۔ اچانک ان کہاروں میں سے ایک کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا، پیشانی پر غیرت و پشیمانی کی لکیریں ابھر آئیں۔ دیر تک خاموش رہنے کے بعد نظر جھکائے دبی زبان میں کہا: حضور! میں اس چمن کا مرجھایا ہوا پھول ہوں، جس کی خوشبو سے آپ کی مشامِ جاں معطر ہے۔ رگوں کا خون نہیں بدل سکتا اس لئے آل رسول ہونے سے انکار نہیں۔ اپنی برباد زندگی کو دیکھ کر یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ چند ماہ سے آپ کے شہر میں آیا ہوں۔ ذریعہ معاش کوئی نہیں تھا، پالکی اٹھانے والے لوگوں سے رابطہ قائم کر لیا ہے، ہر روز ان کے ساتھ آ کر بیٹھ جاتا ہوں اور شام کو اپنی مزدوری لے کر بال بچوں کا پیٹ پالتا ہوں۔ لوگوں نے پہلی بار تاریخ کا یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھا کہ عالم اسلام کے مقتدر امام احمد رضا کی دستار فضیلت اُس کے قدموں پر ہے اور پر نم آنکھوں سے التجا ہو رہی ہے۔ معزز شہزادے! میری گستاخی معاف کر دو، لاعلمی میں خطا سرزد ہو گئی ہے۔ غضب ہو گیا کہ جن کے کفشِ پا کا تاج میرے سر کا سب سے بڑا اعزاز ہے، اُن کے کندھے پر سواری کروں، قیامت کے دن اگر کہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھ لیا کہ اے رضا! کیا میرے فرزند کا دوش نازنین اس لئے تھا کہ تیری سواری کا بوجھ اٹھائے، تو میں کیا جواب دوں گا۔

حاضرین عشق کی ناز برداریوں کا یہ رقت آمیز منظر دیکھ رہے ہیں۔ آخر ایک التجائے شوق پیش کی کہ شہزادے! اب تم پالکی میں بیٹھو اور میں اپنے کندھے پر اٹھاؤں۔ ہزار انکار کے باوجود آخر سیدزادے کو عشق جنون کی ضد ماننی پڑی۔ اہل سنت

کا جلیل القدر امام کہاروں میں شامل ہو کر اپنی عالمگیر شہرت کا سارا اعزاز سنبھالے حبیب کے لئے گننام مزدور کے قدموں میں نثار کر رہا ہے۔ اللہ اکبر! یہ ایمان افروز منظر دیکھ کر یقیناً کدورتوں کا غبار چھٹ گیا ہوگا، اور غفلتوں کی آنکھ کھل گئی ہوگی۔ عموماً آج کل محبت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا نام حب اہل بیت پڑ گیا ہے، یہ سراسر غلط ہے جیسا کہ تفصیل سے عرض کیا گیا ہے۔

مسائل عاشورا:

ذیل میں عاشورا کے متعلق مسائل عرض کئے جاتے ہیں تاکہ عوام بہت سے اغلاط سے محفوظ ہو جائیں۔

مسئلہ: عاشورا کے دن نہانا، دوستوں، عزیزوں اور قرابت داروں کی ملاقات کے لیے جانا، طعام وغیرہ میں توسیع جائز ہے جبکہ بد مذہب، شیعہ و خوارج سے تشبیہ مد نظر نہ ہو جیسے نصاریٰ اور عجمیوں کے عیدوں کے ایام میں اتفاقیہ طور پر یا کسی مصلحت کے تحت اچھا لباس پہنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ ان سے تشابہ مطلوب نہ ہو۔

تشبیہ: عاشورا یا محرم کی پہلی تاریخوں میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے واقعات بالخصوص ایسے واقعات جو رونے رلانے والے ہوں اور ان سے شہدائے کربلا کے منانی بیانات ہوں، بیان نہ کئے جائیں تاکہ روافض سے تشبیہ نہ ہو۔ اس مرض میں اہلسنت بالخصوص مبتلا ہیں (جیسے شیعہ اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کی بیبیوں کے نام لے کر انکی بے پردگی کا تذکرہ کرتے ہیں ہمارے بعض جاہل واعظین بھی کہہ دیتے ہیں کہ بیبیوں کے منہ پر طمانچے مارے گئے خیموں کو آگ لگا دی گئی وغیرہ وغیرہ)۔ البتہ شہادت حسین

رضی اللہ عنہ بیان کرنے کا ایک طریقہ جو قہستانی نے باب الکرہتہ میں بیان فرمایا کہ اگر ان دنوں میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر اور انکی شہادت کے واقعات بیان کرنا ہیں تو ان کے ذکر شریف سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و کمالات اور ان کی شہادت کے واقعات بھی بیان کئے جائیں۔ (جیسے حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سوانح کربلا (کتاب) میں طریقہ لکھا ہے) تاکہ روافض سے تشابہ نہ ہو۔ (دیوبندیوں کے قطب العالم رشید احمد گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ میں علی الاطلاق ان دنوں ذکر حسین کو ناجائز لکھا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

تنبیہ: حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ واعظ و مقرر پر بالخصوص اور عوام پر بالعموم حرام ہے کہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آپس کے جھگڑوں اور نزاعی باتوں کا ذکر کریں کیونکہ اس طرح سے ان سے سوء ظنی اور ان پر طعن و تشنیع کا کاروازہ کھلتا ہے جبکہ وہ دین کے بہت بڑے ستون تھے۔ اگر کسی وقت ان کے باہمی منازعات و خصومات کا ذکر چل نکلے تو ایسا پہلو اختیار کیا جائے کہ ان کے علوشان پر دلالت کرے یا کم از کم اُسے خطائے اجتہادی (جیسے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے) پر محمول کیا جائے کیونکہ ان کے اختلاف منی بردین و دیانت تھے نہ کہ برائے طلب دنیا اور ریاست و حکومت۔ جیسا کہ دین سے عشق رکھنے والے کو معلوم ہے۔

انتباہ: ان دنوں تعزیہ نکالنا، ماتم کرنا، سیاہ لباس پہننا، سخت گناہ ہے بلکہ ماتم کے تماشہ پہ جانا شیعہ جیسے مراسم کرنا جرم عظیم ہے۔ ان دنوں قرآن مجید اور کلمہ و خیرات و صدقات شہدائے کربلا و دیگر نیک ارواح کو بخشتے ہیں، ترقی درجات اور رزق میں صد برکات

نصیب ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اہل سنت ماتم کی بجائے خیرات و صدقات کی بہتات کرتے ہیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل کا انجام:

قاتل حسین رضی اللہ عنہ کا انجام بہت برا ہوا، اور وہ مرتے ہی اپنے ہم جنسوں سمیت جہنم میں چلا گیا۔ کسی شاعر نے کہا:

لَا بُدَّ أَنْ تَرُدَّ الْقِيَامَةَ فَاطِمُ
وَقَمِيصَهَا بَدَمَ الْحُسَيْنِ مُلَطَّبُ
وَيُلْ لِمَنْ شَفَعَاؤُهُ وَحَصْمَاؤُهُ
وَالصُّورُ فِي يَوْمِ الْقِيَامَةِ يُنْفَخُ

ترجمہ: حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خون آلود قمیص قیامت میں لائیں گی۔ پھر اس وقت برا حال ہوگا ان کا جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک ہوئے، اُس دن جبکہ قیامت میں صور پھونکا جائے گا۔

حدیث شریف: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل جہنم میں ایک صندوق میں بند ہوگا اور اُسے تمام دُنیا کا نصف عذاب ہوگا۔

ابتداء واقعہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ:

”انسان العیون“ میں ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفیوں نے خط لکھے کہ آپ تشریف لائیے ہم آپ کی بیعت کر لیں گے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانے

کا قصد کیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روکا اور فرمایا: وہ لوگ بڑے غدار ہیں، انہوں نے آپ کے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور آپ کے بھائی حسن رضی اللہ عنہ سے دھوکہ کر کے بہت رسوا کیا۔ لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ایک نہ مانی اور کوفے کو روانہ ہوئے۔ آپ کی روانگی پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمان بہت روئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی روانگی سے پہلے حضرت امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو جائزہ لینے کے لئے روانہ کیا۔ حضرت امام مسلم کے پہنچتے ہی امام حسین رضی اللہ عنہ کے لئے بارہ ہزار آدمیوں نے بیعت کی، بعض کہتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ لوگوں نے۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کوفہ میں پہنچے تو عبداللہ بن زیاد نے یزید کی طرف سے بیس ہزار جنگجو تیار کر لئے۔ ان میں اکثر وہ تھے جنہیں بڑے بڑے انعامات کا وعدہ دیا گیا۔ ان بد بختوں کے دل سے آخرت کا خوف جاتا رہا۔ جب یزیدی لشکر نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو گھیرا تو آپ نے انکی کثرت کو دیکھ کر فرمایا کہ تین شرطوں میں سے کسی ایک پر عمل کرو:

(۱) مجھے واپس حرمین شریفین جانے دو۔

(۲) تمہارے ساتھ میرا جھگڑا نہیں، مجھے کسی دوسرے علاقے میں جانے دو۔

(۳) یزید کی ملاقات کا موقع دو تا کہ میں اُس سے بات کر لوں۔

لیکن ان بد بختوں نے ایک نہ مانی اور آپ کو جنگ کرنے پر مجبور کر دیا اور کہا کہ ہم ابن زیاد کے حکم کے پابند ہیں، یا پھر آپ یزید کی بیعت کا اقرار کریں۔ لیکن آپ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا۔ اس پر جنگ ہوئی یہاں تک کہ آپ شہید ہو گئے۔

آپ کا سرتن سے جدا کر کے ابن زیاد کے ہاں لے گئے۔ یہ سانحہ عاشورا کے دن ۱۱ھ میں ہوا۔

(ف) ”روضۃ الاخیار“ میں لکھا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کربلا (عراق) میں ہے اور آپ کا سر مبارک دمشق کی ایک مسجد میں ہے۔ (روح البیان) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی:

کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ کر عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی امت میں خوب خوزریزی ہو رہی ہے۔ آپ نے فرمایا: ہونے دو۔ انہوں نے میرے نواسے کو شہید کر ڈالا، انہیں میری نسبت کی بھی شرم و حیا نہ آئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور کربلا:

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایک روز جنگ صفین کے موقع پر کربلا سے گزرے تو ایک لمحہ کے لئے یہاں ٹھہر کر پوچھا کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ عرض کی گئی: اسے کربلا کہتے ہیں۔ کربلا کا نام سن کر آپ خوب روئے یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حاضر ہوا تو وہ رورہے تھے اور فرمایا: ابھی میرے ہاں جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور بتایا کہ میرا تخت جگر (حضرت) حسین رضی اللہ عنہ فرات کے کنارے کربلا نامی دھرتی پہ شہید ہوگا۔ چنانچہ وہاں کی مٹی مجھے دی گئی۔ میں نے اُسے سونگھا اس لئے میری آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو گئے۔

کربلا کی مٹی اور علم غیب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

مروی ہے کہ مذکورہ بالا مٹی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شیشی میں رکھوا دی اور بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ یہ مٹی اُس دھرتی کی ہے جہاں میرا لخت جگر حسین (رضی اللہ عنہ) شہید ہوگا۔ جب یہ مٹی اسی شیشی میں سرخ ہو جائے گی تو یقین کر لینا کہ میرا حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گیا۔ بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے وہ مٹی سرخ ہو گئی اور کسی سے غائبانہ آواز میں

یہ اشعار سنئے

أَيُّهَا الْقَاتِلُونَ جُهَلًا حُسَيْنًا
أَبْشِرُوا بِالْعَذَابِ وَالتَّذْلِيلِ
قَدْ لَعَنْتُمْ عَلَى لِسَانِ ابْنِ دَاوُدَ
وَمُوسَى وَحَامِلِ الْإِنجِيلِ

ترجمہ: اے جہالت سے حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والو! سن لو تمہیں بڑا عذاب اور ذلت و خواری ہوگی۔ اس سے قبل تم پر داؤد، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام نے لعنت کی۔ بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: یہ اشعار سن کر میں زار زار رونے لگی۔

اعجوبہ: مروی ہے کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو آسمان پر سرخی پھیل گئی۔ حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آسمان پر شفق کے ساتھ سرخی پہلے ادوار میں نہیں ہوتی تھی یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد شروع ہوئی۔

نکتہ: ابن الجوزی یہاں پر ایک بہترین نکتہ لکھتے ہیں، وہ یہ کہ جب کسی کو سخت غصہ آتا ہے تو سرخی اس کے چہرے سے نپکتی ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوا، لیکن چونکہ وہ جسمانییت سے پاک اور منزہ ہے اسی لئے اپنے غضب کی علامت آسمان سے ظاہر فرمائی تاکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت دُنیا والوں کو معلوم ہو۔

اعجوبہ: شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کے دن جس پتھر کو اٹھایا جاتا وہی خون سے لبریز ہوتا۔

قاتلانِ حسین کے بد انجام کی تفصیل:

ابوالشیخ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے میں شریک تھے یا معین مددگار تھے ان میں سے ہر ایک فرداً فرداً گندی موت مرا۔ ایک بوڑھے نے یہ روایت سنی تو کہا کہ میں بھی تو حسین (رضی اللہ عنہ) کے قتل میں شریک تھا بچھے تو تا حال چھ نہیں ہوا۔ یہ کہہ کر وہ اٹھا تا کہ چراغ بجھائے۔ اچانک آگ نے بوڑھے پر حملہ کر دیا۔ ہائے آگ، ہائے آگ کہتا ہوا بھاگا، آگ تو اُس کے رگ و ریشے کو جلا رہی تھی۔ اُس نے آگ سے بچنے کے لئے دریائے فرات میں چھلانگ لگا دی لیکن آگ نے اُسے وہاں بھی نہ چھوڑا۔ آخر ہائے آگ، ہائے آگ کہتا ہوا مرا۔ ان میں سے بعض بد بختوں کے چہرے سیاہ ہو گئے، بعض مارے گئے، بعض اندھے ہو گئے، بعض کی نوکریاں چھن گئیں وغیرہ۔

سبق: اہل بیت نبوی کے دشمنوں سے دور رہنا لازمی ہے کیونکہ ان سے دوستی کرنا

اہل بیت سے دشمنی کرنے کا دوسرا نام ہے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اہل بیت کی عزت و عظمت کو دل میں جگہ دے، اللہ تعالیٰ انہیں عزت و عظمت بخشے گا۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص تین باتوں کا خیال رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کے دین کی حفاظت فرمائے گا۔

اور جو انکی حفاظت نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اس کے دین کی حفاظت نہیں کریگا۔ وہ تین یہ ہیں۔

(۱) حرمت الاسلام

(۲) حرمت نبی آخر الزماں

(۳) حرمت اہل بیت (قرابت دار حضور علیہ السلام)

جو شخص میری عزت اور انصار و عرب کا احترام نہیں کرتا وہ ان باتوں میں سے ایک کے ساتھ ضرور متعلق ہے۔

(۱) منافق ہے۔

(۲) ولد الزنا ہے۔

(۳) حیض و نفاس یا ناپاکی کے دوران اُس کا نطفہ ٹھہرا ہے۔

(روح البیان و صواعق محرقہ ابن حجر)

درکار دیں زمر دم بے دین مدد مخواہ

از ماہ منخف مطلب نور صبحگاہ

ترجمہ: دینی امور کی مدد بے دین سے نہ چاہو۔ صبح کی راتوں میں چاند سے صبح کی روشنی مت چاہو۔

گستاخ ولد الزنا ہیں یا حرام زادے:

مذکورہ بالا حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ محبوبانِ خدا کے گستاخ یا ولد الزنا ہیں یا حرام زادے، فقیر نے آزمایا ہے، ناظرین بھی آزمائیں۔ ایسے ہی جو نیک خاندان سے بد مذہب، وہابی، شیعہ، دیوبندی، مرزائی وغیرہ ہو جاتا ہے تو اس کے نطفے میں بگاڑ ہوتا ہے۔ اگر زنا کا نطفہ نہ ہوگا تو اپنے باپ کا وہ نطفہ ہوگا جو بحالت حیض و نفاس ماں کے پیٹ میں ٹھہرا ہے یا والد گرامی کی سستی سے جماع بعد بلا غسل و بلا وضو دوسرے جماع کے دوران ٹھہرا ہے (اسے ولد الحرام سے تعبیر کیا گیا ہے) اس دوران نطفہ ٹھہرنے سے بچے میں بد مذہبی اور فسق و فجور اور ظلم و جرائم پیشہ اور ام الصبیان کے حملوں کا امکان ہوتا ہے۔ (آج کل ہمارے بھائی شرع مطہرہ کے اصول سے غفلت برتنے کی وجہ سے اولاد کو جس طرح جن رہے ہیں وہ ظاہر و عیاں ہے۔ فقیر اویسی کیا عرض کرے، خدا تعالیٰ ہدایت دے۔ آمین)

دشمنانِ اہل بیت کا انجام برباد:

عبداللہ ابن حصین جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا پیاسا تھا، میدانِ جنگ میں آپ کو لٹکارتے ہوئے کہنے لگا: اے حسین! اب پانی تو تمہارے لئے آسمان کے جگر کی طرح نایاب ہو گیا ہے اور قسم بخدا تو پانی کے ایک قطرے کے بغیر پیاسا مر جائے گا۔ حضرت امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ! اسے پیاسا ہی مار دے۔ چنانچہ آپ کی یہ دعا بارگاہِ الہی میں مستجاب ہوئی کہ وہ بار بار پانی پیتا مگر پیاس نہ بجھتی، بالآخر اسی حالت میں مر گیا۔

ورغہ تباہ:

منقول ہے کہ ایک شخص جس کا نام ورغہ تھا بہت بد بخت و نامراد تھا، اس نے حضرت امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو تیرا مارا جو آپ کے تالو میں لگا، جس وجہ سے آپ پانی نہ پی سکے۔ آپ نے بارگاہ الہی میں دعا کی۔ اے اللہ! اسے پیاس سخت سے مار۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ خبیث چیخ و پکار کرتا اور کہتا تھا کہ میرے پیٹ میں آگ بھڑک رہی ہے اور میری پیٹھ میں برف لگی ہوئی ہے۔ وہ اپنے سامنے برف اور سچھے رکھتا اور پیچھے پیٹھ پر آگ کی بھرپور انگیٹھی رکھتا اور پکار کر کہتا مجھے پانی پلاؤ۔ اس کے سامنے ستو، پانی اور دودھ کا اتنا بڑا برتن لایا جاتا کہ اگر پانچ آدمی پیتے تو ان کے لئے کافی ہوتا، وہ بد بخت اکیلا ہی پی جاتا اور پکار پکار کر کہتا کہ میں پیاس سے مر رہا ہوں۔ اسے اسی طرح پانی پلایا جاتا رہا۔ چنانچہ اس بد بخت کا پیٹ اونٹ کی طرح بڑھ گیا اور جب تک زندہ رہا اسی مرض میں مبتلا رہا۔

قاتلانِ امام عالی مقام کا انجام تباہ:

ایک بوڑھا بد بخت جو حضرت امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شامل تھا، اُسے پتہ چلا کہ جن لوگوں نے قتلِ حسین میں شمولیت کی ہے وہ اپنی موت سے پہلے ضرور مصائب میں گرفتار ہوں گے۔ وہ بوڑھا کہنے لگا کہ میں بھی کربلا میں موجود تھا مجھے تو آج تک کوئی تکلیف نہیں آئی۔ یہ کہہ کر دیا ٹھیک کرنے کے لئے اٹھا، آگ بھڑک کر اُسے لگ گئی، وہ زور زور سے چلا رہا تھا، آگ، آگ اور مرتے دم تک ایسے ہی واویلا کرتا رہا۔

قاتلانِ امام کا ذبح ہونا:

منقول ہے کہ ایک شخص جو دشمنانِ عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ تھا بوقتِ شہادت حاضر تھا، اندھا ہو گیا۔ اس سے اندھا ہونے کے متعلق دریافت کیا گیا تو وہ کہنے لگا کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آستین جڑھائی ہوئی ہیں اور امام عالی مقام کے دس قاتل آپ کے سامنے ذبح ہوئے پڑے ہیں۔ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے دیکھا تو مجھے لعنت کرتے ہوئے خفگی کا اظہار فرمایا کہ محض اس جرم پر کہ میں نے مخالفت نہ کرتے ہوئے بھی اس لشکر میں شامل ہو کر تعداد تو بڑھادی تھی۔ پھر آپ نے خونِ حسین رضی اللہ عنہ کے ایک سرے کی سلامتی میری آنکھوں میں لگادی، جب صبح بستر سے اٹھا تو خود کو اندھا پایا:

چہرے کا سیاہ ہو جانا:

منقول ہے کہ ایک بد بخت شخص نے حضرت امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک اپنے گھوڑے کے گلے سے باندھ دیا۔ کچھ دنوں کے بعد اس بد بخت کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ اُس سے اس بارے میں پوچھا گیا: تو تو ایک خوبصورت نوجوان تھا، یہ کیسے ہو گیا۔ بد بخت کہنے لگا کہ جب سے میں نے امام عالی مقام کا سر مبارک اٹھایا تو ہر رات دو آدمی آتے ہیں، مجھے کندھے سے پکڑتے ہیں، پھر مجھے بھڑکتی ہوئی آگ کے پاس لے جاتے ہیں، مجھے اس میں دھکیلنا چاہتے ہیں مگر میں پیچھے ہٹتا ہوں۔ مجھے آگے کھینچتے ہیں۔ اب میری یہ حالت ہے کہ میرا چہرہ سیاہ ہو گیا، پھر وہ بد بخت بری موت سے مرا۔

ازالہ وہم:

فقیر نے اہل بیت کے باب میں صرف اور صرف یعنی اکثر ذکر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا بیان کیا ہے اس لئے کہ ہمارے دور میں حضرت امام حسین و آل حسین اور سادات کرام کو ذلت کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے اور انکی تحقیر و تذلیل میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا جاتا ہے اور یزید کی محبت و عقیدت پر اسی طرح دلائل قائم کئے جاتے ہیں جیسے ہم آل حسین اور سادات کرام کی محبت و عقیدت کے لئے دلائل و براہین قائم کرتے ہیں۔ اس طرح سے آل نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) و اولاد علی کے تقدس کو پامال کیا جاتا ہے کہ سادات کرام کردار و اعمال میں اتنے سُست پڑ گئے ہیں کہ کردار میں ہر گھٹیا سے گھٹیا انسان خود کو سادات سے بہتر سمجھتا ہے۔ اور علم سے اتنا دور ہو گئے ہیں کہ گویا یہ ان کا ترکہ نہیں۔ اور بد کردار اور بد مذہبوں کی نظروں میں خود کو بہت گرا دیا ہے۔ کاش! سادات کرام، اہل علم و عمل ہوتے تو آج رافضیوں، خارجیوں کے سامنے ہم خدام شرمسار نہ ہوتے۔

اہل بیت کے ادب والوں کو انعام:

ذیل میں ہم چند حکایات عرض کرتے ہیں جن سے معلوم ہو کہ اہل بیت کی عزت کرنیوالوں کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا انعام نصیب ہوتا ہے۔

ایک سیدہ خاتون کا عجیب واقعہ:

حضرت عبداللہ بن مبارک کا معمول تھا کہ وہ ایک سال حج کرتے اور ایک سال جہاد کیا کرتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک سال جبکہ میرا حج کا سال تھا۔ میں پانچ

سواشرفیاں لے کر حج کے ارادے سے چلا اور کوفہ میں جس جگہ اونٹ فروخت ہوتے ہیں پہنچاتا کہ اونٹ خریدوں۔ وہاں میں نے دیکھا کہ گڑھے پر ایک مری ہوئی بطنخ پڑی ہے اور ایک عورت اس کے پاس بیٹھی ہوئی اس کے پر نوج رہی ہے۔ میں اس عورت کے قریب گیا اور اس سے پوچھا کہ یہ کیا حرکت کر رہی ہے؟ وہ کہنے لگی: جس کام سے تمہیں کوئی واسطہ نہیں اسکی تحقیق کی کیا ضرورت ہے۔ مجھے اس کے کہنے سے کچھ فکر ہوا تو میں نے پوچھنے پر اصرار کیا۔ وہ ہنسی۔ تمہارا اسرار نے مجھے اپنا حال ظاہر کرنے پر مجبور کر دیا، میں سیدانی ہوں، میری چار لڑکیاں ہیں، ان کے باپ کا انتقال ہو گیا ہے۔ آج چوتھا دن ہے کہ ہم نے کچھ نہیں چکھا، ایسی حالت میں مردار حلال ہے۔ یہ بطنخ لے جا کر ان لڑکیوں کو کھلاؤں گی۔ ابن مبارک کہتے ہیں مجھے اپنے دل میں ندامت ہوئی اور میں نے اس عورت سے کہا کہ اپنی گود پھیلا، اُس نے پھیلائی، میں نے وہ پانچ سواشرفیاں اسکی گود میں ڈال دیں۔ وہ سر جھکائے بیٹھی رہی۔ میں وہ اشرفیاں ڈال کر اپنے گھر چلا آیا اور حج کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ جب حجاج فراغت کے بعد واپس آئے تو میں اُن سے ملا۔ جس سے ملتا اور یہ کہتا کہ حق تعالیٰ شانہ تمہارا حج قبول کرے، وہی یہ کہتا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حج بھی قبول کرے۔ اور جب میں کوئی بات کرتا تو وہ کہتے: ہاں ہاں فلاں جگہ تم سے ملاقات ہوئی تھی۔ میں بڑی حیرت میں تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ میں نے ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عبداللہ! تعجب کی بات نہیں ہے، تو نے میری اولاد میں سے ایک مصیبت زدہ کی مدد کی تھی، میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ تیری طرف سے ایک فرشتہ مقرر کر دے جو ہر سال تیری طرف سے قیامت تک حج کرتا رہے، اب تجھے اختیار ہے چاہے حج کرنا یا نہ

کرنا۔ (فضائل حج از زکریا کاندھلوی رسالہ مفت روزہ خدام الدین لاہور)

فائدہ: (۱) یہ واقعہ اسلاف رحمہم اللہ کی کتب میں موجود ہے لیکن ہم نے مخالفین کی کتاب اور رسالہ سے نقل کیا تا کہ سند رہے۔ خدام الدین نے حکایت نقل کرنے کے بعد لکھا کہ اس واقعہ میں ہمارے اور آپ کے لئے کئی پہلو ایسے ہیں جو سبق حاصل کرنے کے ہیں۔ مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرنا اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا پسند ہے اور یہ عمل دینی اعتبار سے جہی اور اخلاقی لحاظ سے بھی کتنا بلند اور اجر و ثواب کا باعث ہے لیکن ہمارے اندر جہاں اور بہت سی خرابیاں ہیں وہاں ہم نے دوسروں کی مدد کرنا بھی چھوڑ دیا ہے۔

(۲) تبصرہ اویسی غفرلہ:

نہ صرف مذکورہ فائدہ حاصل ہوا بلکہ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سادات کی تعظیم و تکریم پر کتنا بڑا انعام نصیب ہوا کہ ہر سال حضرت عبداللہ کی طرف سے ایک فرشتہ ہمیشہ حج کرتا رہے گا۔

(۳) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سادات کی تعظیم و تکریم پر خوش ہو کر دعائیں دیتے ہیں اور آپکی الحمد للہ ہر دعاستجاب ہے۔

(۴) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر امتی کے حال سے باخبر ہیں، آپ پر کسی کا حال مخفی نہیں خواہ وہ عمل اتنا پوشیدہ ہو کہ سوائے اُس کے اور کسی کو معلوم نہ ہو، اسی لئے ہم کہتے ہیں۔

فریاد اُمّتی جو کرے حالِ زار میں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

(فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ)

(۵) اسی معنی پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم علم غیب کلی کا عالم اور
حاضر و ناظر اور عالم کائنات میں متصرف باذن اللہ و عطاء مانتے ہیں۔

سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی تعظیم و تکریم اور ادب کا کعبہ معظمہ کے سامنے
عجیب نظارہ!

جب ہشام بن عبدالمالک اپنے والد کے دور میں حج کرنے گیا، طواف کرتے
ہوئے کوشش کی کہ حجر اسود کو بوسہ دے لیکن نہ دے سکا۔ اس کے لئے کرسی بنائی گئی جس
پر بیٹھ کر حجاج کے ہجوم کو دیکھا۔ اس کے ساتھ اعیان دولت و ارکان مملکت بھی تھے لیکن
لوگوں نے کوئی پرواہ نہ کی۔ اچانک سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تشریف لائے،
آپ حسین و جمیل تھے، آتے ہی طواف کرنے لگے۔ جو نہی آپ حجر اسود کے قریب پہنچے
تو لوگ آپ کے لئے خود بخود حجر اسود سے دور کھڑے ہو گئے تاکہ آسانی سے حجر اسود کو
بوسہ دے سکیں۔ یہ منظر دیکھ کر ہشام نے شامیوں سے پوچھا: یہ بزرگ کون ہیں جنکی
ہیبت سے لوگ حجر اسود کو چھوڑ کر ان کے لئے فارغ کر دیا۔ اس نے عدا کہہ دیا: نا معلوم
یہ کون ہے اس خطرہ سے کہ اہل شام ان سے وابستہ نہ ہو جائیں۔ فرزدوق شاعر نے کہا:
اجازت ہو تو میں ان کا تعارف کراؤں۔ شامیوں نے کہا ضرور تعارف کرائے۔ فرزدوق
نے بہت بڑا قصیدہ پڑھا جس کے چند اشعار تمبر کا حاضر ہیں۔

هَذَا الْبَنُّ خَيْرُ عِبَادِ اللَّهِ كُنْتُمْ
 هَذَا التَّقِيُّ النَّقِيُّ الظَّاهِرُ الْعَلَمُ
 هَذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطَابَهُ
 وَالْبَيْتُ يَعْرِفُهُ وَالْحِلُّ الْحَرَمُ

ترجمہ: یہ انکی اولاد سے ہیں جو تمام مخلوق سے افضل ہیں یہ پرہیزگار اور ظاہر اباطن پاک مشہور و معروف بزرگ ہیں یہ وہ ہیں۔ جن کے قدم میمنت لزوم کو بطحاء پاک اور مکہ اور حبل و حرم کا ذرہ ذرہ جانتا ہے۔

فرزدق کو قید از ہشام اور اہل بیت سے انعام:

ہشام غصہ سے بھر گیا، اسی لئے فرزدق کو قید کرا دیا جب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ نے بارہ ہزار درہم بطور عطیہ بھجوائے لیکن فرزدق نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے بلا کسی طمع و لالچ کے آپکی منقبت پڑھی تھی۔ آپ نے پھر دوبارہ بھیج کر فرمایا، تیری نیت کو اللہ جانتا ہے، میں نے بھی اس ارادہ پر نہیں بھجوائے کہ تو نے ہمارا قصیدہ پڑھا بلکہ ویسے احسان و مروت کے طور حاضر ہے۔ ویسے تجھے اللہ بڑا اجر عطا فرمائے کہ تو نے بلا طمع و لالچ ہماری منقبت پڑھی۔ فرزدق کو جب آپ کا والا نامہ پہنچا تو اس نے والا نامہ کو چوما اور عطیہ پاس رکھ لیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ایک
 دوسرے کا ادب کرنا:

شععی سے مروی ہے کہ حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کا تب وحی، اپنی والدہ کی نمازہ جنازہ پڑھائی، اسکے بعد انکی سواری کے لئے اونٹ لایا گیا۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اونٹ کی نکیل پکڑی، اس پر حضرت زید نے کہا: اے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے صاحبزادے! میری رکاب چھوڑ دیجئے (کیونکہ مجھے آپ کی قرابت رسول سے شرم آتی ہے) اور حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم عالموں کی قدموں کی منزلت کریں۔ پھر حضرت زید نے اتر کر ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہمیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ ہم اہل بیت رسول کی تعظیم و توقیر کریں۔

(مدارج النبوة)

فوائد: (۱) صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کے پیش نظر ادب کر رہے ہیں، یہی ہمارا مطلب ہے کہ نسبت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم واجب التعظیم ہے اور وہی حضرت زید نے کیا کہ اُونٹنی سے اتر کر ہاتھوں کو بوسہ دیا۔

(۲) بوسہ معظمت سنت صحابہ ثابت ہوا

(۳) اہل بیت کا اطلاق نہ صرف آلِ فاطمہ رضی اللہ عنہم کے لئے ہے بلکہ جملہ اقارب رسول مع ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہم پر ان کا اطلاق ہوتا ہے۔

(۴) اہل علم کی تعظیم و تکریم اہل بیت کا شیوہ ہے۔ جو اہل بیت ہونے کا مدعی ہو یا بہت بڑے مراتب دنیوی یا دینی کا حامل ہو کر اہل علم کی عزت نہ کرے، وہ متکبر ہے۔

ماں کا مارا:

سب کو معلوم ہے کہ ماں باپ کا گستاخ کبھی نہیں بخشا جاتا جب تک ماں باپ راضی نہ ہوں، لیکن افسوس ہے کہ بے ادب لوگ تو اس طرف توجہ نہیں دے رہے،

ہمارے عوام بھی اُنہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، حالانکہ واضح مسئلہ ہے کہ ہمارے ماں باپ محبوبانِ خدا بالخصوص انبیاء، صحابہ و اہل بیت و اولیاء کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ اب ایک ماں کے گستاخ کا حال پڑھئے، ابن حوشب اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ:

میں ایک بار ایک علاقہ سے گزرا، وہاں ایک قبرستان تھا۔ عصر کے بعد میں دیکھا کہ ایک قبر شق ہو گئی اور اُس میں سے آدمی نکلا، اس کا سر گدھے کا تھا مگر جسم آدمی کا تھا وہ قبر سے نکل کر تین بار گدھے کی طرح ہنھنایا اور پھر قبر میں چلا گیا اور قبر بند ہو گئی۔ میں نے اہل قبیلہ سے اس قبر والے کا حال پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ شرابی تھا۔ جب اسکی ماں اسے نصیحت کرتی تو وہ کہتا کہ خواہ مخواہ تو گدھے کی طرح چیختی ہے۔ چنانچہ وہ عصر کے بعد مر گیا اور ہر روز عصر کے بعد اسکی قبر شق ہوتی ہے اور وہ تین بار چیختا ہے۔

مقامِ غور:

جب ماں کے گستاخ اور بے ادب کا یہ حال ہے تو بتائیے انبیاء بالخصوص امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام و اہل بیت عظام و اولیائے کرام کے بے ادب و گستاخ کا کیا حشر ہوگا؟ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ۔

گستاخان اولیاء و علماء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔

حضرت امام اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ نے تفسیر روح البیان میں لکھا کہ منکرین

اولیاء ہامان، نمرود، فرعون اور جادو گروں کے نقشِ قدم پہ چل رہے ہیں۔

یہ لوگ اولیاء اللہ سے بدظن کرنے میں طرح طرح کے حیلے کرتے ہیں اور

چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونک مار کر بچھا دیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ اسکے

پیاروں کے انوار تا قیامت چمکتے رہیں۔ کسی نے اس مضمون کی ترجمانی یوں کی ہے۔

اگر کیتی سراسر باد گیر

چراغ مقبلان ہر گز نمیرد

ترجمہ: اگرچہ زمانہ سارا مٹ جائے لیکن مقبولانِ خدا کا چراغ ہرگز نہ بجھے گا۔

مثنوی شریف میں ہے۔

ہر کہ بر شمع خدا آرد پفو

شمع کے میرد بسوزد پوز او

ترجمہ: جو بھی اللہ کی شمع بجھانے کے لئے اس پر پھونک مارتا ہے، شمع نے کیا بجھنا ہے

الٹا اسکی ناک جل جائے گی۔

ف: سورج کو اللہ نے بلندی پر بنایا، اب کسے طاقت ہے کہ وہ اُسے نیچے گرا سکے۔

ایسے ہی مٹی کو اللہ نے سفلی بنایا ہے، اب کون ہے جو اُسے علوی بنا سکے۔ مولانا جامی قدس

سرہ نے فرمایا:

پستت قدر سفلہ اگر خود کلاہ جاہ
براج زنداز گردش زمان
سفلیت خاک اگرچہ نہ بر مقتضائے طبع
ہمراہ گرد باد کشد سر بر آسمان

ترجمہ: کمینہ نہایت ہی پست قدر ہے اگرچہ بظاہر کتنا ہی بلند قدر ہو، یہاں تک کہ اُسے گردشِ زمانہ سلطنت کی بلندی پر بٹھا دے۔ مٹی اگرچہ بظاہر کم مرتبہ ہے لیکن اسے اسی تواضع پر ہوا اڑا کر آسمان کی طرف لے جاتی ہے۔

اولیاء کرام کے لئے عوام کو ہدایات:

چونکہ اولیاء کرام کا فیضانِ تاقیامت جاری رہے گا اسی لئے اُن کے متعلق شاہ

ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ چند ہدایات ارشاد فرماتے ہیں:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صاحبِ قدس سرہ ”مہمعات“ میں لکھتے ہیں:

”ازیں جاست حفظ اعراس مشائخ و مواظبت زیارت قبور ایشاں و التزام

فاتحہ خواندن و صدقہ دادن برائے ایشاں و اعتنائے تمام کردن بر تعظیم آثار و اولاد و

منتسبان ایشاں“۔

اس سے معلوم ہوا کہ پابندی سے مشائخ کا عرس منانا، ان کے مزارات کی

پابندی سے زیارت کرنا، فاتحہ صدقہ اور انکے آثار، اولاد اور نسبت رکھنے والوں سے مکمل

توجہ کا برتاؤ کرنا، ثواب ہے۔

علاوہ ازیں: اہلسنت کے مراسم و معمولات کا اثبات مخالفین اور ہمارے مقتدر پیشواوں سے ثابت ہوا۔ مثلاً

(۱) عرس (۲) زیارت قبور اولیاء کا التزام (۳) انکے صدقہ و خیرات مثلاً گیارہویں شریف وغیرہ کا اہتمام (۴) ان کے متعلقات مثلاً مزارات اور غلاف اور چوکھٹ وغیرہ کی تعظیم و تکریم (۵) انکی اولاد و خلفاء و دیگر منتسبین کا احترام وغیرہ۔

مشائخ کی مساجد کی تعظیم و تکریم و تبریک:

ہم اہلسنت اولیائے کرام کی مساجد و دیگر قدیم آثار سے پیار کرتے اور انکی زیارت کو جاتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۳ھ ”فیوض الحرمین“ ص ۲۰ میں لکھتے ہیں:

مَنْ ارَادَ أَنْ يَحْصُلَ لَهُ مَالِ الْمَلَأِ السَّافِلِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فَلَا سَبِيلَ إِلَى ذَلِكَ إِلَّا اعْتَصَامَ الطَّهْرَاتِ وَالْحُلُولِ بِالْمَسَاجِدِ الْقَدِيمَةِ الَّتِي صَلَّى فِيهَا جَمَاعَاتٌ مِنَ الْأَوْلِيَاءِ۔

ترجمہ: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اُسے وہ مقام حاصل ہو جائے جو فرشتوں کے نچلے طبقہ کا ہے تو اس کے لئے اس کے سوا کچھ چارہ نہیں کہ پاکیزگی کو لازم پکڑے اور پرانی مساجد میں جائے جہاں بزرگانِ دین نے نمازیں ادا کی ہیں۔

فوائد: (۱) بقول مخالفین حدیث شریف میں تین مساجد کو جانے کے سوا باقی مساجد کو سفر کر کے جانے کی نفی ہے لیکن شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ اولیاء کرام کی مساجد کی حاضری کو ملکی درجہ عطا فرما رہے ہیں۔ اب مخالفین جانیں اور شاہ ولی اللہ۔

(۲) اولیائے کرام جہاں عبادات میں مشغول رہتے ہیں وہ مقامات مقدس و متبرک ہوتے ہیں اور ان سے برکات و قیامت حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ اسی لئے ہم محبوبانِ خدا کے مزارات کے علاوہ ان کی عبادت گاہوں کو بھی مقدس سمجھتے ہیں۔ حضور معین الدین اجمیری قدس سرہ کی اعتکاف گاہ حضور داتا اقدس سرہ کے مزار کے ساتھ تاحال زیارت گاہ ہے اور اس سے بھی اہل ایمان فیوض و برکات پاتے ہیں۔

مشائخ و اولیاء کے تبرکات کا مرتبہ:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

إِنَّ الْإِنْسَانَ إِذَا صَارَ مَحْبُوبًا فَكَانَ مَنْظُورَ الْحَقِّ وَ لِلْمَلَأِ الْأَعْلَى
عُرُوسًا جَمِيلًا فَكُلُّ مَكَانٍ حَلَّ فِيهِ أَنْعَقَدَتْ وَ تَعَلَّقَتْ بِهِ هَمَمُ الْمَلَأِ الْأَعْلَى
وَأَسَاقٍ إِلَيْهِ أَفْوَاجِ الْمَلَائِكَةِ وَأَمْوَاجِ النُّورِ لَا سِوَمَا إِذَا كَانَتْ رَحْمَةً تَعَلَّقَتْ بِهَذَا
الْمَكَانِ وَاللُّعَارِفِ الْكَامِلِ مَعْرِفَةً وَ حَالَ لَهُ هِمَّةٌ يَحِلُّ نَظْرُ الْحَقِّ يَتَعَلَّقُ بِأَهْلِهِ
وَمَالِهِ وَ بَيْتِهِ وَ نَسْلِهِ وَ نَسَبِهِ وَ قَرَائِبِهِ وَأَصْحَابِهِ يَشْمَلُ الْمَالَ وَالْجَاهَ وَ غَيْرَهُ
وَيُصَلِّحُهَا فَمَنْ ثَمَّة تَمَيَّزَتْ مَأْثِرُ الْكَمَلِ مِنْ مَأْثِرِ غَيْرِهِمْ -

(فیوض الحرمین ص ۴۹)

انسان جب مقامِ محبوبیت پر پہنچ جائے تو وہ حضرت حق میں منظور ہوتا ہے اور ملائعہ اعلیٰ کے لئے دلہن کی مانند ہوتا ہے، پھر ہر وہ جگہ جس میں وہ اترے گا اُس کے ساتھ ملائعہ اعلیٰ کی ہمتیں وابستہ ہوں گی۔ فرشتوں کی فوجیں اور نور کی موجیں اسکی طرف متوجہ ہوں گی، بالخصوص جب اُس کی ہمت اس مکان سے متعلق ہوگی۔ اور وہ عارف جو معرفت

اور حال میں کامل ہوتا ہے اُسکی ہمت میں حق تعالیٰ کی ایسی نظر ہوتی ہے جو اس کے اہل مال، گھر، نسل، نسب، قرابت، دوست، مال و جاہ وغیرہ سب ہی کا احاطہ کر لیتی ہے اور ان تمام چیزوں کی اصلاح کرتی ہے، اس لئے کاملین کے آثار دوسروں کے آثار سے ممتاز ہوتے ہیں۔

فائدہ: اس پر مزید تبصرہ کی ضرورت نہیں اہل فہم اور دانشمندیوں کے لئے شاہ ولی اللہ کے اتنے الفاظ کافی ہیں، اور ضدی اور ہٹ دھرم کا نہ ماننا اس کی بد قسمتی کی علامت ہے۔

مشائخ اولیاء کی نشستگاہ کی تعظیم و تکریم اور تبرک:

امام احمد بن محمد مصری مالکی معاصر شیخ محقق دہلوی رحمہما اللہ نے کتاب مستطاب فَتْحُ الْمُتَعَالِ فِي مَدْحِ خَيْرِ النَّعَالِ میں امام اجل خاتمۃ المجتہدین ابو الحسن علی بن عبد الکانی سبکی شافعی متوفی ۵۶۷ھ کا ایک کلام نفیس تبرک بہ آثار امام شیخ الاسلام ابو زکریا نووی قدس اسرارہم، نقل فرمایا:

وَحَكِي جَمَاعَةٌ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ أَنَّ الشَّيْخَ الْعَلَّامَةَ تَقِيُّ الدِّينِ أَبَا الْحَسَنِ عَلِيًّا السُّبُكِيَّ الشَّافِعِيَّ لَمَّا تَوَلَّى تَدْرِيسَ دَارِ الْحَدِيثِ بِالْأَشْرَفِيَّةِ بِالشَّامِ بَعْدَ وَفَاتِ الْإِمَامِ النَّوَوِيِّ هَذَا مَنْ يُفْتَخِرُ بِهِ الْمُسْلِمُونَ خُصُوصًا الشَّافِعِيَّةُ أُشِدَّ لِنَفْسِهِ وَفِي دَارِ الْحَدِيثِ لَطِيفٌ مَعْنَى إِلَى بَسْطِ لَهَا أَصْبُوَ أَوْ لَعَلِّي أَنْ أَمْسَ وَجِهِي مَكَانًا مَسَّهُ قَدَمَ النَّوَوِيِّ وَإِذَا كَانَ هَذَا آثَارُ مَنْ ذَكَرَ فَمَا بِأَلْكَ بِآثَارِ مَنْ شَرَّفَ الْجَمِيعَ بِهِ۔

شافعیہ کی ایک جماعت نے بیان کیا کہ تقی الدین سبکی امام نووی کی وفات کے

بعد شام کے دارالحدیث میں درس حدیث کے لئے مقرر کئے گئے۔

بالخصوص شافعیہ یہاں تدریس کو ایک عظیم اعزاز سمجھتے تھے۔ اشعار کہتے کہ دارالحدیث میں ایک لطیف خصوصیت ہے، اس کے بچھونوں کی طرف مائل ہوں، شاید میری جبین ناز کو اس مقام پر لگنا نصیب ہو جہاں نووی کے قدم لگے ہوں تو جب علماء کے آثار کا یہ حال ہے تو اس ذات کے آثار کا کیا حال ہوگا جن سے تمام کو شرف حاصل ہوا۔ یعنی حضور علیہ السلام کے نعلین پاک کا نشان۔

فائدہ: تبرکات کے متعلق مزید فقیر کی کتاب ”البرکات فی التبرکات“ پڑھئے۔ یہی بنیادی مسائل ہیں جن میں ہمارا اور وہابیوں، دیوبندیوں کا اختلاف ہے۔ وہ محبوبانِ خدا صلی اللہ نبینا و علیہم وسلم کے تبرکات و آثار کے دشمن ہیں اور ہم انہیں جان سے عزیز تر سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ ترکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام و دیگر محبوبانِ خدا کے تبرکات و آثار کی جان سے بھی زیادہ حفاظت کی لیکن نجدی نے تمام تبرکات و آثار جڑ سے اکھیڑ ڈالے۔ اسی سے ناظرین خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دیوبندی وہابی نجدی کے چیلے ہیں اور ہم محبوبانِ خدا کے عشاق۔ (اس سلسلے میں صلاح الدین محمود کی کتاب ”نقش اول یا خاکِ حجاز کے نگہبان“ مطالعہ فرمائیں)

اصحابِ کہف کی بے ادبی سے موت:

مروی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ روم میں جنگ کے لئے تشریف لے گئے، آپ کا اسی کہف سے گزر ہوا تو کہنے لگے کاش! ان حضرات سے حجاب اٹھ جاتا تو ہم انکی زیارت کر لیتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم کون ہوتے

ہو ان کو دیکھنے والے، تمہارے سے افضل و اعلیٰ ذات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی انکے دیکھنے سے روکا گیا تھا:

کَمَا قَالَ تَعَالَى: لَوْ أَطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا۔

(پ ۱۵ سورہ الکہف آیت نمبر ۱۸)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اُن کے روکنے سے نہ رکنے اور کہا: میں ان کے حالات سے آگاہ ہونا چاہتا ہوں، چنانچہ چند آدمی اس غار میں داخل کئے اور حکم دیا کہ انہیں دیکھ کر انکی کیفیت ہمیں بتلاؤ۔ جب وہ اس غار میں داخل ہوئے تو ایسی زوردار ہوا چلی کہ ہوانے انہیں جلانے کے بجائے غار سے باہر پھینک مارا۔

سوال :- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے غار میں داخل ہونے کی ممانعت کا حکم کہاں سے لیا حالانکہ صریح ممانعت تو آیت میں نہیں ہے؟

جواب :- آیت سے یہ معنی دلالت ثابت ہوا، وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ایسی ہیبت رکھی ہے کہ دیکھنے والا انہیں پورے طور نہیں دیکھ سکتا، یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے روکنے پر نہ رکنے کیونکہ صریح ممانعت تو تھی نہیں اور دلالت جو معنی ثابت ہوتا ہے اُس سے انہوں نے یہ سمجھا کہ اطلاع کی ممانعت صرف ان کے اُس زمانہ تک محدود تھی جب وہ تین سو سال کے بعد اُٹھے اور لوگ ان کے حالات سے آگاہ ہوئے اور پھر ان کے دوبارہ آرام فرمانے پر ان کے اوپر مسجد بنائی۔ لیکن سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے تا قیامت پہ محمول فرمایا: اور یہی قول مبنی بر ثواب اور حق ہے۔ (روح البیان پ ۱۵)

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی بے ادبی سے انجام بد:

سید ابو بکر غزنوی اپنے والد مولانا داؤد غزنوی کی ”سوانح حیات“ کے ص ۱۹۱ پر

یہ واقعہ درج کرتے ہیں۔

مفتی محمد حسن صاحب نے ایک بار مولانا عبد الجبار غزنوی کا ایک واقعہ سنایا۔

واقعہ یوں ہے کہ امرتسر میں ایک محلہ تیلیاں تھا، جس میں اہل حدیث حضرات کی اکثریت تھی، اس محلہ کی مسجد اسی نسبت سے مسجد تیلیاں والی کہلاتی تھی۔ وہاں عبدالعلی نامی ایک مولوی امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے تھے، وہ مدرسہ غزنویہ میں مولانا عبد الجبار غزنوی سے پڑھا کرتے تھے، ایک مرتبہ مولوی عبدالعلی نے کہا ”ابو حنیفہ سے تو میں اچھا اور بڑا ہوں کیونکہ انہیں صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں اور ان سے کہیں زیادہ مجھے یاد ہیں“۔ اس بات کی اطلاع مولانا عبد الجبار غزنوی کو پہنچی، وہ بزرگوں کا نہایت ادب و احترام کیا کرتے تھے، انہوں نے یہ بات سنی تو ان کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ انہوں نے حکم دیا کہ اس نالائق (عبدالعلی) کو مدرسہ سے نکال دو۔ وہ طالب علم مدرسہ سے نکال دیا گیا تو مولانا عبد الجبار غزنوی نے فرمایا۔ ”مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص عنقریب مرتد ہو جائے گا“۔

مفتی محمد حسن صاحب راوی ہیں کہ ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ وہ شخص مرزائی ہو گیا

اور لوگوں نے اسے ذلیل و خوار کر کے مسجد سے نکال دیا۔

ولی کی دشمنی:

اس واقعہ کے بعد کسی نے مولوی کے متعلق مولانا عبد الجبار غزنوی سے سوال

کیا ”حضرت آپ کو کیسے علم ہو گیا تھا کہ وہ عنقریب ”کافر“ ہو جائے گا“۔ فرمانے لگے جس وقت مجھے اسکی گستاخی کی اطلاع ملی تو اسی وقت بخاری شریف کی یہ حدیث میرے سامنے آگئی۔

مَنْ عَادَى لِيُ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنَّهُ بِالْحَرْبِ۔

(حدیث قدسی، بخاری شریف کتاب الرقاق باب التواضع، مشکوٰۃ کتاب الدعوات)
جس شخص نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی تو میں اُس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں۔

میری نظر میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ولی اللہ تھے، جب اللہ کی طرف سے اعلان جنگ ہو گیا تو جنگ میں ہر فریق دوسرے کی اعلیٰ چیز چھینتا ہے، اللہ کی نظر میں ایمان سے اعلیٰ کوئی چیز نہیں اس لئے اس شخص کے پاس ایمان کیسے رہ سکتا ہے؟

گستاخ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا انجام برباد:

امام اعظم کی شان گرامی قدر میں گستاخی کرنے والے کا کیا حشر ہوا کہ اس کو اس کی سنب سے بڑی متاع دولت ایمان سے محروم کر دیا گیا اور اہل محلہ نے اس کو ذلیل و خوار کر کے دھکے دے کر مسجد سے باہر نکال دیا۔ بے ادب غیر مقلدین سے ہماری درد مندانہ گزارش ہے کہ وہ اس عبرت ناک واقعہ کو آویزہ گوش بنائیں اور امام اعظم کی شان میں تقریر و تحریر کی گستاخانہ جسارتوں کے ارتکاب سے احتراز کریں ورنہ اپنے عبرت ناک انجام اور المناک حشر کے لئے تیار رہیں کیونکہ مولانا سیالکوٹی کے الفاظ میں ”اس کا نتیجہ ہر دو جہاں میں موجب خسران و نقصان ہے“۔ (تاریخ اہلحدیث ص ۷۲)

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی اپنی مشہور تصنیف ”تاریخ اہل حدیث“ میں لکھتے ہیں:

”ہر چند میں سخت گناہ گار ہوں، لیکن ایمان رکھتا ہوں اور اپنے صالح اساتذہ جناب مولانا ابو عبداللہ، عبید اللہ غلام حسن صاحب مرحوم سیالکوٹی اور مولانا حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم محدث وزیر آبادی کی صحبت و تلقین سے یہ بات یقین کے رتبے کو پہنچ چکی ہے کہ بزرگان دین خصوصاً آئمہ متبوعین سے حسن عقیدت نزول رحمت کا ذریعہ ہے۔ اس لئے بعض اوقات خداوند تعالیٰ اپنے فضل عظیم سے کوئی فیض ذرہ بے مقدار پر نازل کر دیتا ہے۔“

بدظنی کی سزا:

اس مقام پر اسکی صورت یوں ہے کہ جب میں نے ایک مسئلہ کے لئے کتب متعلقہ الماری سے نکالیں اور حضرت امام ابوحنیفہ سے متعلق تحقیقات کی تو مختلف کتب کی ورق گردانی سے میرے دل پر کچھ غبار آ گیا۔ جس کا اثر بیرونی طور پر یہ ہوا کہ دن دوپہر کے وقت جب سورج پوری طرح روشن تھا، یکا یک میرے سامنے گھپ اندھیرا چھا گیا گویا ظلمت بعضها فوق بعض کا نظارہ ہو گیا مع اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بدظنی کا نتیجہ ہے اس سے استغفار کر۔ میں نے کلمات استغفار دہرانے شروع کئے، وہ اندھیرے فوراً کافور ہو گئے اور ان کی بجائے ایسا نور چمکا کہ اُس نے دوپہر کی روشنی کو مات کر دیا۔ اس وقت سے میری حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے حسن عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی اور میں ان شخصوں سے جن کو امام اعظم رضی اللہ عنہ سے حسن عقیدت نہیں کہا کرتا ہوں کہ میں نے جو کچھ عالم بیداری اور ہوشیاری میں دیکھ لیا اس میں مجھ سے جھگڑنا بے سود ہے۔ (ہذا واللہ ولی الہدایہ تاریخ اہل حدیث ص ۷۷)

درس عبرت:

امام الائمہ، سراج الامت، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں صرف بدگمانی اور سوء ظن کے جذبات پیدا ہونے سے کیا بھیا تک نتیجہ ظاہر ہوا۔ مولانا ابراہیم میرسیالکوٹی کے قلب میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں بدظنی کے خیالات پیدا ہوتے ہی بطور سزا ان کی آنکھوں کی بصارت سلب کر لی جاتی ہے اور ظلمت بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ کا منظر پیش کرتی ہے۔ اور جب وہ اس بدگمانی سے تائب ہوتے ہیں تو فوراً اندھیرے کا نور ہو جاتے ہیں۔ امام اعظم کی شان اقدس میں گستاخی اور دریدہ ذہنی کرنے والے حضرات ان اسباق کو پڑھ کر اصلاح احوال کی کوشش کریں اور اپنی بے قابو زبانوں کو لگام دیں۔

انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرام کا گستاخ حرام زادہ:

قطع نظر غیر مقلدین (جو کہ انبیاء اولیاء کے دیوبندیوں سے زیادہ منہ پھٹ ہیں) کے اپنے اعتراف و اقرار کے، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا تجربہ و مشاہدہ ہے کہ بے ادب اور گستاخ ولد الزنا یا کم از کم ولد الحرام ضرور ہوتا ہے۔ چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ کا ایک مشاہدہ ملاحظہ ہو۔

حرام زادے کی نشانی:

منقول ہے کہ چند بچے ایک جگہ گیند کھیل رہے تھے، اتفاق سے گیند امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی جماعت حاضرین میں جا گری، مگر وہاں کوئی لڑکا پاس ادب نہیں جاسکتا تھا۔ ان میں سے ایک لڑکے نے کہا کہ میں لاتا ہوں، چنانچہ وہ گستاخانہ چلا گیا اور

گیند لے آیا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے لڑکا حلال زادہ نہیں ہے۔
تحقیق کی گئی تو امام صاحب کا فرمانا صحیح ثابت ہوا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے کیسے
جانا کہ یہ حلال زادہ نہیں۔ فرمایا کہ اگر حلال زادہ ہوتا تو اس کو حیا مانع ہوتی۔ (اسکی
تفصیل فقیر نے گستاخان اہل بیت کے باب میں تفصیل سے لکھ دی ہے)

امام اعظم اور ادبِ اُستاد:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے بے ادب اور گستاخ کو حرام زادہ کہا اور خود
ادبِ اُستاد کے بارے میں فرمایا کہ جس دن سے حضرت حماد رحمہ اللہ نے انتقال کیا ہے
جب سے ہر نماز کے بعد اپنے ماں باپ کے ساتھ اُن کے لئے مغفرت کہتا ہوں اور
انکے گھر کی طرف میں نے کبھی اپنے پاؤں نہیں پھیلائے باوجودیکہ میرے اور انکے گھر
درمیان سات محلے واقع ہیں۔ اور استغفار کرتا رہتا ہوں اپنے جملہ اساتذہ و شاگردوں
کے لئے۔ (اُستاد کے حقوق اور انکی تعظیم و تکریم کی تفصیل اور حکایات فقیر کی کتاب العِلُّ
اللذید فی آداب التلمیذ کا مطالعہ کیجئے)

غلاف چوراندھا ہو گیا:

چند دن کی بات ہے کہ ایک شخص نذیر احمد ولد مولا بخش آرائیں نے ”عباسیہ
ملز“ رحیم یار خان میں واقع آستانہ عالیہ حضرت قبلہ سید ولبر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے
مزار مبارک سے غلاف چر لیا اور فوراً ہی روانہ ہو پڑا۔ عین وقت پر پتہ لگنے پر مجاور وغیرہ
نے تعاقب کر کے ”کبیراواہ“ پل پر جا پکڑا۔ ملزم کھڑا تھا مگر اس کی دونوں آنکھیں اندھی
ہو چکی تھیں اس لئے چل نہیں سکتا تھا، دریافت کرنے پر ملزم نے خود ہی زبانی واقعہ سنایا

کہ میں نے غلاف چرا لیا اور روانہ ہو پڑا، پل تک میری دونوں آنکھیں اندھی ہو گئیں، ناچار کھڑا ہونا پڑا، قصور وار ہوں۔ اسی ثناء میں ملزمان و افسران اور دیگر سینکڑوں اشخاص نے واقعہ سنا اور دریافت کیا۔ بعد میں ملزم کو تھانہ سٹی رحیم یار خاں پیش کیا گیا۔ مقدمہ درج ہو کر ملزم طبی معائنہ کے لئے ہسپتال بھیجا گیا۔ ڈاکٹر نے نتیجہ دیا کہ ملزم کی آنکھوں کے دونوں انڈے صحیح موجود ہیں مگر بینائی بند ہے اور یہ لا علاج ہے۔ دوبارہ ایم ایس نے بعد ملاحظہ کیا لیکن یہی کچھ نتیجہ دیا جو پہلے ڈاکٹر نے دیا تھا۔ ملزم نے اپنا صحیح واقعہ سنا دیا جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ پھر ملزم کا چالان کرنے و عدالت کی کارروائی کے بعد جیل بھیج دیا گیا تو وہاں جماعت اسلامی کے چند مولوی پہنچ گئے۔ نذیر احمد نے ملزم سے اٹنے سیدھے سوال پوچھنے شروع کر دیئے کہ تم کو پولیس نے زد و کوب کیا ہو گا اور لوگوں نے مار پٹائی کی ہو گی۔ تب تمہاری بینائی بند ہو گئی ہے۔ ملزم نے کہا کہ اُسے کسی شخص نے بھی اُنگل تک کا اشارہ نہیں کیا، نہ لوگوں نے مارا ہے نہ پولیس نے، میری آنکھیں بالکل ٹھیک تھیں، مگر ارتکاب جرم کے فوراً بعد اندھی ہو گئیں۔ یہ صاحب مزار کی کرامت ہے اسمیں کسی کا کوئی دخل نہیں۔ (ہفت روزہ "الہام" بہاولپور ۷ اپریل ۱۹۷۹ء)

غلاف چوروں کا لطیفہ:

پاکستان میں محکمہ اوقاف بنانے سے پہلے مزارات سے غلاف چوری زوروں پر تھی۔ فقیر نے بچپن سے مزارات سے غلاف چوری کے خوب منظر دیکھے۔ غلاف چور عموماً باریش وہابی، دیوبندی ہوتے لیکن محکمہ اوقاف میں جب سے یہ لوگ بھرتی ہوئے تو مزارات کے مجاور بن بیٹھے۔ اب مزارات پر جا کر دیکھو یہ لوگ ایسے سنجیدہ نظر آئیں گے گویا

پشتوں سے مجاور ہیں اور اب غلاف چوری بھی گھٹ گئی ہے کیونکہ چور اب مجاور بن گئے ہیں۔ طرفہ یہ کہ ان لوگوں کا فتویٰ بھی ہے کہ مزارات کی آمدنی خنزیر سے بھی زیادہ حرام ہے۔ اب الحمد للہ مزارات کی آمدنی زیادہ تو یہی لوگ ہضم فرما رہے ہیں بلکہ اب تو انکی اولاد بھی مزارات کی آمدنی سے پیدا ہو رہی ہے کیونکہ اولاد جو ہر غذا سے ہی تو ہوتی ہے۔

وزیر بے تدبیر کا انجام:

صاحب روح البیان اپنی تفسیر کے گیارہویں پارہ میں لکھتے ہیں کہ:

ابراہیم وزیر نے سلطان محمد رابع کے دور میں میرے شیخ کامل قدس سرہ کو شہر بدر کر دیا اور آپ شہر سمنی میں چلے گئے، اس سے قبل آپ قسطنطنیہ میں مقیم تھے۔ اس وزیر بے تدبیر کو چند روز کے بعد بادشاہ نے شہر بدر کر دیا۔ اس کے بعد وہی وزیر بے تدبیر قتل کر دیا گیا۔ اس کے مرنے کے بعد وزارتِ عظمیٰ مصطفیٰ المعروف بابن کو پر ملی سلیمان کو منتقل ہو گئی۔ اس بے تدبیر وزیر نے بھی کسی غرضِ فاسد کے تحت میرے شیخ کامل قدس سرہ کو جزیرہ قبرص کی طرف شہر بدر کر دیا۔ اس وزیر کو بھی ایک سال کے اندر ہلاک کر دیا گیا۔ اس سے تمام لوگوں کو عبرت ہوئی کہ اللہ والوں کی مخالفت و مخالفت کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ حضرت صاحب روح البیان رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے شیخ کی بہت فکر رہتی تھی جب وہ جزیرہ کی طرف شہر بدر کر دیئے گئے تو اسی اثناء میں مجھے ایک خط ملا جس میں لکھا تھا:

وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ كَانَهُمْ يَوْمَ يَرُونَ مَا يُوْعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً

مِنْ نَّهَارٍ بَلَاغٌ فَهَلْ يُهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ الْفَاسِقُونَ۔ (پ ۲۶ سورہ الاحقاف آیت نمبر ۳۵)

ترجمہ: ان کے لئے عجلت نہ کیجئے جب انہیں ان کے وعدہ کے مطابق سزا ملے گی تو وہ

خود کہیں گے کہ ہم گھڑی بھر ٹھہرے ہیں۔ یہ پیغام ربانی پہنچ گیا اور صرف قوم فاسق ہی ہلاک ہوگی۔ اس کے بعد وہی ہوا کہ وزیر بے تدبیر مارا گیا۔ یہ بھی میرے شیخ کامل قدس سرہ کی ایک کرامت تھی۔

ولی اللہ کے گستاخ کو سزا:

حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ سفر کرتے ہوئے صوبہ بہار دریا ئے سون بھدر کے قریب ایک آبادی میں ٹھہرے۔ شام کا وقت ہوا تو فقراء اور خود حضرت مخدوم رفع ضروریات کے لئے قافلہ سے باہر چلے گئے اور ایک شخص کو سامان کی نگرانی کے لئے قافلہ کی جگہ قیام پر چھوڑ دیا گیا۔ اس علاقے کے رئیس کا لڑکا، اتفاقاً طور پر وہاں آ گیا اور اس درویش سے نہایت تذلیل آمیز گفتگو کرنے لگا اور آخر میں اس نے ایک پتھر درویش کے سر پر مار دیا جس سے کافی خون بہہ گیا۔ واپسی پر جب حضرت مخدوم کو اس بات کی خبر ہوئی تو فرمایا کہ جس جگہ درویش کا خون بہتا ہے وہاں خیر نہیں ہوتی، ویرانہ ہو جاتا ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، وہ جگہ خراب و ویران ہو گئی۔

فوائد: (۱) ولایت کی گستاخی سے تباہی و بربادی ہوتی ہے خواہ ولی اللہ اس

کے خلاف دعا کرے یا نہ۔

(۲) اللہ والوں کو اولیاء کی عزت و عظمت کا علم ہوتا ہے۔

(۳) دنیا دار اہل اللہ کے مقامات سے ہمیشہ بے خبر ہوتے ہیں۔

حجاج ظالم کے انجام کی کہانی:

کون نہیں جانتا کہ حجاج نے زمانہ امن میں سو لاکھ مسلمانوں کو قتل کیا۔ اسکی موت پڑ حسن بھری نے کہا۔ مسلمانوں کا فرعون مر گیا۔ اُس کے متعلق مختصر تحریر ضروری ہے۔

حجاج کون:

خلافت بنی امیہ کے حکام میں حجاج بن یوسف سے زیادہ کسی شخص کو شہرت حاصل نہ ہوئی مگر یہ شہرت عدل و فیض رسانی کی نہیں تھی بلکہ قہر اور ظلم و زیادتی کے سلسلہ میں تھی۔ تاریخ میں حجاج کا قہر ضرب المثل ہے۔

یزید پلید کے بعد:

قاتل حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید بن معاویہ کی موت کے بعد اموی سلطنت کی بنیادیں ہل گئی تھیں۔ یہ حجاج بن یوسف ہی تھا جس نے اپنی بے پناہ ظلم و ستم اور بے روک سفاکی سے از سر نو سلطنت بنی امیہ کی گرتی ہوئی عمارت کو نئے سرے سے مستحکم کیا۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ:

خلفائے بنی امیہ کو سب سے بڑا خطرہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے تھا۔ جن کی حکومت اموی حکومت کی حریف اور جن کا مرکز مکہ معظمہ میں تھا، اور جس کی سرحدیں شام تک پھیل چکی تھیں۔ لیکن حجاج بن یوسف نے اپنے جبر اور ظلم سے اس خطرہ کو ہمیشہ کے لئے دور کر دیا اور اس ظالم حکمران نے مکہ کا محاصرہ کر لیا، خانہ کعبہ پر منجیقہیں

لگا کر بری طرح اس مقدس مقام پر سنگ باری کی، اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو انتہائی سفاکی سے قتل کر کے ان کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا۔

زبان دراز:

حجاج کی تلوار جس قدر سفاک تھی اتنی ہی اس کی زبان تیز تھی، چنانچہ اُس نے عراق میں جو پہلا خطبہ دیا وہ عربی ادب میں مشہور ہے، اس خطبہ کے بعض جملے یہ تھے۔
میں دیکھتا ہوں کہ لوگوں کی نظریں اٹھی ہوئی ہیں اور گردنیں اونچی ہو رہی ہیں، جس سے ظاہر ہے مغرور سروں کی فصل پک چکی ہے اور فصل کی کٹائی کا وقت قریب آ گیا ہے۔ میری نظریں وہ خون دیکھ رہی ہیں جو پگڑیوں اور داڑھیوں کے درمیان بہ رہا ہے۔ حجاج نے جو کچھ اپنے خطبہ میں کہا تھا وہ کر دکھایا۔ عراق میں اُس کے ہاتھوں اس بری طرح قتل ہوا کہ ہر جگہ لاشوں کے انبار دکھائے دیتے تھے۔

ظلم کی انتہا:

بیان کیا جاتا ہے کہ لڑائیوں کے علاوہ حالت امن میں اس نے ایک لاکھ بیس ہزار آدمی قتل کئے تھے۔ بڑے بڑے علماء مثلاً سعید بن جبیر وغیرہ کی گردنیں اُس نے اڑا دیں۔ مدینہ میں بے شمار صحابہ کرام کے ہاتھوں پر گرم کر کے اس نے سیسے کی مہریں لگا دیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر جیسے صحابیوں کو اس نے قتل کیا۔ موجودہ زمانے کی استعماری طاقتوں کی طرح اُس کا بھی اصول یہ تھا کہ حکومت کے استحکام کے لئے ہر بات جائز ہے۔ حکومتیں رحم و عدل سے نہیں بلکہ قہر و تعزیر سے مضبوط بنائی جاتی ہیں۔

قہر خداوندی:

اس عہد کے عارفین اور صلحاء حجاج کو خدا کا قہر اور عذاب خیال کرتے تھے۔ حضرت حسن بصری کہا کرتے تھے، حجاج اللہ کا عذاب ہے اپنے بازوؤں کی طاقت سے اُسے دور کرنے کی کوشش نہ کرو۔ یہی وجہ ہے کہ جوں ہی اُس کی موت کی خبر سنی تو حضرت عمر بن عبدالعزیز سجدے میں گر پڑے اور بے اختیار انکی زبان سے نکلا: اس امت کا فرعون مر گیا۔

عذابِ خداوندی:

یہ جابر اور ظالم انسان تمام عمر مخلوق خدا کے لئے عذاب بنا رہا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جب اُس کا آخری وقت آیا تو خود اُس پر کیا گزری۔ جس موت کے گھاٹ وہ ہزاروں انسانوں کو اپنے ہاتھوں سے اتار چکا تھا جب اُسی گھاٹ پر اُس کی باری آئی تو اس پر کیا بنتی۔

بیماری یا عذاب:

عراق پر بیس برس حکومت کرنے کے بعد ۵۴ سال کی عمر میں حجاج بیمار ہوا۔ اسکی بیماری بھی بڑی عبرت انگیز ہے، اُس کے معدے میں کیڑے پیدا ہو گئے تھے جو اُسے ہر وقت بے چین کئے رہتے تھے۔ اور جسم میں اس قدر سردی دوڑ گئی تھی کہ آگ سے بھری ہوئی بہت سی انگلیٹھیاں اُسکے بدن سے لگا کر رکھی جاتی تھیں مگر پھر بھی سردی میں کوئی کمی نہ ہوتی تھی۔ اس کا جسم اگرچہ جھلس جاتا تھا مگر جسم کی برودت کم نہ ہوتی تھی۔ گویا اس دُنیا میں ہی اُس کے معدہ میں جہنم کے کیڑے پیدا ہو گئے تھے، اور اس کے گرد

بھی جہنم کی آگ روشن ہو گئی تھی، غرضیکہ حجاج ناقابل برداشت تکالیف میں مبتلا تھا۔

موت کے وقت:

حجاج بن یوسف کو جب زندگی سے مایوسی ہو گئی تو اُس نے گھر والوں سے کہا کہ مجھے بٹھا دو اور لوگوں کو جمع کرو، میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو اس نے حسب عادت ایک بلیغ تقریر کی، موت اور اُس کی سختیوں کا ذکر کیا، قبر اور اسکی تنہائی کا ذکر کیا، دنیا اور اس کی بے ثباتی پر تبصرہ کیا، آخرت اور اُسکی ہولناکیوں کی تشریح کی، اپنے گناہوں اور ظلموں کا اعتراف کیا۔ پھر چند اشعار پڑھے، جن کا مطلب یہ تھا:

”میرے گناہ آسمان اور زمین کے برابر بھاری ہیں مگر مجھے اپنے خالق سے امید ہے کہ وہ میرے ساتھ رعایت کرے گا لیکن اگر وہ عدل کر کے مجھ پر عذاب کا حکم دے تو یہ اس کی طرف سے ہرگز زیادتی نہ ہوگی۔“

پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ یہ موقع اس قدر درد انگیز تھا کہ مجلس میں سے کوئی بھی اپنے آنسو نہ روک سکا۔ اُس نے اپنے کاتب سے خلیفہ ولید بن عبدالملک کو خط لکھوایا:

”اما بعد، میں تمہاری بکریاں چراتا تھا، ایک خیر خواہ گلہ بان کی طرح اپنے آقا کے گلہ کی حفاظت کرتا تھا، اچانک شیر آیا، گلہ بان کو طمانچہ مارا اور چہرہ گاہ برباد کر دی۔ آج تیرے غلام پر وہ مصیبت نازل ہوئی ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔“

حسن بصری اور حجاج:

حضرت حسن بصری عیادت کو آئے تو حجاج نے اُن سے اپنی تکالیف کا ذکر اور

شکوہ کیا تو انہوں نے کہا۔ میں تجھے منع نہیں کرتا تھا کہ نیکو کاروں کو نہ ستا مگر افسوس تو نے نہیں سنا، اب اس کی سزا بھگت۔

حجاج کی خفگی:

حجاج نے خفا ہو کر کہا: میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ اس مصیبت کو دور کرنے کے لئے دُعا کرو، بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ خدا جلد میری رُوح قبض کرے، اب زیادہ عذاب کے برداشت کی مجھ میں طاقت نہیں اور یہ کہہ کر بے اختیار رونے لگا۔

ابومنذر کا وعظ:

اسی اثناء میں ابومنذر یعلیٰ مزاج پرسی کے لئے آئے اور پوچھا: حجاج موت کے سکرات اور سختیوں میں تیرا کیا حال ہے؟ حجاج نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ اے یعلیٰ! کیا پوچھتے ہو، شدید مصیبت، سخت تکالیف اور ناقابل بیان الم اور درد میں مبتلا ہوں۔ سفر دراز ہے اور توشہ میرے پاس نہیں ہے۔ آہ! میری ہلاکت، اگر اس جبار اور قہار نے مجھ پر رحم نہ کیا تو میں تباہ ہو جاؤں گا یہ کہہ کر اتنا رویا کھچکی بندھ گئی۔

انجام برباد:

ابومنذر یعلیٰ نے کہا، مجھے بہت کم امید ہے کہ تجھ پر رحم کیا جائے گا۔ اے حجاج! خدا اپنے انہی بندوں پر رحم فرماتا ہے، جو نیک دل اور نیک نفس ہوتے ہیں اور اسکی مخلوق سے بھلائی کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہامان اور فرعون کا ساتھی تھا، تیری سیرت بگڑی ہوئی تھی، تو نے ملتِ اسلامیہ ترک کر دی تھی اور راہِ حق سے ہٹ گیا تھا اور صالحین کے طور طریقہ سے دُور ہو گیا تھا۔ تو ہرگز رحم کا مستحق نہیں، تو نے نیک انسانوں کو

قتل کر کے اُن کی جماعت فنا کر ڈالی، تابعین کی جڑیں کاٹ کر اسلام کے گلشن کو اجاڑ دیا۔ افسوس! تو نے خالق کی نافرمانی کی اور وجاہت کا غلام بنا رہا۔ تو نے خون کی ندیاں بہادیں، لوگوں کی جانیں لیں اور آبروئیں برباد کیں، تو نے نہ دین ہی کو پہچانا اور نہ ہی دنیا کو، آج تیرے لئے نہ نجات ہے اور نہ داد فریاد کیونکہ تو آج کے دن سے ہمیشہ غافل رہا۔ تو جس امت کے لئے ساری عمر مصیبت بنا رہا، خدا کو اس امت پر رحم آگیا اور امت کو تجھ سے نجات مل گئی، اب تیرا تاسف بیکار ہے۔

تقریر: حجاج ابو منذر کی یہ سخت تقریر سن کر مبہوت ہو گیا اور بڑی دیر تک سناٹے کے عالم میں رہا، پھر اُس نے ٹھنڈا سانس لیا، آنکھوں میں آنسو تھے اور آسمان پر نظر اٹھا کر کہا۔ الہی! مجھے بخش دے کیونکہ لوگ کہتے ہیں تو مجھے نہیں بخشے گا۔ پھر اُس نے سکراتِ موت کی انتہائی سختی کی وجہ سے آنکھیں بند کر لیں اور تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔

فوائد: (۱) یہ ہے دُنیا کے ایک مشہور اور ظالم کا دردناک اور عبرت انگیز انجام!

(۲) آجکل ایک گروہ اُسے یزید کی طرح بہت بڑا پابکباز اور خادمِ اسلام ثابت کر رہا ہے۔

(۳) ہاں اسکی خدمات قرآنیہ بھی ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اُس کے چند نیک اعمال سے وہ پابکباز و خادمِ اسلام کہلانے کا حق دار ہو۔

بے ادب کی نسل منقطع:

حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ شیخ قوام الدین کا ایک بیٹا تھا

جسے انہوں نے تیغ نظر اور قہر سے مار ڈالا تھا۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ آپ کا بیٹا سرکاری نوکر تھا لیکن قوام الدین کو یہ بات سخت ناپسند تھی کہ فقیر کا بیٹا نوکر شاہی ہو۔ ایک دن وہ گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہے تھے جب حضرت شیخ قوام الدین کی جائے رہائش سے اس کا گزر ہوا تو لوگوں نے کہا، نیچے اتر جا اور باپ کا ادب کر لیکن اس نے غرور جوانی میں آکر کچھ نہ سنا۔ جب والد ماجد کے قریب پہنچا تو والد کو سخت غصہ آیا اور فرمایا ابھی تمہاری گردن نہیں ٹوٹی۔ یہ کہنا تھا کہ ہ گھوڑے سے گرا اور گردن ٹوٹ گئی۔ اس طرح ان کا سلسلہ نسب منقطع ہو گیا لیکن سلسلہ طریقت باقی رہا جو سلسلہ مینائیہ کے نام سے موسوم ہے اور آج تک جاری ہے۔ (ملفوظات خواجہ غلام فرید)

فوائد: (۱) اسلاف کو نوکر شاہی سخت ناپسند تھی۔

(۲) غرور و تکبر نامراد مرض ہے۔

(۳) ماں باپ کے بے ادب کا انجام برا ہے۔

(۴) اگرچہ بے ادب کتنا ہی بلند قدر ہو، سزا پاتا ہے۔

(۵) اللہ والوں کے منہ سے جو بات نکلتی ہے وہ ہو کر رہتی ہے۔

ولی اللہ کا مارا:

ضلع کچھری گوجرانوالہ میں اکثر و بیشتر ایک اللہ لوک سائیں مجذوب کیف کی حالت میں دنیا و مافیہا سے بے خبر دکھائی دیتا ہے۔ آج وہ تلا پہلوان کی دکان پر آیا اور اُسے ایک لسکٹ کھانے کے لئے دیا جسے تلا پہلوان نے اپنی توہین سمجھتے ہوئے ٹھکرا دیا

پھر وہ مولوی اپنی غلطی سے نہ صرف تائب ہوا بلکہ ”احیاء العلوم“ شریف کو سونے کے پانی سے لکھوایا۔ (شواہد الحق ص ۳۴۲)

فوائد: (۱) حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے علماء سے خوش ہوتے ہیں۔

(۲) عالم بالا، عالم اسفل آپ کے لئے برابر ہے۔

(۳) علماء کے دشمنوں سے آپ نہایت ناخوش ہیں، بلکہ اُسے دنیا میں سزا دیتے ہیں ورنہ آخرت میں تو سخت سزا ہے۔

(۴) بے ادبی پر تائب ہو تو سزا معاف نہیں ہوتی لیکن آئندہ رحمت سے اُمید ہو سکتی ہے۔

سیدنا صابر کلیری رضی اللہ عنہ:

حضرت علاؤ الدین احمد صابر رضی اللہ عنہ سیدنا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ اول ہیں جن کا سلسلہ صابریہ چشتیہ مشہور ہے۔ آپ کے گستاخوں اور بے ادبوں کی سزائیں اور بے نصیبیاں مشہور ہیں۔ فقیر اویسی غفرلہ انکی سوانح عمری مرتب جناب الہی بخش اجمیری مرحوم شائع کردہ دین محمد لاہور میں سے درج کرتا ہے۔

بے ادب انگریز گستاخ کی موت:

۱۸۵۷ء کے ہنگامہ آزادی کے بعد امن و امان ہو گیا تو حاکم وقت یورپین سیر و سیاحت کرتا ہوا جناب کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا۔ حاضرین وقت نے اور خادم

نے اُصول زیارت سے آگاہ کر دیا کہ آپ جوتا اور بوٹا اتار دیں پھر تشریف لاویں، مگر اُس نے کچھ پرواہ نہ کی اور اندر داخل آستانہ کے حصہ اول ہی میں قدم رکھا کہ اس کے پیٹ میں درد ہوا حتیٰ کہ اس قدر بیتاب ہوا کہ ڈولی میں بیٹھ کر اپنے بنگلے (کیمپ رٹ کی) تک گیا۔ آخر مر گیا۔

سعودیوں کا برا انجام:

گزشتہ چند سالوں کی بات ہے کہ ملک فہد (سعودی بادشاہ) مدینہ طیبہ آیا جبکہ ابھی خالد ملک تخت نشین تھا۔ اس کے فوجی افسر بوٹوں سمیت بارگاہِ رسول تک چلے گئے۔ واپس ریاض (دار الخلافہ) جاتے ہوئے ہوائی جہاز گرا تو وہی بے ادب فوجی پاش پاش ہو گئے۔ (مدینہ طیبہ میں تا حال یہ واقعہ بہت مشہور ہے)

انجینئر کو سزا:

جب نہر کی تیاری کے لئے نشان دہی کی گئی تو نشان دار نیل لگا تا کلیر تک آیا۔ موجودہ پل کے سامنے سے نقار خانہ کے برابر کو نشان لایا۔ حاضرین وقت نے کہا: یہاں سے فرق نشان ختم کر دیں مگر اُس نے ایک نہ سنی۔ وہ انجینئر نشان ڈال کر چلا گیا۔ جب شب کو خیمہ میں سونے گیا تو خود بخود چوب خیمہ سے الٹا لٹک گیا۔ رات بھر لٹکا رہا، توبہ وغیرہ کی، نیاز قبول کی تب نجات ہوئی۔ صبح کو نیاز دلائی، شب کو نقار خانہ پر روشنی کی دوسرے روز موجودہ جگہ نہر کا نشان دیا۔ جہاں اب نہر رواں ہے۔

(ف) بعض کرامات کے نشانات تا دیر رہتے ہیں۔

سادھو کی بربادی:

ایک زمانہ سابقہ میں کوئی سادھو چلا آ رہا تھا کہ اُس نے مقام مزار مبارک پر دور سے دیکھا کہ انوار کے برکات کی بارش ہو رہی ہے۔ یہ فیضان دیکھ کر جل گیا اور ارادہ کیا کہ اگر مسلمان کا مزار ہوگا تو اس مزار کو زمین کے برابر کر دوں گا۔ قریب مزار معلیٰ آ کر جانب قدم مبارک کسی اوزار چمٹہ وغیرہ سے ایک سوراخ کیا اور منہ ڈال کر دیکھا۔ بس وہیں گردن پھنس گئی اور مر گیا۔

(ف) اولیاء کرام کی شان بے دینوں سے نہیں دیکھی جاسکتی، پھر اسکی سزا بھی پاتے ہیں۔

بے ادب قید میں:

ایک رات راجہ رنجیت سنگھ لاہوری کی ہر دوار جانے کے لئے آئی۔ کلیں میں قرب درگاہ معلیٰ قیام کیا اور خوب شور و غل گانے بجانے کا کر رہے تھے۔ خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ہر چند ان کو منع فرمایا مگر باز نہ آئے۔ حضرت مخدوم پاک نے فرمایا کہ شمس یہ کیا ہے؟ خواجہ شمس الدین نے فرمایا: حضور برات ہے۔ آپ نے فرمایا: منع کرو۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ بہت منع کیا نہیں مانتے۔ حکم ہوا قید کر دو۔ خواجہ صاحب نے فرمایا، حضور انور میں کس طرح قید کر سکتا ہوں۔ سامنے ایک پیالہ پڑا تھا۔ مخدوم صاحب نے فرمایا: اس پیالہ کو الٹا کر دو۔ پیالہ الٹا کرتے ہی وہ راستہ بھول گئے۔ سب براتی ایک رات دن قید رہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک مدت قید رہے۔ آخر حضرت نظام الدین اولیاء کی خدمت میں گئے، ان سے عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا: وہاں جا کر

معافی چاہو آخر صابر کلیری کی خدمت میں حاضر ہو کر قصور کی معافی چاہی۔ آخر رحم آیا معاف فرمایا۔

فائدہ: ایک ولی اللہ ناراض ہو جائے تو دوسرا ولی سفارش نہیں کرتا جب تک پہلا راضی نہ ہو۔

سیٹھ کو سزا:

چند سال پہلے کا واقعہ ہے کہ بمبئی کے چند سیٹھ آئے ڈیرہ جمالیہ، رہنے لگے، طوائف کو بھی ہمراہ رکھتے۔ اُس کو پشواز بھی گیارہ سو روپیہ کی بنا دی۔ رات دن عیاشی میں غرق رہتے۔ بندگان خدا نے ہدایت کی مگر نہ مانے۔ آخر عصر کے وقت خیمہ میں آگ لگی باوجودیکہ اُس وقت قریب قریب آگ نہ تھی تمام مال و متاع جل کر راکھ ہو گیا، - - - سم کے کپڑے رہ گئے اور کرایہ کے محتاج ہو گئے۔ اپنے کئے کی سزا کو پہنچے، ان کا خیمہ باغ کی جانب تھا۔

فائدہ: دُنیا کا نشہ تکبر و غرور میں ڈالتا ہے۔ عموماً اولیاء کرام کے دشمن اور بے ادب گستاخ لوگ اسی دنیا کے نشہ میں آکر بے ادبی اور گستاخی کرتے ہیں، اسی لئے ان کا انجام برباد ہوتا ہے۔

گستاخ کا انجام برباد:

ایک شخص امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آکر کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کے والد کا انتقال ہو گیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: بیشک عرصہ ہوا رحلت فرما گئے

ہیں۔ پھر اس شخص نے کہا کہ آپکی والدہ ماجدہ زندہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں زندہ ہیں۔ پھر اس نے کہا، میں نے سنا ہے کہ آپکی والدہ بڑی خوبصورت اور حسینہ ہیں اس لئے میں اُن سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہوں، آپ اُن کا نکاح میرے ساتھ کر دیں۔ آپ نے یہ اہانت سن کر صبر کیا اور اُس کو جواب دیا تو یہ کہ وہ خود عاقلہ بالغہ ہیں، اُنہیں اپنے نکاح کا اختیار ہے، میں اُنکو مجبور نہیں کر سکتا، ہاں البتہ پوچھ سکتا ہوں۔ اُس مرد نے کہا: بہت اچھا، دریافت کیجئے۔ خدا کی شان پیچھے مڑ کر جو دیکھا تو اس گستاخ کی گردن دھڑ سے علیحدہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے برگزیدہ دوست کی خاطر غیرت آئی۔ اُسی وقت اُس بد بخت کا سرتن سے جدا ہو گیا۔

با بزرگان مشو حکم دلیر
سپر آفتاب تیغ زن است

ترجمہ: بزرگوں کے حکم سے اُن پر دلیر نہ ہو کیونکہ آسمانی آفتاب خوب تلواریں مارتا ہے۔

فائدہ: صبر کا انجام اور پھل میٹھا ہے اور محبوبانِ خدا کے گستاخوں کی سزا بہت سخت ہے۔

حکایت فقیر:

ایک فقیر کا ذکر ہے کہ جس کو ۶، ۷ سال کا عرصہ ہوا ہے۔ ایک سال بموقعہ عرس شریف ایک فقیری لباس سے آراستہ تھا۔ شب کو آستانہ عالیہ کے صحن میں جہاں مستورات تھیں، ان میں چند نوجوان لڑکیاں تھیں وہ بھی اُن ہی کے درمیان لیٹ گیا۔ جس کے اوپر دل آتا تھا تمام رات اُس کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی، نہ خود سویا نہ اُس کو سونے دیا۔ آخر لڑکیاں تنگ ہو کر ۴ بجے صبح کو باہر آ گئیں۔ اتفاقاً میرے پیر صاحب قبلہ باہر

کے حوض پر رونق افروز تھے، بیری کی طرف جا رہے تھے۔ ان لڑکیوں کے پیچھے پیچھے فقیر بھی آیا، وہ لڑکیاں حضور کو دیکھ کر حضور کے پاس آگئیں، اور کہنے لگیں: میاں اس نامراد نے تمام رات ہم کو چھیڑا، نہ آپ سویا نہ ہم کو سونے دیا۔ حضور نے درگاہ کی جانب منہ کر کے عرض کیا کہ مخدوم کے آستانہ کی اب یہ حالت، رفتہ رفتہ اس واقعہ کی آستانہ عالیہ میں شہرت ہوگئی۔ اور سجادہ نشین صاحب تک خبر پہنچی۔ حکم ہوا پکڑ کر لاؤ۔ یہی خبر جماعت فقرا کو ہوئی انہوں نے اپنا پیادہ بھیجا کہ جہاں ملے پکڑ کر لاؤ، وہ جماعت فقراء کا ملزم ہے یہاں جماعت میں لاؤ۔ اتفاقاً وہ جنگل کی طرف جاتا تھا۔ ایک دوسرے شخص سے بگڑ گیا۔ اس شاہ صاحب نے اس کو اندھا وغیرہ کہا۔ اس غریب شخص نے معافی وغیرہ چاہی مگر شاہ صاحب اور تیز ہوئے۔ آخر حشر پہ ہوا کہ لٹھ پڑنے لگے۔ شاہ صاحب ادھر سے جماعت فقرا کے آدمی پکڑ کر جماعت میں لے جا کر پیش کیا۔ وہاں سزا قرار پائی کہ کپڑا وغیرہ اتار کر سب بال موٹو کر آگ لگا دی جائے۔ ایسے ہی کیا گیا۔ احقر کو اس حال سے پھر اسکی شکل نظر نہ آئی۔ (صابر کلیر)

(ف) برے کاموں کی فوراً سزا ملتی ہے۔

ولی اللہ کی بے ادبی کرنے سے بربادی:

تقسیم ملک سے قبل کراچی میں مسٹر پی، سی ڈائریکٹر محکمہ تعلیم تھے وہ کئی مفید کتب کے مصنف ہیں۔ ذیل کا واقعہ ان کی کتاب سے ماخوذ ہے۔ قیام پاکستان کے بعد کے واقعات محبت ملک و ملت جناب احسان قریشی صابری صاحب پرنسپل گورنمنٹ کالج سیالکوٹ نے اپنے مشاہدے سے کہیں، آپ کا یہ مضمون

یکم مئی ۱۹۶۴ء روزنامہ ”کوہستان“ لاہور کے ملی ایڈیشن کی زینت بنا۔ ہم نے ”انوارا لصورفہ“ تصور سے نقل کیا ہے۔

وکتور یہ روڈ کراچی پر آج سے ربع صدی قبل ایک فقیر کا مزار تھا جو وہاں صدیوں سے آباد تھا۔ کہتے ہیں یہ فقیر کراچی کے منگو پیر کا چھوٹا بھائی تھا جو کہ بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مشہور ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں مذکورہ علاقے کا ایک قطعہ اراضی کراچی کے ایک مشہور پارسی تاجر سہراب جی، رستم جی نے خریدا۔ اُس زمانے وہاں ایک درویش مزار کا مجاور تھا۔ اس درویش کو سہراب جی، رستم جی نے حکم دیا کہ وہ چلا جائے کیونکہ انہیں کوٹھی بنوانی تھی۔ وہ مزار کو بھی سطح زمین کے برابر کرنا چاہتے تھے۔ فقیر نے بہت منت و سماجت کی کہ مزار کو نہ چھیڑا جائے اور باقی اراضی کو کوٹھی کے لئے مختص کر لیا جائے لیکن سہراب جی نے درویش کی اس استدعا کو ٹھکرا دیا۔ مسٹر رن اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ درویش نے سہراب جی کے خلاف بددعا کی اور بددعا کے بعد حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال کر گیا۔ کوٹھی کی تعمیر شروع ہو گئی، تعمیر کے سلسلہ میں بنیادیں کھودتے وقت دوسرا نپ زمین سے نکلے جنہوں نے ایک مزدور کو ڈس کر ہلاک کر دیا، دوسرا مزدور ہانپتا کانپتا کسی طرح بیچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا مگر دوسرے دن لکڑی کے پشتے سے دوسری منزل سے گر گیا۔ سخت زخمی ہوا، اور ہسپتال جا کر مر گیا۔ ابھی کوٹھی آدھی بنی تھی کہ چوکیدار کا لڑکا چونے کی بھٹی میں کھیلتا کھیلتا جاگرا اور گرم گرم چونے میں فوراً بھسم ہو گیا۔ اس وقت تک بھی کسی کو خیال نہ آیا کہ فقیر کی بددعا اپنا اثر دکھا رہی ہے۔ تمام لوگ اس وہم میں تھے کہ ان لوگوں کا آخری وقت آپہنچا اور موت واقع ہو گئی۔ جب کوٹھی تعمیر ہو گئی تو چوکیدار بھی ایک دن حادثہ کا شکار ہو گیا۔ کوٹھی کا سب سے اوپر کا حصہ تاحال

سیمنٹ سے تعمیر نہیں ہوا تھا۔ ایک معمار نے بعارضہ بخار چھٹی لی ہوئی تھی، معا ایک اینٹ گری اور چوکیدار کے عین سر پر لگی، وہ غریب وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ جب کوٹھی میں سہراب جی، رستم جی منتقل ہو گئے تو دو ماہ بعد انہوں نے اپنے بھتیجے کو کوٹھی کے چھجہ پر کھیتے اور نیچے گرتے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آٹھ سال کا بچہ تھا اور اس پاری خاندان کا پہلا فرد تھا جو اس کوٹھی میں موت کا شکار ہوا۔ اس حادثہ کے بعد سہراب جی اکثر مغموم رہنے لگے اور دس روز بعد ان کی حرکت قلب بھی بند ہو گئی۔ اب اس کوٹھی کا واحد مالک ان کا اکلوتا بیٹا دوراب جی تھا جو خود بھی چالیس سال کے لگ بھگ تھا۔ اسے پھوڑا نکلا چھ ماہ علاج ہوا۔ آخر سول ہسپتال میں آپریشن تک نوبت آئی۔ آپریشن کامیاب نہ ہو سکا۔ دوراب جی ہسپتال ہی میں انتقال کر گیا۔ اس کا لڑکا ہر مزجی کالج کا طالب علم تھا ان حادثات نے اس کی حالت غیر کر دی، آخر اس نے بھی کسی لڑکی سے محبت میں ناکام ہو کر پوٹاشیم سائینائیڈ سے خودکشی کر لی۔ اس پاری خاندان کی آخری نشانی ایک خاتون مس دورابہ رہ گئی تھی۔ وہ اس کوٹھی میں کبھی رہائش پذیر نہیں ہوئی تھی۔ اس نے یہ کوٹھی ایک انگریز جوڑے مسٹر اور مسز ایلڈ کو کرایہ پر دے دی۔ ڈیڑھ ماہ بعد مسٹر ایلڈ پر دیوانگی طاری ہو گئی، انہوں نے اپنی اہلیہ پر کسی معاملہ میں شبہ کیا اس کا گلہ کاٹ کر بعد میں اپنے گلے پر ریزر چلا لیا اور دونوں ختم ہو گئے۔ (بحوالہ کتاب مذکور ص ۲۲ تا ۱۰۱)

یہ واقعات ۱۹۳۰ء کے قریب ہیں اور مسٹر پی، سی اُن کے چشم دید ہیں۔ ان واقعات کے بعد کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ اس کوٹھی کو کرایہ پر لے یا خریدے۔ ایک سال تک یہ کوٹھی خالی رہی۔ فسٹ نارفوک رجمنٹ کے چار سپاہی (جن میں ایک کارپول تھا) ایک علیحدہ بنگلہ کے خواہش مند تھے۔ انہیں سمجھایا گیا کہ اس بنگلہ پر ایک فقیر کی بد

دُعا کا اثر ہے اور اُسکی رُوح ادھر ادھر منڈلاتی رہتی ہے اور انتقام کے درپے ہے، لیکن وہ سن کر ہنس پڑے۔ انہیں گزشتہ واقعات بھی یکے بعد دیگرے بتائے گئے لیکن انہوں نے دوبارہ ان توہمات کا مذاق اُڑایا۔ ان کے زور دینے پر یہ کُٹھی اُنہیں کراہیہ پر دے دی گئی، اُن میں سے جو کارپول تھا اُس نے دُوسری رات ہی خواب میں ایک فقیر کو دیکھا، فقیر ایک قبرستان میں کھڑا تھا۔ چار تازہ قبریں اُس کے پاس تھیں اور وہ چلا چلا کر کہہ رہا تھا: ”مٹی، ہوا، آگ اور پانی۔ مٹی، ہوا، آگ اور پانی۔“

یہ الفاظ فقیر نے کوئی دس بارہ بار دُہرائے اور غائب ہو گیا۔ کارپول نے علی الصبح خواب اپنے ساتھیوں کو سنایا۔ انہوں نے ہنس کر ٹال دیا، ایک سال بعد وہی کارپول جس نے خواب دیکھا تھا، بلڈنگ کے ایک گڑھے میں مردہ پایا گیا، اُسکی موت کا سبب معلوم نہ ہو سکا۔ خیال ہے کہ اُسے سانپ نے ڈس لیا یا اُسکی حرکت قلب بند ہو گئی۔ اس طرح مٹی نے اپنا پہلا شکار ختم کر دیا۔ دُوسرا سپاہی انگلستان میں تین ماہ کی چھٹی پر گیا۔ وہاں اُس نے لندن کے فلائنگ کلب میں ایک ماہ تک ہوائی ٹریننگ صرف شوقیہ لی۔ آخری روز وہ ایک ہوائی حادثہ میں بمعہ دوساتھیوں کے ہلاک ہو گیا۔ اس طرح ہوا کا دار ختم ہوا۔

تیسرا سپاہی آگ کا شکار اس طرح بنا کہ موسم سرما میں اُسکی لائٹین سے اُس کے کمبل کو آگ لگ گئی اور بری طرح جھلس گیا۔ سی ایم ایم ہسپتال کراچی میں دو ماہ زیر علاج رہا مگر جانبر نہ ہو سکا۔

اب صرف ایک سپاہی رہ گیا تھا اُسے یقین ہو گیا تھا کہ اب اُسکی باری ہے اور وہ پانی کے حادثہ ہی سے مرے گا۔ اُس نے فوراً کُٹھی خالی کر دی اور اپنے فوجی کوارٹروں

میں جا بسا وہاں وہ بڑی احتیاط کرتا۔ سمندر، دریا، نہر میں کبھی نہ نہاتا بلکہ جان کے خوف سے کئی کئی روز نہ نہاتا اور کنوئیں سے بیس گز دور ہی رہتا مگر فقیر کی بددعا سے بچ نہ سکا اور پانی کے حادثہ ہی کا شکار ہوا۔ موسم گرما میں وہ ایک دن سوڈا واٹر کی برف میں لگی ہوئی بوتل کھول رہا تھا کہ بوتل پہلے ہی پھٹ گئی۔ کئی ٹکڑے منہ پر لگے اور اُس نے جان دے دی، اُس کا چہرہ بری طرح مسخ ہو گیا تھا۔ آخر کار اس منحوس کوٹھی کی مالکہ روداہ نے اس کوٹھی کو مسمار کرایا۔ چند مسلمانوں سے پوچھ گچھ کر کے ایک قبر اس جگہ تعمیر کرا دی۔ جہاں اس کے مورث اعلیٰ سہراب جی، رستم جی نے کئی سال پہلے مزار کو مسمار کرایا تھا۔ اب پھر یہ میدان تھا اور صاحب جلال بزرگ کی قبر اسی طرح بن چکی تھی جیسے پہلے تھی۔

۱۹۴۷ء میں مملکت خداداد پاکستان کا قیام عمل میں آیا اور کراچی کی آبادی روز بروز بڑھنے لگی۔ اس جگہ سے متعلق پرانی داستانیں سن کر کسی شخص کا حوصلہ نہ ہوا کہ عمارت بنوائے، پلاٹ ویسے کا ویسا غیر آباد۔ ۵۵-۱۹۵۳ء میں اس پلاٹ کو امریکن قونصل نے خرید لیا تاکہ امریکہ کا نیا قونصل خانہ تعمیر کیا جائے۔ مسٹر راجرڈ فوٹرا جو امریکی ماہر تعمیر کے انچارج آفیسر مقرر ہوئے۔ انہیں بہترے لوگوں نے پرانی باتیں اور سابقہ واقعات سنائے لیکن انہوں نے مذاق اڑاتے ہوئے یہ بات سفیر تک پہنچا دی۔ امریکی سفیر نے اپنے عملہ کو ۱۰ اگست ۱۹۵۷ء کو حکم دیا کہ:

(۱) پیر کی قبر کو اسی طرح رہنے دیا جائے اُسے مت چھیڑا جائے۔ قونصل خانہ باقی جگہ تعمیر کیا جائے اور قبر پلاٹ میں آجائے، قبر کا انتہائی احترام کیا جائے۔

(۲) بنیادیں رکھنے سے پہلے مسلمان مولوی اور عیسائی پادری دونوں بلائے جائیں۔ دونوں اپنی اپنی مقدس کتب کی تلاوت کریں اور اس پیر کے لئے دُعا مانگیں۔

(۳) بنیادیں کھودنے سے پہلے میجر جنرل سکندر مرزا سابق صدر پاکستان نے بنیاد رکھیں۔ اس کے لئے اُن کے مشورے سے تاریخ مقرر کی جائے (سابق صدر سکندر مرزا نے بعد میں اس کے لئے 9-9-57 تاریخ مقرر کی۔ ۹ ستمبر ۱۹۵۷ء کو میجر جنرل سکندر مرزا نے ایک خاص تقریب میں جس میں دو مسلمان عالم اور دو عیسائی پادری بھی مدعو تھے) اس کا سنگ بنیاد رکھا۔ یہاں نہ صرف قرآنی آیات کا ورد کیا گیا بلکہ اس کے بعد بائبل بھی پڑھی گئی۔ ایک سال کے بعد امریکی قونصل خانہ کی عمارت بڑے ٹھاٹھ سے تیار ہوئی جو تمام اَرکنڈیشنڈ تھی لیکن اس کے باوجود ایک معمار سخت زخمی ہوا۔ ایک مزدور نے غلطی سے بجلی کا تار چھولیا اور فوراً مر گیا۔

میجر جنرل سکندر مرزا سابق صدر پاکستان کو جلا وطن کر دیا گیا اور انکی جگہ انقلابی حکومت قائم ہوئی۔ ۱۹۶۹ء میں کسمپرسی کے عالم میں سکندر مرزا راہی ملک عدم ہوا۔ اُن کی موت پر نہ تو مملکتِ اسلامیہ پاکستان کا پرچم سرنگوں کیا گیا اور نہ ہی سرکاری طور پر چھٹی ہوئی۔ وطن سے دور جلا وطنی میں ہی انتقال ہوا اور پس مرگ جسدِ خاکی کو ارضِ پاکستان میں لایا گیا اور اب کوئی بھولے سے بھی یاد نہیں کرتا جسے کسی وقت پاکستان ایسی عظیم مملکت کی صدارت کا منصبِ اعلیٰ حاصل تھا۔ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْاَبْصَارِ۔

سلطان المشائخ حضرت قبلہ عالم گولڑوی قدس سرہ کی عطاء اللہ شاہ
بخاری دیوبندی، دین کے امیر شریعت، کے خلاف بددعا:

مولانا غلام محمد (مدظلہ) نے لکھا کہ:

جناب حافظ عبداللہ صاحب ساکن محلہ قصاباں سیالکوٹ قریب ریلوے
اسٹیشن متصل مارکیٹ گوشت نے بندہ سے خود بیان کیا کہ تحریک خلافت کے ایام میں
ایک جلسہ بمقام ڈنگہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات منعقد ہوا۔ میں خود اس میں موجود تھا۔
دیوبندی مذہب کے امیر شریعت مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری نے حضرت قبلہ عالم خواجہ
خواجگانِ چشت اہل بہشت مرشدنا و مولانا حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی
شان میں یہ ناپاک کلمات کہے۔

”میں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کا غلام تھا مگر کیونکہ آپ ہمارے ساتھ نہیں
ملے اور تحریکِ خلافت میں نہ ملنا کفر ہے اس لئے میں نے بیعت توڑ ڈالی ہے۔“
چنانچہ حضرت قبلہ عالم کو اس ناپاک جرأت کا علم ہوا تو آپ کو از حد صدمہ ورنج ہوا، فرمایا
کہ اس کا خاتمہ خراب ہوگا۔ (دیوبندی مذہب)

گھر کی گواہی:

عطاء اللہ بخاری کے سوانح نگار مثلاً جانباہ مرزا اور شورش کشمیری وغیرہما بخاری
کے حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف کے مرید ہونے کے مصدق ہیں اور ساتھ یہ بھی
انہیں اقرار ہے کہ بخاری صاحب کے عبدالقادر دیوبندی رائے پوری دوسرے پیر و

مرشد ہیں یعنی حضور گولڑوی سرکار قدس سرہ کی بیعت فسخ کر کے رائے پوری کا مرید ہوا، ممکن ہے اس دوران اس سے کوئی گستاخی اور بے ادبی ہوئی ہو، جس سے حضرت گولڑوی قدس سرہ نے ناراض ہو کر اس کے خلاف بددعا کی ہو، جس کا نتیجہ مرنے کے وقت ظاہر ہو، جس کی شہادت جانبا ز مرزا لکھتا ہے۔

”انہوں (ڈاکٹر) نے آ کر امیر شریعت کی حالت دیکھی کہ چہرے کی رنگت

سیاہ پڑ چکی ہے اور پاؤں پرورم آ گیا ہے۔ (حیات امیر شریعت ص ۵۲)

یاد رہے کہ یہ آخری لمحات کے حالات ہیں، جسے بخاری کے اپنے معتقد

جانبا ز مرزا نے لکھے ہیں۔

زبان بند:

اسی کتاب کے ص ۴۴۸ میں لکھا ہے کہ ۶ مارچ ۱۹۶۱ء کو فالج کا تیسرا شدید

حملہ ہوا جس کا اثر زبان اور گلے پر پڑا۔

اس حملے سے امیر شریعت کی زبان گفتگو سے عاری ہو گئی، گلابند ہو چکا تھا۔

انتباہ: موت انجام کا پتہ دیتی ہے اور بخاری کے یہ لمحات کیا بتا رہے ہیں۔ اس پر

تبصرہ ہم کریں تو.....

ہاں فقیر اپنے اُستادِ مکرم حضرت علامہ سردار احمد لاکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے

وصال کا نقشہ پیش کرتا ہے، جس سے ناظرین کو تبصرہ کرنے میں آسانی ہو۔

محدث پاکستان مولانا سردار احمد لاکھپوری قدس سرہ

عاشق رسول سیدی و سندی محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ مبارکہ جب لاکھپور اسٹیشن سے جامعہ رضویہ لایا جا رہا تھا، جنازہ مبارکہ جب کچھری بازار کے سرے پر پہنچا تو انوار و تجلیات کی بارش ہو رہی تھی جو کہ عقیدت مندوں نے سر کی آنکھوں سے دیکھی بلکہ دیکھنے والوں نے اپنے ساتھ چلنے والوں کو بھی دکھائی اور اس نور کی بارش کو دیکھ کر کئی غلط عقیدہ والے تائب ہوئے۔ یاد رہے کہ اس نوری بارش کو جو کہ محدث اعظم پاکستان قدس سرہ کے جنازہ پر ہو رہی تھی دیکھنے والے احباب اب بھی موجود ہے اور یہ کرامت اُس وقت مقامی اخبارات میں شائع ہوئی تھی جن میں سے ایک روزنامہ ”سعادت“ لاکھپور مورخہ ۳ شعبان ۱۳۸۲ھ مطابق ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء بھی ہے۔

مرتے وقت پاؤں سیاہ پڑ جاتے ہیں:

سیدنا سلطان العارفين خواجہ بايزيد بسطامي رحمۃ اللہ علیہ پاؤں مبارک پھیلا کر لیٹے ہوئے تھے اور ایک مرید پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص آیا اور حضرت خواجہ بسطامی قدس سرہ کے پاؤں پر پاؤں رکھ کر آگے گزر گیا۔

یہ دیکھ کر اُس مرید نے کہا ”تجھے معلوم نہیں کہ یہ خواجہ بايزيد بسطامي لیٹے ہوئے ہیں اور تو اوپر پاؤں رکھ کر گزر گیا ہے“۔ یہ سن کر اُس بد بخت نے کہا ”بايزيد بسطامي ہیں تو پھر کیا ہوا؟“ یہ کہہ کر چلتا بنا لیکن اس بے ادبی کا وبال اُس پر یوں نازل

ہوا کہ جب اُس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اس کے دونوں پاؤں سیاہ ہو گئے اور اسی پر بس نہیں بلکہ آج تک اس بد بخت کی نسل میں بھی یہ چیز آرہی ہے کہ جب اُس کی اولاد میں سے کسی کا آخری وقت آتا ہے تو اس کے پاؤں سیاہ ہو جاتے ہیں۔
(رونق المجالس)

چہرہ قبلہ سے پھر گیا

سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز سرکار اجمیری قدس سرہ نے فرمایا:
ایک آدمی تھا وہ جب کبھی بزرگانِ دین کو دیکھتا اُن سے منہ پھیر لیتا اور براہِ حسد اُن کو دیکھنا پسند نہ کرتا۔

جب وہ مر گیا اور اُس کو لوگوں نے قبر میں اتارا اور اُس کا منہ قبلہ رخ کیا تو فوراً ہی اُس کا منہ پھر کر دوسری طرف ہو گیا اور بارہا ایسا ہوا لوگ بڑے ہی حیران ہوئے۔
اچانک ہاتف سے آواز آئی ”اے لوگو! کیوں تکلیف اٹھاتے ہو اس کو یوں ہی رہنے دو کیونکہ یہ دُنیا میں میرے پیاروں سے منہ پھیر لیا کرتا تھا اور جو شخص میرے دوستوں سے منہ پھیرے اُس سے میری رحمت منہ پھیر لیتی ہے اور ایسا شخص راندہ درگاہ ہو جاتا ہے اور کل قیامت کے دن ایسے کو گدھے کی صورت میں اٹھائیں گے۔“

(دلیل العارفین ص ۲۳)

اولیاء کے بے ادب کا خاتمہ خراب:

سنجار میں ایک شخص تھا جو کہ اولیائے کرام پر بلاوجہ طعن و تشنیع کیا کرتا تھا۔ جب

وہ شخص بیمار ہو کر قریب المرگ ہوا تو اُس وقت وہ شخص ہر قسم کی باتیں کر سکتا تھا مگر کلمہ شہادت نہیں پڑھ سکتا تھا۔ بارہا لوگوں نے اُسے کلمہ سنایا لیکن کسی طرح کلمہ نہیں پڑھ سکا۔ لوگ پریشان ہوئے اور دوڑ کر حضرت شیخ سنجاری رحمۃ اللہ علیہ کو بلا لائے، آپ آئے اور سرکار غوثیت مآب قدس سرہ العزیز تشریف لا کر اُس شخص کے پاس بیٹھے اور مراقبہ کیا۔ پھر جب آپ نے سر مبارک اٹھایا تو اُس شخص نے کلمہ شہادت پڑھا اور کئی بار پڑھا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے پیارے ولی شیخ سنجاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چونکہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے ولیوں پر طعن کیا کرتا تھا اس وجہ سے اس کی زبان کو کلمہ شہادت پڑھنے سے روک دیا گیا تھا۔ میں نے جب یہ معلوم کیا تو اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس کی سفارش کی۔

مجھ سے فرمایا گیا ”اے پیارے! ہم نے تیری سفارش قبول کی لیکن شرط یہ ہے کہ یہ میرے جن ولیوں کی شان میں بے ادبی کیا کرتا تھا، وہ بھی راضی ہو جائیں“ یہ ارشاد سن کر میں مقام حضرت الشریفہ میں داخل ہوا اور حضرت معروف کرخی، حضرت سقطی، حضرت جنید بغدادی، حضرت خواجہ بایزید بسطامی رضی اللہ عنہم سے میں نے اس شخص کی طرف سے معافی چاہی اور انہوں نے معاف کر دیا۔

پھر اُس شخص نے بیان کیا کہ جب میں کلمہ شہادت پڑھنا چاہتا تو ایک سیاہ چیز میری زبان پکڑ لیتی تھی اور کہتی تھی کہ میں تیری بدزبانی ہوں پھر اس کے بعد ایک چمکتا ہوا نور آیا اور اُس نے اُس بلا کو رفع کر دیا اور اُس نور نے کہا ”میں اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی رضا مندی ہوں“ پھر اُس شخص نے کہا ”مجھے اس وقت آسمان و زمین کے

درمیان نورانی گھوڑے نظر آ رہے ہیں، جن کے سوار بھی نورانی ہیں اور یہ سب سوار ہیبت زدہ ہو کر سرنگوں ہیں اور پڑھ رہے ہیں۔

سُبُوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ۔

پھر آخر دم تک وہ شخص کلمہ شہادت پڑھتا رہا اور اسی پر اُس کا خاتمہ ہوا۔

(قلائد الجواہر ص ۲۷۷)

باادب بانصیب:

گستاخوں کے مقابلہ کے باادب کے حالات پڑھئے تاکہ معلوم ہو کہ اللہ

کے ولیوں کا ادب و احترام کرنے کا انجام کتنا بہترین ہوتا ہے؟

۱۔ ایک شخص جو کہ بدکردار اور فاسق و فاجر تھا۔ ایک دن وہ دریائے دجلہ پر ہاتھ پاؤں دھونے گیا، اتفاق سے حضرت سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ دریا پر وضو کر رہے تھے۔ وہ شخص جب ہاتھ پاؤں دھونے کیلئے بیٹھا تو اتفاقاً وہ ایسی جگہ بیٹھ گیا جو حضرت امام مالک کے اوپر تھی اور حضرت امام مالک نیچے بہاؤ کی طرف بیٹھے وضو کر رہے تھے۔

اُس شخص کو خیال آیا یہ بڑی بے ادبی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مقبول امام

وقت وضو کر رہا ہو اور میرے جیسا ایک نالائق انسان اُن سے اوپر بیٹھ کر ہاتھ پاؤں

دھوئے۔ یہ خیال آتے ہی وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ سے

نیچے بہاؤ کی طرف آ بیٹھا اور ہاتھ پاؤں دھو کر چلا گیا۔ جب وہ شخص مر گیا تو ایک

بزرگ کو خیال آیا کہ فلاں آدمی بڑا ہی فاسق و فاجر تھا۔ دیکھیں تو سہی کہ اُس کے ساتھ

کیا معاملہ پیش آیا؟ انہوں نے اس کی قبر پر جا کر مراقبہ کیا اور اُس سے پوچھا بتا! تیرے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟

اُس نے کہا ”اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میری صرف ایک گھڑی امام مالک کے ساتھ ادب کرنے کی وجہ سے معافی ہو گئی۔ (ذکر خیر ص ۲۳۰)

۲۔ شیخ الاسلام حضرت فرید الدین گنج شکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”ایک دفعہ ایک نوجوان جو کہ بڑا فاسق و گنہگار تھا، وہ ملتان شریف میں فوت ہوا، بعد وفات کسی نے اُسے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ تیرے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ اُس نے جواب دیا کہ ”اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے۔“

پھر اُس سے پوچھا: بخشش کا کیا سبب بنا؟ اُس نے بتایا ”ایک دن حضرت خواجہ بہاؤ الحق زکریا ملتانی رضی اللہ عنہ جا رہے تھے تو میں نے آپ کے دست مبارک کو محبت سے بوسہ دیا اور اسی دست بوسی کی وجہ سے مجھے بخش دیا گیا ہے۔“

(خلاصۃ العارفين ص ۲۰)

امیر خسرو اور پیر کا جوتا:

ایک روز ایک غریب عیالدار شخص نے حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الہی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور میں غریب عیالدار ہوں، میری لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے۔ ازراہ کرم کچھ مرحمت فرمایا جائے۔ تین چار روز سے کوئی نذرو نیاز نہیں آئی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت ہمارے پاس کچھ موجود نہیں ہے۔ ہماری نعلین لے جاؤ تمہارے کام آئے گی۔ وہ شخص حضور محبوب الہی کی نعلین اٹھا کر

ملتان کی جانب روانہ ہو گیا۔ امیر خسرو و شہزادہ سلطان آپ کے مصاحبوں میں سے تھے۔ وہ بھی ملتان سے دہلی تشریف لارہے تھے۔ اتفاقاً راستہ میں اُس شخص سے ملاقات ہو گئی، پوچھا کہاں سے آرہے ہو تو اُس شخص نے جواب دیا ”دہلی سے“ دہلی کا نام سن کر آپ نے حضرت محبوب الہی کی خیریت معلوم کی۔ اس شخص نے اپنی سرگزشت سناتے ہوئے امیر خسرو کو بتایا کہ حضرت محبوب الہی نے مجھے اپنی نعلین عطا کی ہیں۔ آپ نے فرمایا ”یہ نعلین بیچو گے؟“ وہ شخص چونکہ حاجت مند تھا۔ فوراً بول اٹھا۔ آپ شوق سے خرید سکتے ہیں۔ امیر خسرو نے پانچ لاکھ روپے جو آپ کو سلطان نے بطور انعام دیئے تھے نکال کر فقیر کے سامنے رکھ دیئے اور حضرت کی کفش مبارک اپنے سر پر رکھ لیں۔ اسی حالت میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ سنایا۔ حضور محبوب الہی نے فرمایا:

اے ترک ارزاں خریدی۔

ترجمہ: اے ترک تو نے اسے سستا خریدا ہے۔

شیخ کا جوتا:

منقول ہے کہ ایک روز حضرت مولانا وجیہ الدین حضرت محبوب الہی کے خاص مرید خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر تھے واپس جانے لگے تو معلوم ہوا کہ ان کی جوتیاں کوئی چور لے گیا ہے۔ حضرت محبوب الہی کو اس واقع کی اطلاع ہوئی، حکم دیا کہ ہماری جوتیاں مولانا وجیہ الدین کو دے دو۔ خدام نعلین مبارک ان کے پاس لائے۔ مولانا نے ان کو بوسہ دے کر اپنے عمامہ میں باندھ لیا اور ننگے پاؤں گھر کی طرف چل دیئے۔ راستہ میں کسی شخص نے آپ سے کہا تم بھی بڑے

عجیب آدمی ہو۔ حضرت نے تم کو جوتیاں اس واسطے دی تھیں کہ تم ننگے پاؤں گھر نہ جاؤ اور تم نے ان کو سر پر باندھ لیا۔ مولانا نے جواب دیا میرے مخدوم کی جوتیاں میرے سر پر رہنی چاہئیں، میری مجال نہیں ہے کہ میں ان پر پاؤں رکھوں۔

تادم زیت شیخ کے گھر کی طرف پیٹھ نہ کی:

مولانا برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ نے تادم زیت اپنے شیخ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے گاؤں غیاث پور کی طرف پیٹھ نہیں کی اور جو عقیدت و محبت اور احترام مولانا برہان الدین کو اپنے پیر کے ساتھ تھا وہ حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ اور یارانِ طریقت کو میسر نہ تھا۔ گویا وہ اس مسئلہ میں اپنے تمام پیر بھائیوں کے مقتداء اور پیشوا بنے۔

اویسی کی آخری اپیل:

یہ تھا وہ ادب و احترام جو آج دُنیا سے رخصت ہو گیا۔ اس کے بجائے بے ادبی و گستاخی نے لے لی ہے، جسے دین سمجھا جا رہا ہے اور ادب کو شرک و بدعت یہاں تک کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام کو شرک و بدعت کے فتویٰ جاری کئے جا رہے ہیں۔

از خدا خواہیم توفیق ادب..... بے ادب محروم ماند از فضل رب

ترجمہ: خدا تعالیٰ سے ہم ادب کی توفیق چاہتے ہیں (کیونکہ) بے ادب فضل رب سے محروم رہتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گستاخوں کا بُرا انجام

حصہ دوم

از قلم:

شیخ التفسیر مولانا ابوالصالح

حضرت علامہ مفتی ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی بہاولپور

ملنے کا پتہ:

مکتبہ اویسیہ رضویہ سیرانی روڈ بہاولپور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرضِ مؤلف

بعض بے ادب لوگ اپنی جہالت سے انبیاء و اولیاء کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ایسے نادانوں کیلئے مولانا نے روم اپنی مثنوی میں کیا اچھا وعظ فرماتے ہیں:

کار پا کاں را قیاس از خود بگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر
جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد! کم سے زا بدال حق آگاہ شد!
اشقیاء را دیدہ بینا نہ بود نیک و بد در دیدہ مشاں یکساں نمود
ہمسری با انبیاء برداشتند! اولیاء را ہچو خود پنداشتند!
گفت اینک مابشہ ایشاں بشر ماؤ ایشاں بسہ خوابیم و خور!!
ایں نداشتند ایشاں از علماء! ہست فرقے درمیاں بے منتہا!!
یعنی بزرگوں کے افعال کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو۔ اگرچہ ظاہر میں دونوں
یکساں ہیں، جس طرح شیر و شیر لکھنے میں یکساں ہیں اکثر لوگ اسی وجہ سے خراب ہو
گئے ہیں کہ اولیاء اللہ کے حالات سے کم واقف ہوتے ہیں۔ شقی لوگوں کو دیدہ بینا میسر
نہ ہوئی۔ اچھے اور بُرے اُن کی نظر میں یکساں نظر آتے تھے۔ اس وجہ سے حضرات
انبیاء علیہم السلام سے ہمسری کا دعویٰ کیا۔ اولیائے کرام کو اپنی مثل سمجھا اور کہنے لگے
کہ ہم بھی بشر ہیں، یہ انبیاء بھی بشر ہیں، ہم اور یہ دونوں خواب و خورش کے مقید ہیں۔ یہ
ان کو دل سے نظر نہ آیا کہ دونوں کے درمیان بے انتہاء فرق ہے۔

اس کے بعد مولانا روم چند مثالیں بیان فرماتے ہیں:

ہر دو یک گل خورد زنبور و نحل لیک زیں شد نیش و زان دیگر عسل
 ہر دو گوں آ ہو گیا خور دند و آب زیں یکے سرگیں شد و زان مشک ناب
 ہر دو نے خورد نذاز یک آب خور آں یکے خالی و آں پُر از شکر!
 صد ہزاراں این چنین اشباہ ہیں فرق شاں ہفتا و سالہ راہ ہیں!

مثال اول:

دونوں قسم کے زنبور ایک ہی قسم کے پھول چوستے ہیں۔ یعنی جس طرح کے پھول ایک کی غذا ہیں، وہی دوسرے کی مگر ایک سے صرف نیش پیدا ہوتا ہے اور دوسرے سے شہد پیدا ہوتا ہے۔

دوسری مثال:

.. دونوں قسم کے ہرن یہی گھاس اور پانی کھاتے اور پیتے ہیں۔ ایک سے صرف سرگین پیدا ہوتا ہے اور دوسرے سے مشک خالص حاصل ہوتا ہے۔

تیسری مثال:

دونوں قسم کے نے ایک ہی گھاٹ پانی پیتے ہیں مگر ایک تو خالی یعنی نرکل اور دوسرا شکر سے پُر ہوتا ہے یعنی نیشکر۔ اسی طرح لاکھوں نظائر دیکھ لو اور ان میں بہت سا فرق ملاحظہ کر لو۔ خلاصہ یہ کہ دو چیزوں کے کسی ایک امر میں شریک ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ باقی تمام پہلوؤں سے بھی یکساں ہیں۔

ایں خورد گرد و پلیدی زو جدا واں خورد گردد ہمہ نور خدا!
 ایں خورد زاید ہمہ بخل و حسد واں خورد زائد ہمہ عشق احد!
 یعنی اس طرح سمجھ لو کہ اشقیاء اور اتقیاء میں بہت سا فرق ہے۔ ایک طعام کھاتا ہے تو
 اُس سے پلیدی و بخل و حسد پیدا ہوتا ہے اور دوسرا کھاتا ہے تو اُس سے تمام تر نور خدا
 یعنی عشق الہی پیدا ہوتا ہے۔

ایں زمین پاک و آں شوراست و بد ایں فرشتہ پاک و آں دیواست و دو
 ہر دو صورت گر بہم ماندر و است آب تلخ و آب شیریں راصفاست
 جز کہ صاحب ذوق نشاسد شراب او شناسد آب خوش از شورہ آب
 جز کہ صاحب ذوق نشاسد طعموم شہد رانا خوردہ کے داند زموم!
 اس میں شقی اور سعید کے فرق کا بیان ہے۔ کہ ایک تو مثل پاکیزہ زمین کے
 ہے یعنی سعید اور دوسرا مثل شیطان و درندہ کے ہے، یعنی شقی۔ اس تفاوت کے ساتھ بھی
 اگر ظاہر دونوں میں مشابہت ہو تو ممکن ہے دیکھو آب شور اور آب شیریں میں کتنا
 فرق ہے مگر ظاہر اصفائی کی صفت دونوں میں ہے۔ اس فرق معنوی کو ہر شخص نہیں
 سمجھتا۔ مثلاً پینے کی چیزوں کو وہی پہنچانے گا جس کی قوت ذائقہ درست ہو۔ اسی کو تمیز
 ہوگی کہ یہ شیریں پانی ہے اور یہ شور۔ اسی طرح مزوں کے تفاوت کو وہی پہنچائے گا
 جس کی قوت ذائقہ صحیح ہو۔ اسی طرح شہد اور موم کے مزے کے فرق کو بے کھائے
 کب سمجھ سکتا ہے۔ حاصل یہ کہ اسی طرح جب تک ذوق باطنی صحیح نہ ہو، نیک و بد میں
 (جبکہ وہ ظاہر میں متشابہ ہوں) امتیاز نہیں ہو سکتا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ - اَمَّا بَعْدُ

مقدمہ

اگرچہ ہمارے دور میں انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام و اہل بیت عظام علیہم الرضوان اور اولیاء و علماء علیہم الرحمۃ والغفران کی گستاخی و بے ادبی کو معمولی غلطی سمجھا جاتا ہے بلکہ بعض فرقوں نے تو اس کو کوئی اہمیت نہیں دی حالانکہ بے ادبی و گستاخی عذابِ الہی کا دوسرا نام ہے۔

بے ادب خود را نہ تہا داشت بد

فقیر اس رسالہ میں مختصراً گستاخوں کا انجام واضح کرتا ہے پھر اختیار بدست مختار۔

قرآن مجید

ہم سب کو قرآن مجید کے ارشاد گرامی سے بڑھ کر اور کوئی حکم نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ
وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ط أُولَئِكَ
كُتِبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانُ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ط وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي
مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ط رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ
حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ - (پ ۱۲۸ المجادلہ آیت نمبر ۲۲)

ترجمہ: .. تو نہ پائے گا انہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ اور قیامت پر ان کے دل میں
ایسوں کی محبت آنے پائے جنہوں نے خدا اور رسول سے مخالفت کی چاہے وہ ان کے
باب یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ لوگ وہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے
ایمان نقش کر دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی اور انہیں باغوں میں لے
جائے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، ہمیشہ رہیں گے ان میں، اللہ ان سے راضی
اور وہ اللہ سے راضی۔ یہی لوگ اللہ والے ہیں، اللہ والے ہی مراد کو پہنچے۔

تفسیر:

اس آیت کریمہ میں صاف فرما دیا کہ جو اللہ جل شانہ یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی جناب میں گستاخی کرے، مسلمان اس سے دوستی نہ کرے گا۔ جس کا صریح

مفاد ہوا کہ جو اس سے دوستی کرے وہ مسلمان نہ ہوگا۔

نیز آیت میں ارشاد فرمایا کہ باپ، بیٹے، بھائی، عزیز سب کو گنا یا یعنی کیسا ہی تمہارے زعم میں معظم یا کیسا ہی تمہیں بالطبع محبوب ہو! ایمان ہے تو گستاخی کے بعد اُس سے محبت نہیں رکھ سکتے۔ اُس کی وقعت نہیں مان سکتے ورنہ مسلمان نہ رہو گے۔

مولیٰ تعالیٰ کا اتنا فرمانا ہی مسلمان کیلئے کافی تھا مگر دیکھو وہ تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے۔ اپنی عظیم نعمتوں کی یاد دلاتا ہے کہ اگر اللہ اور رسول کی عظمت کے آگے تم نے کسی کا پاس نہ کیا، کسی سے علاقہ نہ رکھا تو تمہیں کیا کیا فائدے حاصل ہوں گے۔

فوائد:

- ۱۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں ایمان نقش کر دے گا، جس میں انشاء اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ کی بشارت ہے کیونکہ اللہ کا لکھا نہیں مٹتا۔
 - ۲۔ اللہ تعالیٰ روح القدس سے تمہاری مدد فرمائے گا۔
 - ۳۔ تمہیں ہمیشگی کی جنت میں لے جائے گا جس کے نیچے نہریں رواں دواں ہیں۔
 - ۴۔ تم خدا کے گروہ کہلاؤ گے یعنی خدا والے ہو جاؤ گے۔
 - ۵۔ منہ مانگی مرادیں پاؤ گے بلکہ اُمید و خیال و گمان سے کروڑوں درجے زیادہ
 - ۶۔ سب سے زیادہ یہ کہ اللہ تم سے راضی ہوگا۔
 - ۷۔ یہ کہ اللہ فرماتا ہے میں تم سے راضی تم مجھ سے راضی۔
- بندے کیلئے اس سے زیادہ اور کیا نعمت ہو کہ اُس کا رب اُس سے راضی ہو

مگر انتہائے بندہ نوازی یہ کہ فرمایا اللہ تعالیٰ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

مسلمانو! خدا لگتی کہنا کہ اگر کروڑ جا نہیں آدمی رکھتا ہو اور وہ سب کی سب ان عظیم دولتوں پر نثار کر دے کہ وہ اللہ کو پائے پھر زید و عمر سے علاقہ تعظیم و محبت یک لخت ختم کر دینا کتنی بڑی بات ہے جس پر اللہ تعالیٰ ان بے بہا نعمتوں کا وعدہ فرما رہا ہے اور اللہ کا وعدہ یقیناً سچا ہے۔ جیسا کہ اُس کے نہ ماننے والوں پر اپنے عذابوں کا تازیانہ بھی رکھتا ہے کہ جو پست ہمت نعمتوں کے لالچ میں نہ آئیں۔

ادب کے فوائد پڑھنے کے بعد گستاخی کی سزا بھی سنئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا۔ (پ ۲۲ سورہ الاحزاب آیت نمبر ۵۷)

ترجمہ: بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اُس کے رسول کو اُن پر اللہ کی لعنت ہے دُنیا اور آخرت میں اور اللہ نے اُن کیلئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَ مَبَشِّرًا وَ نَذِيرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَ
تَعَزَّوْهُ وَتُوقِرُوهُ ط۔ (پ ۱۲۶ لفتح آیت نمبر ۸، ۹)

ترجمہ: ہم نے آپ کو قیامت کے دن اعمالِ اُمت پر گواہ اور (دُنیا میں مسلمانوں کو) خوشخبری دینے والا اور (کافروں کو) ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا تا کہ تم لوگ اللہ و

رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔

احادیث مبارکہ

جس طرح صحابہ کرام نے قرآن و حدیث کو سمجھا، ایسے نہ کسی غوث و قطب کو نصیب ہوا نہ مجتہد امام و فقیہ کو اور نہ کسی محدث و مفسر کو، پھر دو چار لغت کی کتابیں پڑھنے والے تو کسی شمار میں بھی نہیں۔ ذیل میں ہم صحابہ کرام و اہل بیت عظام کی روایات پیش کرتے ہیں تاکہ مسئلہ کی عزت و عظمت ذہن میں اچھی طرح جاگزیں ہو جائے۔

صحابہ کرام کا گستاخوں کے ساتھ برتاؤ

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس صحابہ جیسے بے پناہ محبت و عقیدت رکھنے والے انتہائی مخلص و وفادار ساتھی انسانیت میں نہ تو کبھی زمانہ ماضی میں پیدا ہوئے اور نہ کبھی آئندہ پیدا ہو سکتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام کی جانثاریوں، فداکاریوں، تعظیم و توقیر، ادب اور احترام کیلئے بے شمار واقعات احادیث و سیر کی معتبر کتابوں میں مذکور و مروی ہیں۔ ان میں حسب ذیل چند واقعات بہ حوالہ جات معتبر کتب پیش کرتا ہوں۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا گدھا اور بے ادب گستاخ

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُواْ

ص ۲۰۹ میں لکھتے ہیں:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ لَوَاتَيْتَ عَبْدَ اللَّهِ بْنِ أَبِي فَاذْطَلَقَ

إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكَبُ حِمَارَةً وَأُطْلِقَ الْمُسْلِمُونَ يَمْشُونَ
 وَهِيَ الْأَرْضُ سَنَجَةً فَلَمَّا آتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِلَيْكَ فَوَاللَّهِ لَقَدْ
 آذَانِي نَتْنِ حِمَارِكَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَاللَّهِ لَحِمَارُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطْيَبُ رِيحًا مِنْكَ فَغَضِبَ لِعَبْدِ اللَّهِ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ وَغَضِبَ
 لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهَا أَصْحَابُهُ وَكَانَ بَيْنَهُمَا ضَرْبٌ بِالْحَدِيدِ وَالْأَيْدِي وَالنِّعَالِ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 عبد اللہ ابن ابی کے ہاں چل کر اس کے ساتھ صلح کی بات کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 دراز گوش پر سوار ہو کر مع جماعت عبد اللہ ابن ابی کے ہاں تشریف لے گئے۔ عبد اللہ
 ابن ابی نے کہا: گدھے کو دور کیجئے، مجھے اس سے بد بو آتی ہے۔ ایک انصاری مرد نے
 کہا: بخدا ہمارے نزدیک گدھا تیرے سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس سے عبد اللہ ابن
 ابی کی پارٹی کا ایک شخص ناراض ہوا تو ان کی آپس میں ہاتھ پائی شروع ہو گئی۔ یہاں
 تک کہ ایک دوسرے پر پتھر اور جوتے برسارے تھے۔

ف: غور کیجئے کہ صحابہ کرام کی نظروں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کتنا ملحوظ خاطر تھا
 کہ دراز گوش کے مقابلہ میں کلمہ گو نے عبد اللہ بن ابی اور اس کی پارٹی سے ہاتھ پائی اور
 لڑائی جھگڑا شروع کر دیا۔

حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کا قتل:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا:

من الكعب بن الأشرف فإنه قد أذى الله ورسوله

ترجمہ: کعب بن اشرف کو قتل کرنے کوں جاتا ہے اس لئے کہ اُس نے اللہ اور اُس کے رسول کو ستایا ہے۔

حضرت محمد بن مسلمہ کھڑے ہو گئے، عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ائحِبُّ اَنْ اُقْتَلَ۔ کیا آپ کو یہ پسند ہے کہ میں اُسے قتل کروں۔ آپ نے فرمایا: ہاں اس پر محمد بن مسلمہ نے عرض کی کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اُس سے ہیرا پھیری کی بات کروں (یعنی ڈھنگ کی بات کروں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اجازت ہے۔

تو محمد بن مسلمہ کعب کے پاس آئے اور اُس سے کہنے لگے کہ اُس مرد نے ہم سے صدقہ مانگا ہے اور ہمیں مشقت میں ڈال دیا ہے اور میں تیرے پاس قرضہ مانگنے آیا ہوں۔ کعب نے کہا: اللہ کی قسم! تم اس سے اور بھی زیادہ ملال میں پڑو گے۔ محمد نے کہا: ہم چونکہ اُس کی اتباع کر چکے ہیں لہذا ہم نہیں چاہتے کہ اُس کو چھوڑ دیں حتیٰ کہ دیکھیں اُس کا کیا انجام ہوگا۔ محمد نے کہا ”میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ تو مجھے قرض دے دے کعب نے کہا (گروی) کیا رکھے گا؟۔ انہوں نے کہا: تیرا کیا ارادہ ہے۔ کعب نے کہا: تم اپنی عورتیں میرے ہاں گروی رکھو۔ انہوں نے جواب دیا تم عرب کے حسین ترین شخص ہو، ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کیسے گروی رکھ سکتے ہیں۔ کعب نے اُس سے کہا: تو اپنی اولاد میرے ہاں گروی رکھو۔

محمد نے جواب دیا کہ ہمارے بیٹوں کو یہ طعنہ دیا جائے گا کہ فلاں گروی رکھا گیا تھا تو یہ ہم پہ عار ہے۔ ہاں ہم تیرے ہاں ہتھیار گروی رکھیں گے۔ کعب نے کہا:

اچھا ٹھیک ہے۔ محمد بن مسلمہ نے وعدہ کیا کہ وہ اُس کے پاس حارث، ابو عبس اور عباد بن بشر کو بھی لے کے آئے گا۔

راوی نے کہا کہ یہ سب رات کو کعب کے پاس پہنچے اور اُس کو بلایا۔ وہ اُن کی طرف اُترا۔ کعب کی بیوی نے اُس سے کہا کہ میں ایسی آواز سنتی ہوں کہ گویا وہ خون بہانے والے کی آواز ہے۔ کعب نے جواب دیا کہ یہ تو محمد بن مسلمہ اور اُس کا رضاعی بھائی ابونا نلہ ہے۔ بے شک کریم کو رات کے وقت اگر نیزے کی ضرب کیلئے بھی پلایا جائے تب بھی جواب دے گا۔ محمد نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جب وہ آئے گا میں اپنا ہاتھ اُس کی سر کی طرف بڑھاؤں گا۔ پھر میں جب اُس پر قابو پا جاؤں تو تم ہوشیاری سے اپنی تلواریں لے کر اُس کو مار دینا۔

راوی نے کہا کہ جب وہ اُترا اس حال میں کہ بغل سے نیچے کپڑا نکال کر کندھے پر ڈالے ہوئے تھا تو انہوں نے کہا: ہم تیرے سے خوشبو محسوس کرتے ہیں۔ کہنے لگا کہ مستوراتِ عرب میں سب سے زیادہ سے زیادہ خوشبو والی میرے نیچے ہے۔ محمد نے کہا: کیا مجھے اجازت ہے کہ میں تیرے سر کو سونگھ لوں۔ اُس نے کہا ہاں۔ تو محمد نے سونگھا اور قابو پا گئے۔ ساتھیوں سے کہا: اسے قتل کر دو تو انہوں نے قتل کر دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اس واقعہ کی خبر دی۔

(صحیح بخاری جلد ۲، ص ۵۷۶ و صحیح مسلم جلد ۲، ص ۱۱۰)

فوائد:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضور کو سب کرنا (نعوذ باللہ) صرف حضور کو

ایذا پہنچانا نہیں بلکہ اللہ کو بھی ایذا پہنچانا ہے۔ کعب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَإِنَّهُ أَدَى اللَّهِ تَعَالَى وَرَسُولَهُ

اس نے اللہ ورسول کو ایذا دی

۲۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ مستحق قتل ہے لیکن یہ کام حکومت کر سکتی ہے عوام اس کے مجاز نہیں۔

حضور علیہ السلام کا ایک اور دشمن صحابہ کے زرنغے میں:

حضرت براء سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافع کے ہاں

چند انصاری بھیج کر اُسے قتل کرایا۔ کیوں؟ اس لئے کہ

كَانَ أَبُو رَافِعٍ يُؤْذِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابورافع حضور کو ایذا دیتا تھا۔ (صحیح بخاری، جلد ۲، ص ۵۷۷)

نابینا عاشق رسول اور گستاخ لونڈی:

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک نابینا صحابی کی لونڈی اُم ولد

تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب و شتم کرتی تھی۔ وہ باز نہ آئی۔ نابینا صحابی نے

اُسے جھڑکا، وہ نہ رُکی۔ ایک رات وہ لونڈی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی

و بے ادبی کرنے لگی تو اُس لونڈی کے پیٹ پر تلوار کورکھ کر دبایا اور اسے قتل کر دیا۔

پس جب صبح ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ ذکر کیا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا، پھر فرمایا: میں اُس کو قسم دیتا ہوں کہ کھڑا ہو

جائے جس نے کیا جو کچھ کیا، میرا اُس پر حق ہے کہ میری اطاعت کرے تو نابینا صحابی کھڑے ہو گئے۔ لوگوں کو پھلانگتے ہوئے اس حال میں آیا کہ خوف سے کانپتے تھے۔ حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے بیٹھ گئے۔ عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ! میں اس لونڈی کا مالک ہوں اور میں نے اس کا کام تمام کیا ہے۔ وہ آپ کو گالیاں دیتی تھی، میں نے اُسے روکا نہ رُکی میں نے اُسے جھڑکا وہ باز نہ آئی، اس سے میرے دو بیٹے ہیں اور وہ میری رفیقہ تھی۔ گذشتہ رات آپ کی شان میں گستاخی میں شروع ہوئی، میں نے تلوار اٹھائی اور اُس کو اس کے پیٹ میں رکھا اور خود اور چڑھ گیا حتیٰ کہ اُسے قتل کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حاضرین مجلس! خبردار تم گواہ ہو جاؤ! اس عورت کا خون رائیگاں ہے۔ (یعنی نابینا صحابی نے ٹھیک کیا۔ موذی رسول قتل کرنے کے ہی قابل ہے، اُس کے خون کا بدلہ نہیں لیا جائے گا، اُس لعین کا خون ضائع جائے گا) (سنن ابی داؤد، کتاب الحد و باب الحکم فی مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سنن نسائی کتاب المحاربة باب الحکم فیمن سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

نبی علیہ السلام کی دشمن یہودیہ کا گلہ گھونٹا گیا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی و بے ادبی کرتی تھی تو ایک صحابی نے اُس کا گلہ گھونٹا یہاں تک کہ وہ مر گئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس کا خون باطل کیا کہ وہ رائیگاں گیا، بدلہ نہیں لیا جائے گا۔ (سنن ابی داؤد، ص ۲۲۲، مشکوٰۃ شریف ص ۳۰۸)

متقی، پرہیزگار لیکن دشمنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم :

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض و عداوت دل میں ہو تو پھر جملہ عبادات بے کار بلکہ جہنم کا موجب۔ چنانچہ محدث کبیر امام ابو یعلیٰ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی تصریح فرمائی اور صاحب ”ابریز“ نے اسے کتاب میں نقل کیا۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ فِينَا شَبَابٌ ذُو عِبَادَةٍ وَ زُهْدٍ وَاجْتِهَادٍ سَمِينَا
لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَعْرِفْهُ وَ وَصَفْنَا بِصِفَتِهِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ
فَبَيْنَمَا نَحْنُ كَذَلِكَ إِذَا قَبَلَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ هُوَ هَذَا فَقَالَ إِنِّي لَأَرَى عَلَى
وَجْهِهِ سَفْعَةً مِنَ الشَّيْطَانِ فَجَاءَ سَلَّمَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اجْعَلْتِ فِي نَفْسِكَ أَنْ لَيْسَ فِي الْقَوْمِ خَيْرٌ مِنْكَ فَقَالَ نَعَمْ ثُمَّ وَلِي فَدَخَلَ
الْمَسْجِدَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَقْتُلُ الرَّجُلَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ
كَيْفَ أَقْتُلُ رَجُلًا وَهُوَ يُصَلِّي وَقَدْ نَهَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ
الْمُصَلِّينَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَقْتُلُ الرَّجُلَ فَقَالَ عِمْرَانُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَذَا هُوَ سَاجِدٌ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَارَادَ
لَا رَجْعَ لِي فَقَدْ رَجَعْتُ مِنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ
يَا عِمْرَانُ فَذَكَرَ لَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَقْتُلُ الرَّجُلَ فَقَالَ
عَلِيٌّ أَنَا فَقَالَ أَنْتَ تَقْتُلُهُ أَنْ وَجَدْتَهُ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَوَجَدَهُ قَدْ خَرَجَ فَقَالَ أَمَا
وَاللَّهِ لَوْ قَتَلْتَهُ لَكَانَ أَوْلَاهُمْ وَآخِرُهُمْ وَلَمَّا اخْتَلَفَانِي أُمَّتِي اثْنَانِ أَخْرَجَهُ ابْنُ

ابسی شبہ۔ (ابریز شریف ص ۲۷۷، حجۃ اللہ علی العالمین ص ۵۵۵ مطبوعہ قدیم
و جدید، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۴۷، فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۶۴ وغیرہ وغیرہ)

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینے میں ایک بڑا ہی عابد و زاہد
نوجوان تھا، ہم نے ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا، حضور اُسے نہ جان
سکے۔ پھر اُس کے حالات و اوصاف بیان کئے جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ پہچان سکے،
یہاں تک کہ ایک دن وہ اچانک سامنے آ گیا۔ جیسے ہی اُس پر نظر پڑی ہم نے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ یہ وہی جوان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی طرف دیکھ کر فرمایا
میں اس کے چہرے پر شیطان کے دھبے دیکھتا ہوں۔ اتنے میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
قریب آیا اور سلام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے مخاطب ہو کر فرمایا: کیا یہ بات صحیح نہیں
ہے کہ تو ابھی اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ تجھ سے یہاں کوئی افضل نہیں ہے۔ اُس نے
جواب دیا، ہاں۔ اُس کے بعد جیسے ہی وہ مسجد کے اندر داخل ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز
دی کہ کون اُسے قتل کرتا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں۔ جب اس
ارادہ سے وہ مسجد کے اندر گئے تو اُسے نماز پڑھتا دیکھ کر واپس لوٹ آئے اور اپنے دل
میں خیال کیا کہ ایک نمازی کو کیسے قتل کروں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازی کے قتل سے منع
کیا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی، کون اُسے قتل کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
جواب دیا کہ میں، وہ مسجد کے اندر گئے تو اُس وقت نوجوان سجدہ کی حالت میں تھا، وہ
بھی اُسے نماز پڑھتا دیکھ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرح واپس لوٹ آئے۔ پھر حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی کہ کون اُسے قتل کرتا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، میں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: تم اُسے ضرور قتل کر دو گے بشرطیکہ وہ تمہیں مل جائے، لیکن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد کے اندر داخل ہوئے تو وہ شخص جا چکا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تم اسے قتل کر دیتے تو میری امت کے جملہ فتنہ پردازوں میں سے یہ شخص پہلا اور آخری ثابت ہوتا، یہاں تک کہ اُس کے بعد میری امت کے دو فرد بھی آپس میں نہ لڑتے۔

ناظرین! واقعہ مذکورہ پر غور کیجئے کہ شخص مذکور شرعی احکام کا کتنا بڑا پابند تھا لیکن حضور نبی اکرم ﷺ کی نگاہِ کرم اور آپ کے عشق و پیار سے یکسر خالی تھا، اسی لئے حضور نبی پاک ﷺ کو بار بار متوجہ کرنے کے بعد آپ نے اُس کی جان پہچان سے انکار کر دیا۔ اگرچہ باطنی طور پر آپ ﷺ اُس کے حالات سے پوری طرح واقف تھے۔

چنانچہ وہ شخص جب حاضر ہوا تو آپ نے فرما دیا:

انسی لادی علی وجہہ سفعة من الشيطان

یعنی میں اُس کے چہرے پر شیطانی دھبے دیکھتا ہوں، اور اُسے مخاطب ہو کر

اُس کے اندرونی مرض (بغض و دشمنی نبوت) کا پتہ بھی دے دیا۔ چنانچہ اُس کے

ساتھ خطاب کے الفاظ مبارک یہ ہیں کہ:

اجعلت فی نفسک ان لیس فی القوم خیر منک فقال اللهم نعم

یعنی کیا تو نے ابھی دل میں یہی سوچا کہ تجھ سے بہتر و برتر کوئی نہیں۔ اُس

کے منہ سے نکلا، ہاں یہی خیال تھا۔

ناظرین: غور فرمائیں کہ ہمارے نبی پاک ﷺ کے علم کی وسعت کتنی ہے کہ نہ صرف

ہر بندے کے حالات سے باخبر ہیں بلکہ آپ ہر ایک اندرونی معاملات کو بھی خوب جانتے ہیں۔ اُس کی مزید تفصیل فقیر کے رسالے ”علم غیب“ میں ہے۔

پھر غور کیجئے کہ اُس شخص کے اتنا بڑا زہد و تقویٰ کے باوجود رحمت اللعالمین، امت کے غم میں ساری رات رونے والے کریم، رحیم، شفیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا، اور نہ صرف ایک بار بلکہ بار بار اور وہ بھی جلیل القدر صحابہ اور خلفائے راشدین جیسی شخصیات کو۔ پھر جب وہ قتل نہ ہو سکا تو افسوس فرماتے ہوئے فرمایا:

اما والله لو قتلته لكان اولهم و آخرهم ولما اختلفا في امتي اثنان
یعنی اگر وہ قتل کر دیا جاتا تو دین میں فی سبیل اللہ فساد کا یہی پہلا اور آخری
مقتول ہوتا اور تا قیامت یہ مذہبی جھگڑا اور اختلاف بھی دنیا سے اُٹھ جاتا۔ اس سے
ثابت ہوا کہ نبوت کے گستاخ کی دنیا میں سزا جان سے مار دینا ہے اور مرنے کے بعد
سیدھا جہنم میں۔

انتباہ:

مذہبی بہروپیوں سے بچنے کی کوشش کرو تا کہ اُن کے پھندے میں پھنس کر تم
بھی اُن کی طرح جہنم کا ایندھن نہ بن جاؤ۔ ایسے مذہبی بہروپیوں کی نشانیاں ”وہابی
دیوبندی کی نشانی“ جو فقیر کی لکھی ہوئی کتاب ہے، میں پڑھئے۔

ایک گستاخ نبی صلی اللہ علیہ وسلم درگاہ نبوت میں:

بہت سے لوگ ظاہر میں نیکی کا کام کرتے ہیں کہ اندرون نیکی در پردہ نبوت

کی گستاخی اور بے ادبی ٹپکتی ہو جیسا کہ ہمارے دور میں دین کے بڑے ٹھیکیداروں کو دیکھ لیجئے یا پھر زمانہ رسالت کو یاد کیجئے۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک موقع پر مال تقسیم

فرما رہے تھے۔

فَجَاءَ رَجُلٌ كَثَّ اللَّحِيْمَةَ مُشْرِفًا الْوَجْنَتَيْنِ غَائِرِ الْعَيْنَيْنِ تَاتِي الْجَبِينِ
مَخْلُوقِ الرَّاسِ مُشِيرِ الْأَذَارِ فَقَالَ اتَّقِ اللَّهَ يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

پس ایک ایسا شخص آیا، جس کی گھنی داڑھی، اونچے اونچے رخسار، گہری

آنکھیں، ابھری ہوئی پیشانی، منڈا ہوا سر اور نچا تہ بند تھا۔

یہ رو، تند خو اور سر منڈا اور سر بر فتنہ

یہ گستاخ نبی کا مختصر سا ایک خاکہ ہے

اُس نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ سے ڈر (معاذ اللہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میں ہی اللہ کی نافرمانی کروں تو پھر

اُس کی فرمانبرداری کون کرے گا؟ اللہ نے مجھے اہل زمین پر امین، قاسم خزان بنایا ہے

اور تم مجھے امین نہیں سمجھتے۔ پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس گستاخ کو قتل

کرنے کی اجازت چاہی مگر حضور نے انہیں منع فرمایا اور جب وہ درگاہ نبوت سے چل

دیا تو نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ ضُنُظِي هَذَا قَوْمًا يَقْرُونَ وَعَنِ الْقُرْآنِ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرُ

هَمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ مَرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمْتِهِ فَيَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَ

يَدْعُونَ أَهْلَ الْأَرْضِ - الحديث

یعنی اس کی نسل سے ایک قوم ہوگی جو قرآن پڑھیں گے لیکن وہ اُن کے حلقوں سے تجاوز نہ کرے گا (یعنی دلوں پر اثر نہ ہوگا)، دین سے اس طرح خارج ہوں گے جیسے تیرکمان سے نکل جاتا ہے۔ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ (مسلم شریف ص ۳۴۰، مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۵)

قارئین:

غور فرمائیں کہ امور مذکورہ نیکی میں نہ صرف شاہی بلکہ جملہ نیکیوں کی سرتاج سمجھی جاتی ہے لیکن نامنظور بلکہ اُلٹا جہنم کے داخلے کا ٹکٹ، وہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ اُن کے عامل نبوت کے گستاخ ہوں گے۔

یہی ہم اپنے عوام اہلسنت کو سمجھاتے ہیں کہ اُن کی ظاہری نیکی کا اعتبار مت کیجئے بلکہ اُن کے عقائد کو دیکھئے مثلاً وہابیوں، دیوبندیوں، تبلیغیوں کو دیکھئے کہ ان لوگوں کو اپنی قرآن دانی کا کتنا دعویٰ ہے کس طرح قرآن قرآن پکارتے ہیں لیکن چونکہ قرآن صرف اُن کی زبان پر ہے دل میں نہیں ہے اس لئے یہ لوگ قرآن پڑھ کر اُلٹے ترجمے سناتے ہیں، شان نبوت و ولایت کی تحقیر کرتے ہیں، بتوں اور مشرکوں کے بارے میں نازل شدہ آیات کو حضرات انبیاء و اولیاء اور مسلمانوں پر بلا تکلف چسپاں کرتے ہیں، اور جب انہیں قرآن دانی کا نشہ زیادہ چڑھ جائے تو یہ لوگ فقہ شریف کے ساتھ حدیث پاک کا انکار کر کے منکر حدیث (چکڑالوی) بن جاتے ہیں جیسا کہ عبداللہ چکڑالوی وہابی نے منکر حدیث ہو کر قرآن کی آڑ میں فتنہ انکار حدیث کھڑا کر

دیا۔

ف: جس شخص کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جھڑکا، اُس کا نام حرقوص بن زبیر تھا

اور ذوالخویصرہ کے نام سے مشہور تھا۔ اور آیت

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطُوا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ

(پارہ ۱۰، سورہ توبہ آیت نمبر ۵۸، ۵۹)

اور خلیفہ برحق کی مخالفت کی اور اہل حق کے ساتھ جہاں و قتال کیا حتیٰ کہ عبدالرحمن بن ملجم خارجی کے ہاتھوں حضرت سیدنا علی مرتضیٰ شہید ہوئے۔ اسی بد بخت گروہ کے فتنوں کی خبر زبان رسالت نے سر زمین نجد میں ظاہر ہونے کے متعلق دی اور فرمایا: هُنَالِكَ الزَّلَالُ وَالْفِتْنُ۔ الخ

خطرہ کا الارم:

ذوالخویصرہ مذکورہ کی اولاد کے متعلق سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی خبر اور سب سے بڑے خطرے کا اظہار وہ یہ کہ اس کے مذہب کے پیروکار بالآخر دجال لعین کے ساتھ مل کر اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تباہ و برباد کریں گے۔ چنانچہ مشکوٰۃ جلد اول کتاب القصاص باب قتل اہل الردۃ میں بحوالہ نسائی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک بار کچھ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک

فخص نے پیچھے سے عرض کیا یا محمد! آپ نے اس تقسیم میں انصاف نہیں کیا۔ حضور علیہ السلام نے (غضبناک ہو کر) فرمایا کہ ہمارے بعد تم کو ہم سے بڑھ کر کوئی عادل نہ ملے گا۔ پھر فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایک قوم اس سے پیدا ہوگی جو قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا اور اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے۔ پھر فرمایا:

سِيمَاهُمُ الْتَخْلِيْقُ لَا يَزَالُوْنَ يَخْرُجُوْنَ حَتَّىٰ لِيَخْرُجَ اٰخِرُهُمْ مَعَ
الدَّجَالِ فَاَنَّا لَقِيْتُمُوهُمْ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ الْخَلِيْفَةُ -

یعنی ان کی پہچان سرمنڈوانا ہے، یہ نکلتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کی آخری جماعت دجال کے ساتھ ہوگی۔ اگر تم ان سے ہو تو جان لو کہ وہ تمام خلقت میں سے بدترین ہیں۔

مزید تشریح کیلئے فقیر کی کتاب ”وہابی دیوبندی کی نشانی“ پڑھئے۔

نبی علیہ السلام کے گستاخ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مارا:

واقعات بتاتے ہیں کہ معمولی سی بے ادبی اور گستاخی دیکھ کر یاسن کر صحابہ کرام برداشت نہ کر سکے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْسِمُ قَسَمًا إِذَا تَأَهُ ذَوِي الْخَوَيْصِرَةِ وَهُوَ
رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ائْتِنِي فَقَالَ وَيَلِّكَ وَمَنْ يَأْتِيكَ إِذَا لَمْ
أَعْدِلْ قَدْ خَبْتُ وَخَسِرْتُ إِنْ لَمْ أَكُنْ أَعْدَاءَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ائْتِنِي

لِي فِيهِ فَاضْرِبْ عُنُقًا فَقَالَ وَ عَرَفَانَّ لَهُ أَصْحَابًا يَعْطِرُونَ حَدُّكُمْ صَلَوَتَهُ مَعَ
 صَلَوَتِهِمْ وَ صِيَامِهِ مَعَ صِيَامِهِمْ يَقْرُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيهِمْ يَمْرُقُونَ
 مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّبَّحُ مِنَ الرَّمِيَةِ يَنْظُرُ إِلَى نَصِيهِ فَلَا يُوْجَدُ فِيهِ شَيْ
 ثُمَّ يَنْظُرُ إِلَى رِضَافِهِ فَلَا يُوْجَدُ فِيهِ شَيْ ثُمَّ يَنْظُرُ إِلَى نَضِيهِ وَهُوَ تَدْحًا فَلَا
 يُوْجَدُ فِيهِ شَيْ قَدْ سَبَقَ انصرت وَالْدَّم ايتهم اسورا حدی عضديه مثل
 ثدى المرأة و مثل البضعة تدرور و يخرجون حين فرقة من الناس قال
 أَبُو سَعِيدٍ فَأَشْهَدُ إِنِّي سَمِعْتُ هَذَا الْحَدِيثَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ وَأَشْهَدُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ قَاتَلَهُمْ وَأَنَا مَعَهُ فَأَمَرَ بِذَلِكَ الرَّجُلِ
 فَالْتَمَسَ فَاتَى بِهِ حَتَّى نَظَرْتُ إِلَيْهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي
 ذَفْتَهُ -

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار ہم لوگ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے اور حضرت کچھ مال تقسیم فرما رہے تھے کہ ذو
 الخویصرہ آیا جو بنی تمیم قبیلہ سے تھا اور کہا: یا رسول اللہ! عدل کیجئے۔ حضرت نے فرمایا:
 تیری خراب ہو جب میں ہی عدل نہ کروں تو پھر کون کرے گا، اور جب میں نے عدل
 نہ کیا تو تو محروم اور بے نصیب ہو گیا۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ! حکم دیجئے
 کہ اس کی گردن ماروں۔ فرمایا: جانے دو۔ اُس کے رفقاء ایسے لوگ ہیں کہ اُن کی نماز
 اور روزوں۔ مقابلہ میں تم لوگ اپنی نماز و روزوں کو حقیر سمجھو گے، وہ قرآن پڑھیں
 گے لیکن ان کے گلے سے نیچے نہ اُترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر

کمان سے نکل جاتا ہے باوجودیکہ اُس جانور کے پیٹ کی آلائش و خون میں سے پار ہوتا ہے مگر نہ اُس کے پیکان میں کچھ لگا ہوتا ہے نہ اُس کے بدن میں جس سے پیکان باندھا جاتا ہے نہ لکڑی میں نہ پر میں۔ نشانی اُن کی یہ ہے کہ اُن میں ایک شخص سیاہ قام ہوگا جس کا ایک بازو مثل عورت کے پستان یا مثل گوشت پارہ کے حرکت کرتی ہوگی، وہ لوگ اُس وقت نکلیں گے جب لوگوں میں تفرقہ ہوگا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس حدیث کو میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور یہی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان لوگوں کو قتل کیا اور میں بھی حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ تھا، انہوں نے بعد فتح کے حکم کیا کہ اُس شخص کی تلاش کی جائے جس کی خبر حضرت نے دی تھی۔ چنانچہ جب اُس کی لاش لائی گئی دیکھا میں نے کہ جتنی نشانیاں اُس کی حضرت نے کہی تھیں سب اس میں موجود تھیں۔

غور فرمائیے کہ احمق کے ذہن میں آیا کہ عدل ایک عمدہ شے ہے، اگر صاف صاف حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ دیا جائے تو کیا مضائقہ ہے۔ اُس بیوقوف نے یہ خیال نہ کیا کہ بات تو چھوٹی ہے مگر بہ نسبت شان نبوی کے کتنی بڑی بے ادبی ہوگی اور انجام اُس کا کیا ہوگا۔ چنانچہ اسی بے ادبی پر واجب القتل ہو گیا تھا مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے اپنے تمام ہم مشنریوں کے ساتھ مارا جائے اس لئے باوجود حضرت عمر کی درخواست کے منع فرما دیا۔

گستاخ رسول کو قتل کرنے پر خوشی کا منظر:

گستاخ نبوت کتنا ہی اعلیٰ سے اعلیٰ قسم کا زاہد و عابد ہو ہمارے نزدیک ہمارے جوتے کے نوک کے برابر بھی نہیں، بلکہ ہمارے اسلاف تو ایسے بد بختوں کے قتل کرنے سے بہت خوش ہوتے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

قَالَ عَنْ نَبِيْطِ بْنِ شَرِيْطٍ قَالَ لَمَّا فَرَّغَ مِنْ قِتَالِ اَهْلِ النَّهْرِ وَاِنْ قَالَ
 تَلَبَّوْا اَتَقْتَلِيْ قَلْبِنَا هُمْ حَتَّى خَرَجَ فِيْ اٰخِرِهِمْ رَجُلٌ اَسْوَدٌ عَلٰى كَفَّةٍ مِّثْلُ حِلْمَةِ
 اَلْعَدٰى قَالَ عَلِيٌّ اَللّٰهُ اَكْبَرُ مَا كَذَّبْتُ وَلَا كُذِّبْتُ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ قَسَمَ فِجَاءَ هَذَا فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِعْدِلْ فَوَاءَ اللّٰهُ مَا عَدَلْتُ
 مَذَا لِيَوْمٍ فَقَالَ النَّبِيُّ — اَمَكْ وَمَنْ يَّعْدِلُ عَلَيْهِ وَاِذَا لَمْ اَعْدِلْ فَقَالَ عُمَرُ
 بِنُ الْخَطَّابِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا اَقْتُلُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا دَعُوْهُ
 فَاِنَّ لَهُ مَنْ يَّقْتُلُهُ فَقَالَ صَدَقَ اللّٰهُ خَطَّ كَذَابِيْ كَنْزِ الْعَمَالِ —

ترجمہ: نبيط ابن شريط سے کہ جب فارغ ہوئے حضرت علی اہل نہروان کے قتل سے کہا کہ کشتوں میں اُس شخص کو تلاش کرو۔ جب ہم نے خوب ڈھونڈھا تو سب کے آخر میں ایک شخص سیاہ فام نکلا، جس کے شانہ پر ایک گوشت پارہ مثل پرستان کے تھا یہ دیکھتے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ اکبر! قسم ہے خدا کی، نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی نہ میں اُس کا مرتکب ہوا۔ ایک بار ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور حضرت غنیمت کا مال تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! عدل کیجئے کہ آج آپ نے عدل نہیں کیا۔

حضرت نے فرمایا: تیری ماں تجھ پر روئے، جب میں عدل نہ کروں تو پھر کون عدل کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! اس کو قتل نہ کروں۔ فرمایا: نہیں، اس کو چھوڑ دو، اس کو قتل کرنے والے کوئی اور شخص ہیں۔ حضرت علی نے یہ کہہ کر کہا: صدق اللہ

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ سب سے پہلے وہی شخص قتل کیا گیا اس لئے کہ اُس کی لاش تمام لاشوں کے نیچے تھی۔

نتیجہ ظاہر ہے کہ اُس ایک گستاخی نے اُس شخص کو کہاں پہنچا دیا اور کثرت عبادت اور ریاضت اُس کی کس کام آئی!!

ازالہ وہم:

نیکی اور عبادت بہر حال اچھا کام ہے لیکن جس نیکی اور عبادت میں نبوت و رسالت کی تنقیص مطلوب ہو وہ نیکی بھی کفر بن جاتی ہے۔ اُس شخص کا مطلب بھی تنقیص رسالت تھا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

عَنْ أَبِي بَرزَةَ قَالَ قَالَ أَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدْنَا يَمِيرُ فَجَعَلَ يُقْسِمُهَا وَعِنْدَهُ رَجُلٌ أَسْوَدٌ مظهر الشعر عَلَيْهِ ثوبان أبيضان بَيْنَ عَيْنَيْهِ اثر سُجُودٍ وَكَانَ يَتَعَرَّضُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعْطِهِ فَاتَاهُ فَعَرَّضَ مِنْ قَبْلِ وَجْهِهِ فَلَمْ يُعْطِهِ وَاتَاهُ مِنْ قَبْلِ يَمِينِهِ فَلَمْ يُعْطِهِ شَيْءًا فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ مَا عَدَلْتَ مُذَا الْيَوْمِ فِي الْقِسْمَةِ فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَضَبًا شَدِيدًا ثُمَّ قَالَ وَإِنَّهُ لَا تَجِدُونَ أَحَدًا عَدَلَ عَيْكُمْ مِنِّي تَلَاثَ

مَرَاتٍ ثُمَّ قَالَ يُخْرِجُ عَلَيْكُمْ رِجَالٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ كَانَ هَذَا مِنْهُمْ هَكَذَا
يَقْرُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ اِتْرَاقِيهِمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ مِنَ الرَّمِيَةِ
ثُمَّ لَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى صَدْرِهِ سِيمَاهُمْ التَّحْلِيْقُ لَا يَزَالُونَ
يُخْرِجُونَ آخِرَهُمْ مَعَ اَمْسِيْحِ الدَّجَالِ فَاِذَا رَاَيْتُمُوهُمْ فَاَقْتُلُوهُمْ شَرَّ الْخَلْقِ -

ترجمہ: حضرت ابی برزہ نے فرمایا کہ کہیں سے دینار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئے تھے۔ آپ نے ان کو تقسیم فرمانا شروع کیا اور حضرت کے پاس ایک شخص سیاہ فام تھا، سر کے بال کترایا ہوا اور سفید کپڑے پہنا ہوا، جس کے دونوں آنکھوں کے بیچ میں اثر سجدہ کا نمایاں تھا۔ چاہتا تھا کہ حضرت کچھ عنایت فرمادیں مگر کچھ نہ دیا، رو برو آکر سوال کیا: کچھ عنایت فرمایا، داہنے طرف سے آکر سوال کیا جب بھی کچھ نہ ملا، بائیں طرف سے آکر مانگا کچھ نہ ملا، پیچھے سے آکر سوال کیا جب بھی کچھ نہ پایا، کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آج آپ نے تقسیم میں عدل نہ کیا۔ حضرت اس بات پر بہت خفا ہوئے اور شدت غضب سے تین بار فرمایا: خدا کی قسم مجھ سے زیادہ عدل کرنے والا تم کسی کو نہ پاؤ گے۔ پھر فرمایا: یہ ان لوگوں سے ہے جو تم پر مشرق کی طرف سے نکلیں گے، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسا کہ تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ پھر نہ لوٹیں گے دین کی طرف اور دست مبارک سینہ پر رکھ کر فرمایا: نشانی ان کی یہ ہے کہ سر کے بال منڈوا یا کریں گے۔ پھر تین بار فرمایا کہ جب تم ان کو دیکھو تو قتل کر ڈالو۔ وہ لوگ تمام مخلوقات سے بدتر ہیں۔ یہ جملہ تین بار فرمایا۔ روایت کیا اس کو امام نسائی وابن جریر طبرانی اور حاکم نے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ وہ شخص نہایت عابد تھا کہ کثرتِ صلوٰۃ سے پیشانی میں اس کے گھٹا پڑ گیا تھا۔ غرض کہ ان احادیث میں تامل کرنے کے بعد ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ باوجود کثرتِ عبادت اور ریاضتِ شاقہ کے وہ شخص اور اُس کے ہم خیال واجب القتل اور بدترین مخلوقات ٹھہرے۔ وہ اس کی سوائے بے ادبی اور گستاخِ طبعی کے اور کوئی نہ نکلے گی۔

اس سے ثابت ہوا کہ عبادت کیسی ہی اعلیٰ ہو لیکن اگر ادب نہ ہو تو وہ عبادت ہی بیکار ہے اور اگر ادب ہو تو بڑی غلطی بھی معاف ہو سکتی ہے کیونکہ یہی کلمہ تو انصار نے بھی کہا تھا۔ مثلاً:

عکرمہ سے روایت ہے کہ مالِ غنیمت کیلئے لشکرِ اسلام میں جھگڑے ہونے لگے شدہ شدہ یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی، آپ نے حکم دیا کہ سارا مالِ غنیمت حضور میں حاضر کر دیا جائے، کسی کے پاس ایک دانہ بھی نہ رہا۔ اُس وقت اہل شجاعت اور لڑنے والے سمجھے کہ یہ مال صرف ہم لوگوں کو ملے گا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب کو حصہ مساوی دینے لگے۔ حضرت سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ! جن لوگوں نے صفِ کارزار میں بڑھ بڑھ کر تلواریں چلائی ہیں اور داؤدِ شجاعت دے دے کر اپنی جانیں گنوانے میں ذرا بھی دریغ نہ کیا، کیا آپ اُن کو اُن ضعیف اور عاجز لوگوں کے برابر دیں گے جو قابلِ جنگ نہ تھے۔

قربانِ ماغریب نوازی اور مسکین پروری کے ارشاد ہوا کہ تم لوگ یہ فخر نہ کرو کہ ہم اپنی قوتِ بازو سے فیروز مند اور ظفر باب ہوئے ہیں بلکہ یہ انہیں ضعیف کی

دعا تھی۔ دیکھئے اس روایت میں صحابہ نے وہی کہا جو منافق نے کہا تھا لیکن انہیں کچھ نہ کہا گیا۔

گستاخ اور بے ادب ولد الزنا یا ولد الحرام:

ہمارا مشاہدہ ہے کہ نبوت اور ولایت کا بے ادب اور گستاخ ولد الزنا یا ولد الحرام ہوتا ہے، اس کی تصدیق قرآن مجید سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک نبوت کے گستاخ کے بارے میں فرمایا:

وَأَلْطَمَ كَلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَاءٍ بِنِيمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ
أَثِيمٍ غُتْلٍ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ۔ (پ ۲۹، القلم آیت نمبر ۱۰ تا ۱۳)

ایسے کی باتیں نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا، ذلیل، بہت ذلیل، بہت طعنہ دینے والا، بہت ادھر ادھر کی لگاتا پھرنے والا، بھلائی سے بڑا روکنے والا، حد سے بڑھنے والا، گنہگار، درشت خو، اس کے بعد ولد الحرام۔

چنانچہ اس بے ادب نے اپنی ماں سے تصدیق چاہی تو اُس کی ماں نے اعتراف کیا کہ واقعی نبوت کا گستاخ ولد الحرام ہے۔

تفاسیر میں مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ولید بن مغیرہ نے اپنی ماں سے جا کر کہا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں دس باتیں فرمائی ہیں ۹ کو میں جانتا ہوں کہ مجھ میں موجود ہیں لیکن دسویں بات اصل میں خطا ہونے کی ہے۔ اس کا مجھے معلوم نہیں، یا تو مجھے سچ بتادے ورنہ میں تیری گردن مار دوں گا۔ اُس پر اُس کی ماں نے کہا کہ تیرا باپ نامرد تھا، مجھے اندیشہ ہوا کہ مر جائے گا تو اُس کا

کے یا ویسے بد مذہبی کو اختیار کرتا ہے تو وہ ظالم ولد الزنا، ولد الحرام ضرور ہوتا ہے۔

فائدہ:

ظاہر ہے کہ ولد الزنا تو وہ ہے جو اپنے باپ کا نہ ہو، ولد الحرام وہ ہوتا ہے جو ہو تو اپنے باپ کا لیکن اُس کے باپ سے یہ غلطی ہوئی کہ پہلے جماع کے بعد غسل کئے بغیر دوبارہ جماع کر لیا۔ اُس سے نطفہ ٹھہرا تو وہ ولد الحرام ہے۔ یعنی نطفہ نجس کی نحوست سے عقائد نگہت سے اعلیٰ خاندان کے لوگ بد مذہب ہو جاتے ہیں، اس کی اکثر اصل وجہ یہی ہوتی ہے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

مالک بن نویرہ کا قتل:

مالک بن نویرہ کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسی بناء پر قتل کیا کہ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ”تمہارے صاحب“ کہا۔ (جلد ۲، ص ۲۰۸، شفا اور نایم الریاض جلد ۴، ص ۳۳۵ میں ہے، حالانکہ کسی کو تمہارا صاحب کہنا بظاہر کوئی غلطی نہیں مین چونکہ کہنے والے نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معمولی سمجھ کر کہا تو سیف اللہ (خدائی تلوار) نے اُسے زندہ نہ چھوڑا۔

قرآن کے قاری اور امام مسجد کو حضرت عمر نے قتل کر دیا:

صاحب تفسیر روح البیان نے اسی عَبَسَ وَتَوَلَّىٰ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک امام ہر نماز میں یہ ہی سورۃ پڑھا کرتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو آپ نے اُس امام کو بلا کر قتل کر دیا

کیونکہ ہر نماز میں سورۃ پڑھنے سے معلوم ہوا کہ یہ منافق ہے اور اُس کے دل میں حضور علیہ السلام سے بغض ہے اس لئے اس سورۃ ہی کو ہر نماز میں پڑھتا ہے جو بظاہر عتاب معلوم ہوتی ہے۔ اس سے دو مسئلے بخوبی واضح ہوئے۔

۱۔ ایک تو یہ کہ قرآن بھی بُری نیت سے پڑھنا کفر ہے، بعض لوگ یہ آیت ہر جگہ پڑھتے پھرتے ہیں قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ اگرچہ پڑھتے تو قرآن کی آیت ہیں مگر نیت ہوتی ہے حضور علیہ السلام کی اہانت کی۔

۲۔ وہ آیات جن میں حضور علیہ السلام کے درجات بیان کئے گئے ہیں، اُن کو ہر جگہ کیوں نہیں پڑھتے۔

۳۔ حدیث میں خارجیوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ ایک قوم ایسی پیدا ہوگی کہ قرآن پڑھے گی اور قرآن ان کے گلے سے نیچے نہ اترے گا کہ قرآن اُن پر لعنت کرے گا وہ اسی قسم کے لوگ ہیں۔

عظمتِ مصطفیٰ اور صحابہ:

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری جلد اول میں لکھا ہے

کہ:

قَالَ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ حِينَ وَجَّهَهُ قُرَيْشٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْقَضِيَّةِ وَرَأَى مِنْ تَعْظِيمِ أَصْحَابِهِ لَهُ مَا أَرَى أَنَّهُ لَا يَتَوَضَّأُ إِلَّا ابْتَدَرُوا وَضُوءَ إِلَّا وَكَأَدُ وَأَنْ يَقْتُلُوا عَلَيْهِ وَلَا يَبْصُقُ بِصَاقًا وَلَا تَنْخُمُ وَتَحْمَامَةً إِلَّا تَلَقَّوْهَا بِأَكْفِهِمْ فَذَلِكُمْ أَوْبَاهَا وَجُوهُهم وَلَا تَسْقُطُ مِنْهُ شَعْرَةٌ إِلَّا

ابْتَدَأَ مَا وَإِذَا أَمَرَهُمْ بِأَمْرٍ أَوْ إِذَا تَكَلَّمُوا خَفَّصُوا صَوَاتَهُ عِنْدَهُ وَلَا
يَجِدُونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا لَهُ فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى قُرَيْشٍ قَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشِ إِنِّي
جِئْتُ كِسْرَى فِي مِلْكِكُمْ وَقَيْصَرَ فِي مِلْكِكُمْ وَالنَّجَاشِي فِي مِلْكِكُمْ وَقَيْصَرَ وَإِلَيَّ
وَاللَّهِ مَا رَأَيْتَ مَلَكَ نَبِيٍّ قَوْمًا قَطُّ مِثْلَ مُحَمَّدٍ فِي أَصْحَابِهِ۔ الخ۔

ہجرت کے چھٹے سال جب قریش نے عروہ ابن مسعود ثقفی کو آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صلح کیلئے بھیجا اور انہوں نے صحابہ کرام کی تعظیم کا نقشہ دیکھا

تو وہ اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب آپ وضو فرماتے ہیں تو آپ کے وضو

کے مستعمل پانی پر لوگ اس طرح جھپٹتے ہیں کہ اب ان میں جنگ ہوگی، جب آپ بلغم

یا تھوک پھینکتے ہیں تو لوگ اس کو ہاتھ میں لے کر اپنے منہ پر ملتے ہیں، اور جب آپ کا

کوئی موئے مبارک گرتا ہے تو لوگ اُس کو جلد لے لیتے ہیں اور جب آپ کوئی حکم

دیتے ہیں تو اُس حکم کو پورا کرنے کیلئے لوگ دوڑ پڑتے ہیں، اور جب آپ بولتے ہیں

تو لوگ اُس وقت خاموش ہو جاتے ہیں، کوئی شخص اُن کو احتراماً نظر بھر نہیں دیکھ سکتا۔

عروہ جب واپس ہوئے تو انہوں نے کہا کہ اے گروہ قریش! میں نے کسریٰ و قیصر اور

نجاشی کے دربار دیکھے ہیں لیکن میں نے قسم بخدا کسی بادشاہ کو اتنا بارعب اور پر عظمت

نہیں دیکھا کہ جیسا (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے رفقاء میں دیکھا۔

یہ صحابہ کرام کی انتہائی عظمت و محبت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے لعاب دہن اور بلغم تک کو اپنے ۔ ۔ ۔ سعادت و برکت سمجھتے تھے اور اُس کو

اپنے منہ پر ملتے تھے۔

نماز کے دوران تعظیم مصطفیٰ کا نظارہ:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَهَبَ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصَلِّحَ بَيْنَهُمْ فَحَانَتْ الصَّلَاةُ فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ إِلَى
 أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ أَتُصَلِّي لِلنَّاسِ فَاقِيمَ قَالَ نَعَمْ فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فِي الصَّلَاةِ فَتَخَلَّصَ حَتَّى وَقَفَ فِي الصَّفِّ
 فَصَفَّقَ النَّاسُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاةٍ فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيقَ
 اِلْتَفَتَ فَرَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ أَنْ مَكَثَ مَكَانَكَ فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللَّهُ عَلَى مَا أَمَرَهُ بِهِ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ وَأَنْ
 تَثْبِتَ إِذَا أَمَرْتُكَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا كَانَ لِابْنِ أَبِي قَحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيِ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - الخ - (بخاری شریف)

حضرت سہیل ابن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی عمر ابن عوف میں صلح کرانے کیلئے تشریف لے گئے، جب نماز کا وقت ہوا تو مؤذن نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھ کر اقامت کہی اور انہوں نے امامت کی۔ اسی اثناء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور صف میں قیام فرمایا، جب نمازیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، ہاتھ پر ہاتھ مارا (تا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ متنبہ ہو جائیں) اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز میں کسی بھی طرف دیکھتے نہ تھے، جب تالی کی آواز سنی اور گوشہ چشم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو پیچھے

ہٹنے کا قصد کیا۔ حضرت نے اشارہ سے فرمایا کہ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، اس وقت کہ حضرت نے ان کو جائے امامت پر کھڑا رہنے کا حکم دیا، جب نماز سے فارغ ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ تم کو اپنی جگہ پر کھڑے رہنے سے کون سی چیز مانع ہوئی تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو قحافہ کے بیٹے کی مجال نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھ کر نماز پڑھائے۔

علی مٹ جائے گا لیکن نام نبی نہیں مٹے گا:

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبِرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُولُ كَتَبَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ الصَّلْحُ بَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ فَكَتَبَ هَذَا مَا كَاتَبَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا لَا - فَلَوْ نَعْلَمُ إِنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ لِمَ نُقَاتِلُكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِمْعَ فَقَالَ مَا أَنَا بِالَّذِي أُمَحَاهُ فَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب وہ صلح نامہ لکھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار کے درمیان حدیبیہ کے مقام پر لکھا گیا تھا، جس میں یہ عبارت تھی ”ہذا ما کاتب علیہ محمد رسول اللہ“ مشرکوں نے کہا کہ لفظ رسول اللہ مت لکھئے کیونکہ اگر آپ کی رسالت کو ہم لوگ تسلیم کرتے تو پھر آپ سے جنگ ہی کیوں رہتی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس لفظ کو مٹا دو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں وہ شخص نہیں ہوں جو اس لفظ

کو مشاڈوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے دست مبارک سے اس لفظ کو ہٹا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ:

سوال: مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔

(پ ۲۸ سورہ حشر آیت نمبر ۷)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تم کو حکم دیں، اُس پر عمل کرو اور جس کام سے روکیں اس

سے باز رہو۔“

يَا وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُمِئِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ
الْخِيرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا۔

(پ ۲۲ سورہ الاحزاب آیت نمبر ۳۹)

ترجمہ: کسی مومن اور مومنہ کیلئے یہ دُرست نہیں کہ جب اللہ اور اُس کا رسول کسی
امر کا حکم دیں تو پھر اُن کو اپنے امر میں کوئی اختیار باقی رہ جائے اور جو کوئی اللہ اور اُس
کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں جا پڑا۔“

اس کے باوجود ان مقتدر اور مقرب اور محبوب صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کیوں نہ کی؟

جواب: اُن حضرات میں پاسِ ادب اور جذبہٴ احترام اتنا زیادہ تھا کہ اُس کے

مقابلہ میں یہ عدول حکمی عند اللہ و عند الرسول قابلِ التفات نہ ہوگی۔

اس لکڑی کو بے وضو ہاتھ نہ لگے:

عَنِ الْإِسْلَعِ ابْنِ شَرِيكٍ قَالَ كُنْتُ أُرْحَلُ نَاقَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَصَابَتْنِي جَنَابَةٌ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ فَأَرَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أُرْحَلَ نَاقَةَ وَأَنَا جُنُبٌ وَخَشِيتُ أَنْ أُغْتَسِلَ بِالْمَاءِ الْبَارِدِ فَأَمُوتُ أَوْ أَمْرَضُ فَأَمَرْتُ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَرَحَلَهَا وَوَضَعْتُ أَحْجَارًا سَخَنْتُ بِهَا مَاءً فَأُغْتَسِلْتُ ثُمَّ لَحِقْتُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ فَقَالَ يَا إِسْلَعُ مَا لِي أَرَأَى رَأِحَتِكَ تَغَيَّرَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَمْ أُرْحَلْهَا رَحَلَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ وَلِمَ فَقُلْتُ أَصَابَتْنِي جَنَابَةٌ فَخَشِيتُ الْقَرَّ عَلَى نَفْسِي فَأَمَرْتُهُ وَوَضَعْتُ أَحْجَارًا فَأُغْتَسِلْتُ بِهِ فَانزَلَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى إِلَىٰ غَفُورًا۔

اسلع بن شریک کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر میں کجاوہ باندھا کرتا تھا، ایک رات مجھے غسل کی حاجت ہوئی اور آنحضرت نے کوچ کا ارادہ کیا۔ اُس وقت مجھے ترود ہوا کہ اگر سرد پانی سے غسل کرتا ہوں تو سردی سے مر جانے یا بیمار ہو جانے کا خوف ہے اور یہ بھی گوارا نہیں کہ ایسی حالت میں خاص سواری مبارک کا کجاوہ اونٹنی پر باندھوں، مجبوراً ایک انصاری شخص کو کہہ دیا کہ کجاوہ باندھیں۔ پھر میں نے چند پتھر رکھ کر پانی گرم کیا اور غسل کر کے آنحضرت اور آپ کے صحابہ سے جا ملا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اسلع میں تمہارے کجاوے میں کچھ فرق پاتا ہوں۔ میں نے عرض کیا: میں نے نہیں باندھا ہے۔ آپ نے فرمایا: کیوں؟ عرض

کیا کہ اُس وقت مجھے نہانے کی حاجت ہوئی۔ سرد پانی میں نہانے سے جان کا خوف تھا اس لئے ایک انصاری کو کہہ دیا۔ اسلحہ کہتے ہیں کہ اُس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

.. يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ۔ اِلْح

(پ ۵ سورہ النساء آیت نمبر ۴۳)

غور کیجئے! حضرت اسلحہ رضی اللہ عنہ کا انتہائی ادب و احترام تھا کہ جس کجاوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے اُس کی لکڑی کو بھی حالتِ ناپاکی میں ہاتھ لگانا گوارا نہ کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ادب:

عَنْ عُمَانَ قَالَ لَقَدْ اخْتَبَتُ عِنْدَ اللَّهِ عَشْرًا إِنِّي رَابِعُ الْإِسْلَامِ قَدْ زَوَّجَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَتِيهِ وَقَدْ بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِي هَذَا الْيَمِينِي فَمَامَسْتُ بِهَا ذَكَرِي۔ اِلْح

(کنز العمال)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا، میں نے امانت رکھی اللہ تعالیٰ کے پاس دس چیزیں اسلام کی اور میں چوتھا شخص ہوں اور میرے نکاح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیاں دیں اور جب سے میں نے بیعت کی ہے اپنے دائیں ہاتھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے ملایا ہے اُس ہاتھ سے میں نے اپنی شرمگاہ کو کبھی نہ چھوا۔

ف: شرعاً شرمگاہ کے مس کرنے میں کوئی کراہت نہیں، اگر کوئی کراہت ہے تو طبعی ہے۔ پھر اس کراہت طبعی کو ادب و احترام رسول نے کراہت شرعی سے بھی زیادہ بڑھا دیا کہ عمر بھر اس فعل سے بچے رہے اور اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ جس چیز کو دست مبارک کے مس سے شرافت حاصل ہوگئی اس میں فضیلت ضرور آگئی۔

جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ اکثر ممبر نبوی پر ہاتھ پھیر کر ہاتھ کو بوسہ دیا کرتے تھے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ادب:

قَالَ ابْنُ الْأَعْرَابِيِّ رَوْنِي أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ أَنْتَ خَلِيفَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا قَالَ فَمَا أَنْتَ قَالَ الْخَالِفَةُ بَعْدَهُ

”یعنی روایت ہے کہ ایک اعرابی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ نہیں تو، اُس نے کہا کہ پھر آپ کیا ہیں؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خالفہ ہوں حضرت کے بعد“۔

ف: خالفہ اُس شخص کو کہتے ہیں جو کسی گھر میں تمام لوگوں میں ایسا ہو جس میں کوئی صلاحیت نہ ہو چونکہ خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ادب و احترام نے اس کی اجازت نہ دی کہ اپنے کو اس لفظ کا مصداق سمجھیں اور اُس کو ایسے طور سے بدلا کہ خلافت کا مادہ بھی باقی رہا اور ادب بھی قائم رہا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ادب کیا:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قِيلَ لِلْعَبَّاسِ أَنْتَ أَكْبَرُ أَوْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هُوَ أَكْبَرُ مِنِّي وَأَنَا وَلِدْتُ قَبْلَهُ - (كنز العمال)

یعنی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کسی نے حضرت عباس (رضی اللہ عنہما) سے پوچھا کہ آپ بڑے ہیں یا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت عباس نے جواب دیا کہ حضرت بڑے ہیں لیکن میں آپ سے پہلے پیدا ہوا۔ صحابہ کرام کے احترام رسول کے واقعات کتب احادیث میں بہت زیادہ ہیں، جن کو اگر جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و توقیر کو اپنی نجات و فلاح کیلئے نورانی وسیلہ سمجھیں۔ آپ کے اسماء گرامی کو سنتے وقت خشوع و خضوع کے ساتھ سلام و درود کا تحفہ پیش کریں اور آپ کی اتباع و پیروی کر کے دین و دنیا کی فلاح سے آراستہ ہوں۔ اب ذیل میں اہم حصہ ایک تابعین اور دیگر علماء کرام کے آداب کے واقعات لکھ کر پھر بے ادبوں اور گستاخوں کے انجام برباد کا ذکر کریں گے۔ وباللہ التوفیق۔

حضرت امام مالک کا استاد:

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے امام ابو بکر ایوب سختیانی بصری تابعی سید الفقہاء والمحدثین متوفی ۱۳۱ھ کے مرتبہ اور مقام کے متعلق سوال کیا گیا۔ امام مالک نے فرمایا: میرے سب وہ اساتذہ اور مشائخ جن سے میں تمہیں حدیث بیان کرتا ہوں

ان سب سے زیادہ افضل امام ایوب ہیں۔

امام مالک نے فرمایا کہ انہوں نے دوحج کئے ہیں، میں اُن کو دیکھتا تھا کہ اُن کی کثرتِ سکوتِ حال اور خاموشی کی وجہ سے اُن سے میں کچھ نہ سنتا تھا۔ سوائے اس کے کہ وہ جب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے روتے تو کثرتِ بکاء کی وجہ سے اُن پہ رحم کرتا۔ بس میں نے جب اُن سے دیکھا، جو کچھ دیکھا، نبی پاک کی تعظیم کو دیکھا تو میں نے اُن سے حدیث کا علم سیکھنا شروع کر دیا

حضرت امام مالک کا ادب:

حضرت معصب بن عبد اللہ نے فرمایا کہ امام مالک جب حضور کا ذکر کرتے تو آپ کا رنگ تبدیل ہو جاتا اور جھک جاتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے شاگردوں پہ یہ بات سخت گذرتی۔ ایک دن اُن سے اس بارے میں بات کی گئی، فرمایا کہ اگر تم دیکھتے جو کچھ میں نے دیکھا ہے تو جو کچھ مجھ سے دیکھتے ہو اُس پر انکار نہ کرتے۔

محمد بن منذر کا ادب:

آپ سید القراء تھے کہ جب بھی اُن سے حدیث پوچھتے وہ محسباً، اجلاً لایاً ادبار ونا شروع کر دیتے۔ یہاں تک کہ ہم اُن کی شدت بکا کو دیکھ کر نرم دل ہو جاتے، اُن پر مہربان ہو جاتے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ:

باوجودیکہ آپ بہت خوش طبع تھے جب اُن کے ہاں حضور کا ذکر ہوتا تو ہیبت

اور اجلالِ نبی کی وجہ سے آپ کا رنگ زرد ہو جاتا، وہ ہمیشہ باطہارت حدیث بیان فرماتے تھے، یعنی کبھی بھی بے وضو حدیث نہ بیان کرتے۔

حضرت عبدالرحمن کا ادب:

حضرت عبدالرحمن بن قاسم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرتے، پھر اُن کے رنگ کی طرف دیکھا جاتا تو ایسے معلوم ہوتا کہ گویا اُن سے تمام خون بہہ گیا ہے، خون کا قطرہ نہیں بچا یعنی رنگ سفید ہو جاتا اور زبان اُن کے منہ میں خشک ہو جاتی اور یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت سے ہوتا تھا۔

عامر بن عبداللہ کا ادب:

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عامر بن عبداللہ کے ہاں آتا تو جب اُن کے سامنے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک ہوتا تو روتے رہتے یہاں تک کہ آنکھوں میں آنسو باقی نہ رہتے۔

امام زہری کا ادب:

حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام زہری کو دیکھا، جو معاشرہ میں سب سے لطف اور محبت میں اقرب تھے، جب اُن کے سامنے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا تو ایسا معلوم ہوتا کہ وہ تجھے نہیں جانتے اور تو انہیں نہیں جانتا۔ کمالِ دہشت اور حیرت سے یہ کیفیت ہوتی۔

صفوان بن سلیم کا ادب:

امام مالک نے فرمایا کہ حضرت صفوان بن سلیم کے پاس حاضر ہوتا جو مجتہدین اور عابدین سے تھے جب ذکرِ نبی پاک ہوتا تو روتے ہی رہتے۔ یہاں تک کہ لوگ اُن سے اُٹھ جاتے اور اُن کو چھوڑ جاتے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا حال:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ جب وہ حدیث سنتے، چیخ و پکار و گریہ وزاری کرنے لگتے۔

امام مالک اور حدیث کا ادب:

جب امام مالک کے ہاں طالبانِ حدیث کا ہجوم بڑھ گیا تو آپ سے کہا گیا کہ اگر آپ ایک مبلغ مقرر کر لیں، وہ آپ سے قریب بیٹھ کر حدیث سن کر لوگوں تک پہنچائے، کتنا اچھا ہوتا، آسانی ہو جاتی۔ فرمانے لگے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اے ایمان والو! اپنی آوازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پہ بلند نہ کرو۔ قبل از پردہ پوشی اور بعد از پردہ پوشی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت اور آپ کا احترام لازم ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی کا واقعہ:

عمرو بن میمون سے روایت ہے، فرمایا کہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک سال تک آتا جاتا رہا تو میں نے اُن سے یہ کبھی فرماتے نہ سنا کہ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں مگر ایک دن انہوں نے حدیث بیان کی اور بے ساختہ اُن کی زبان پر قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَارِي هُوَ وَأَرْأَى بِكَ كَانِي غَمٍّ أَوْ حَزَنٍ طَارِي هُوَ، میں نے دیکھا آپ کی پیشانی سے پسینہ بہ رہا تھا۔ پھر فرمایا: لَفْظًا وَمَعْنَى أَسَى طَرَحَ حَضْرَتُ نَبِيِّ كَرِيمٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ لَمْ يَنْفَرُوا فِي مِثْلِ مَا يَأْتِي فِي رِوَايَةِ كَيْفَ، انشاء اللہ یا اس سے کچھ زائد یا اس سے کچھ کم یا اس سے قریب فرمایا تھا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ کا چہرہ تبدیل ہو گیا، اور روایت میں ہے کہ آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں۔

امام مالک اور ادب:

حضرت معصب نے فرمایا کہ امام مالک کا یہ دستور تھا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حدیث پاک بیان کرتے تو وضو کرتے، کنگھا وغیرہ کر کے تیار ہوتے اور مخصوص کپڑے پہنتے پھر حدیث بیان فرماتے۔ اس اہتمام کے متعلق آپ سے سوال کیا گیا تو فرمایا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ مطرف نے فرمایا: جب لوگ امام مالک کے پاس حاضر ہوتے تو لونڈی اُن کی طرف جاتی اور اُن سے پوچھتی یا شیخ۔ امام مالک فرماتے: حدیث پاک سننے کا ارادہ ہے یا مسائل فقہی پوچھنے ہیں۔ اگر وہ جواب دیتے کہ مسائل پوچھنے ہیں۔ آپ فوراً باہر تشریف لاتے اور اگر وہ کہتے کہ حدیث پاک کیلئے آئے ہیں تو آپ غسل خانے میں داخل ہوتے اور غسل کرتے، خوشبو لگاتے، نئے کپڑے پہنتے، جبہ پہنتے، عمامہ باندھتے اور اپنے سر پر چادر اوڑھتے۔ اور آپ کیلئے تخت بچھایا جاتا تو پھر تشریف لاتے اور اُس پر بیٹھتے۔ اس

حالت میں آپ پر خشوع طاری ہوتا اور حدیث پاک سے فراغت تک خوشبو کی دھونی دیتے رہتے۔

مطرف کے غیر کی روایت ہے کہ آپ اس تخت پر بغیر بیان حدیث تشریف نہ رکھتے۔ ابن ابی اس نے کہا کہ اس بارے میں امام مالک سے بات چیت کی گئی۔ فرمایا کہ مجھے یہ پسند ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تعظیم کروں، پاک صاف ہو کر تمکین و وقار کیساتھ۔ ابن ابی اویس نے فرمایا کہ امام مالک راستہ میں یا کھڑے ہو کے یا جلدی میں حدیث بیان کرنے کو مکروہ جانتے تھے۔

بچھونے کا ڈالا

محدث عبد اللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں امام مالک کے ہاں تھا اور آپ ہمیں حدیث پڑھا رہے تھے۔ آپ کو ۱۶ مرتبہ بچھونے کا ٹا اور آپ کا رنگ زرد پڑ گیا لیکن حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قطع نہ کیا۔ جب آپ مجلس سے فارغ ہو گئے اور لوگ آپ سے جدا ہو گئے، میں نے کہا اے ابو عبد اللہ! میں نے آج آپ سے عجیب بات دیکھی۔ فرمایا: ہاں، میں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر صبر کر کے بیٹھا رہا۔

بیس کوڑے:

ہشام بن انصاری نے امام مالک سے حدیث پوچھی، اس حالت میں کہ وہ کھڑے تھے تو امام مالک نے اُس کو بیس کوڑے لگائے، پھر اُس پہ شفقت کی اور اُس

کو بیس حدیشیں سنائیں تو ہشام نے کہا کہ نہ مجھے یہ پسند بات تھی کہ کوڑے مجھے زیادہ لگاتے اور حدیشیں زیادہ سناتے۔

بالوں کا ادب:

حضرت صفیہ بنت نجدہ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ حضرت ابو محمد زورہ کے سر کے اگلے حصہ میں بالوں کا گھچا تھا؛ جب بیٹھتے اور اُسے لٹکاتے تو زمین تک پہنچتا۔ اُن سے کہا گیا کہ اسے منڈواتے کیوں نہیں؟ فرمایا: میں ان بالوں کو نہیں منڈاتا جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مس کیا۔

منبرِ رسول کا ادب:

حضرت ابن عمر کو دیکھا گیا کہ منبرِ رسول کی نشست گاہِ نبی ﷺ اپنے منہ پر ملتے۔

مدینہ کی مٹی کا ادب:

امام مالک مدینہ منورہ میں جانور پر سوار نہ ہوتے اور فرماتے میں اللہ سے شرماتا ہوں اس بات میں کہ اس پاک مٹی کو اپنی سواری کے کھروں سے روندوں؛ جس مٹی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔

بے وضو ہاتھ نہ لگانا:

احمد بن فضلویہ رحمۃ اللہ علیہ، جو بہترین غازی اور بہترین تیر انداز تھے نے فرمایا: میں نے اُس مخصوص کمان کو کبھی بے وضو ہاتھ نہیں لگایا جب سے مجھے یہ خبر پہنچی

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کمان کو اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔

رڈی مٹی اور کوڑے:

حضرت امام مالک نے اُس شخص کے متعلق فتویٰ دیا کہ جس نے مدینہ شریف کی مٹی کو رڈی کہا اُسے تیس کوڑے لگائیں اور اُس کے قید کرنے کا حکم دیا۔ یہ بات وسیع ہے اسی لئے ترک کر کے چند گستاخوں کے انجامِ برباد کا ذکر کرتا ہوں۔

امام ابو یوسف نے کدّ و کوبرا کہنے والے کو گردن زدنی کا حکم صادر کیا ہمارے احناف کی غیرت اور پھر عقیدت بہ بارگاہ نبوت مشہور ہے۔ حضرت قاضی ابو یوسف، ہارون رشید کے ساتھ ایک شاہی مہمان کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھے تھے۔ مہمان کے منہ سے نکلا کہ مجھے کدّ و نا پسند ہے تو آپ نے فرمایا:

اِنَّهُ ذِكْرٌ اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يُحِبُّ الدُّنْيَا فَقَالَ رَجُلٌ اَنْ

مَا رَجَّهَ فَحَكَمَ بِاَرْتِدَادِهِ اشرح فقہ اکبر - (ص ۱۸۶)

گستاخ واجب القتل:

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس شخص نے حضور علیہ السلام کی چادر کے متعلق کہا کہ وہ میلی تھی اور اُس سے تنقیص مراد ہو تو وہ شخص واجب القتل ہے۔

(صارم مسلول لابن تیمیہ ۵۲۶)

قاضی عیاض نے فرمایا:

شفاء جلد ۲، ص ۲۰۹ میں ہے کہ:

مَنْ قَالَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَسْوَدَ يُقْتَلُ؛
جو کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کالے تھے تو اُسے قتل کر دو۔

فتیح شکل والے سے تشبیہ دینے والے کو قتل کا حکم:

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف جلد ۲، ص ۲۰۹ میں لکھتے ہیں:

امام ابو محمد بن ابی زید نے اس مرد کے قتل کرنے کا فتویٰ دیا کہ جو اس قوم کی باتیں سننے لگا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کرتے تھے۔ اچانک ایک فتیح چہرے اور داڑھی والا وہاں سے گزرا تو وہ مردان سے کہنے لگا: کیا تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کی معرفت کا ارادہ رکھتے ہو۔ انہوں نے کہا: ہاں، تو اس مرد نے کہا کہ حضور کی صفت (صورت، خلقت اور داڑھی میں) اس گزرنے والے کی صفت میں ہے، نیز اسی امام نے فرمایا: اس کی توبہ مقبول نہیں۔ اس لعنتی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کو گزرنے والے کی صورت بتا کر جھوٹ بکا اور ایسی بات سالم الایمان کے دل سے نہیں نکل سکتی۔

ف: دیوبندی گروہ کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان میں حضور علیہ السلام کے علم کو پاگلوں، جانور بہائم وغیرہ سے تشبیہ دے دی تو اُسے کون کچھ کہہ سکتا ہے البتہ قبر میں اُس کی خوب خبر لی گئی ہوگی۔

ایسا جملہ آئمہ اربعہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہم

وغیرہ کا حال ہے۔

أَيُّمَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ سَبَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ كَذَّبَهُ

أَوْ عَابَهُ أَوْ تَنَقَّصَهُ فَقَدْ كَفَرَ بِاللَّهِ وَبَانَتْ مِنْهُ زَوْجَتُهُ۔

(رد المحتار جلد ۳، ص ۳۱۱، کتاب الخراج للقاضی ابی یوسف)

جس مسلمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب بکایا آپ کی تکذیب کی

یا آپ کو عیب لگایا یا آپ کی تنقیص (بے ادبی) کی تو بے شک اللہ تعالیٰ سے اُس نے

کفر کیا اور اُس کی بیوی اُس کے نکاح سے نکل گئی۔

اور قاضی خان نے صرف بال مبارک کی بے ادبی پر کفر کا فتویٰ دیا۔

إِذَا عَابَ الرَّجُلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَيْءٍ كَانَ كَافِرًا

أَوْ كَذَّابًا قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ لَوْ كَانَ لِشَعْرِ النَّبِيِّ شَعِيرٌ فَقَدْ كَفَرَ وَعَنْ أَبِي حَنْصِ

الْكَبِيرِ مَنْ عَابَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَعْرَةٍ مِنْ شَعْرَاتِهِ الْكَرِيمَةِ فَقَدْ

كَفَرُوا ذَكَرَ فِي الْأَصْلِ إِنَّ سَبَّ شَتْمِ النَّبِيِّ كُفْرٌ وَلَوْ قَالَ جَنَّ النَّبِيُّ ذَكَرَ فِي

نَوَائِدِ الصَّلَاةِ إِنَّهُ كَفَرَ۔

(فتاویٰ قاضی خان، جلد ۲، ص ۸۸۲، شرح شفاء القاری، جلد ۲، ص ۳۲۸)

اگر کسی نے کسی چیز میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عیب لگایا وہ کافر ہو جائے

گا، اور اسی طرح بعض علماء نے فرمایا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کو تصغیر سے

شعیر کہا تو کافر ہو گیا۔ امام ابوحنیفہ کبیر سے منقول ہے کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کے مبارک بالوں سے کسی بال کو عیب لگایا وہ بے شک کافر ہو گیا۔ مبسوط میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دینا کفر ہے۔ ”نوادرا الصلوٰۃ“ میں مذکور ہے کہ جس نے کہا: نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پہ جنون طاری ہوا، بے شک وہ کافر ہو گیا۔

نبی علیہ السلام کو اپنے جیسا کہا تو واجب القتل:

ایک ظالم عشر وصول کرنے والے نے ایک مرد کو ستایا کہ عشر دے اور کہا: میرے ظلم کی شکایت بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دینا، اور یہ بھی کہا کہ میں نے اگر سوال کیا ہے یا جاہل رہا تو حضور علیہ السلام بھی بعض امور سے بے خبر جاہل رہے اور انہوں نے بھی سوال کیا۔ اس پر امام ابو عبد اللہ بن عتاب نے اُس کے قتل کا فتویٰ دیا۔ (شفاء شریف جلد ۲، ص ۲۱۰)

حضور کو یتیم کہا تو سولی چڑھا:

”فقہاء اندلس“ نے ابن حاتم فقیہ مولوی خلیل کے قتل کرنے اور سولی دینے کا حکم دیا۔ اس لئے کہ اس نے مناظرہ کے دوران حضور کو یتیم کہا اور حیدر رضی اللہ عنہ کا سر کہا اور یہ گمان کیا:

إِنَّ زُهْدًا لَمْ يَكُنْ قَصْدًا وَلَوْ قَدَرَ عَلَى الطَّيِّبَاتِ أَكَلَهَا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد اختیاری نہیں تھا بلکہ اضطراری تھا اور اگر طیبات

پر قدرت رکھتے تھے۔

اس کے بعد شیخ خفاجی و ملا علی قاری رحمہما اللہ لکھتے ہیں اس سے اس ملعون کا

ارادہ زہد حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں طعنہ کرنا تھا ورنہ حضور کی قدرت و طاقت تو یہ تھی کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ارادہ کرتے اور چاہتے کہ مکہ کے پہاڑ سونا بن جائیں تو ہو جاتے۔ (نسیم جلد ۴، ص ۳۴۵)

گستاخ رسول سولی پر:

ابراہیم فزاری ماہر علوم کثیرہ کو بھی گستاخی و بے ادبی کی وجہ سے فقہاء قیروان نے شرعی حکم کی وجہ سے سولی پر لٹکوا دیا، اُس کے پیٹ کو چھری سے چاک کرایا، پھر اس کی نعش کو جلا دیا۔ مورخوں نے بیان کیا کہ لکڑی گھومی اور اُس کا رُخ قبلہ سے پھیر دیا یہ سب کیلئے نشانی تھی تو سب نے اللہ اکبر کہا، پھر کتا فوراً اس کے خون کو چاٹنے لگا۔ حضرت یحییٰ بن عمر نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سچ فرمایا ہے کہ کتا مسلمان کا خون نہیں چاٹے گا۔

ف: یہ سزا گستاخی اور بے ادبی کی دنیا میں ملی۔ آخرت کی سزا اس سے کئی گنا بڑھ کر ہے۔ (اعاذنا اللہ من ذالک)

حضور کو بھولنے والا کہنا حرام ہے:

وَكَذَلِكَ أَقُولُ حُكْمٌ مِنْ غَمَصِهِ أَوْ غَيْرِهِ بِرِعَايَةِ الْغَنَمِ أَوْ السُّهُودِ
وَالنِّسْيَانِ أَوْ السَّحَرِ مَا أَصَابَهُ مِنْ جَرَحٍ أَوْ هَزِيمَةٍ لِبَعْضِ جُوشِهِ أَوْ ذِي مِنْ
عَدُوٍّ أَوْ شِدَّةٍ مِنْ زَمَانِهِ أَوْ بِالْمَيْلِ إِلَى بَسَانِهِ فَحُكْمٌ هَذَا كُلُّهُ لِمَنْ قَصَدَ بِهِ
نَقْصَهُ الْقَتْلِ - (شفاء شریف جلد ۲، ص ۳۱۱)

ترجمہ: اور اس طرح اُس کا حکم بھی قتل کرنا ہے کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بکریوں کے چرانے یا سہویا نسیان یا جادو یا آپ کو جو زخم پہنچے یا آپ کے بعض لشکر کو جو شکست پہنچی یا آپ کے دشمن کی طرف سے ایذا پر یا شدتِ زمن کی وجہ سے یا ازواجِ مطہرات کی طرف میلان کی وجہ سے آپ پر عیب لگایا اور ان چیزوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نقص کا ارادہ ہے۔

لیکن دورِ حاضرہ میں حضور پر نسیان وغیرہ طاری ہونے پر مناظرے ہوتے ہیں۔ یہ بد قسمتی نہیں تو اور کیا ہے۔

وہ واقعات جو احادیثِ مبارکہ اور تواریخِ صحیحہ سے ثابت ہیں مندرجہ ذیل ہیں:

ابولہب:

اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ حضور ﷺ کا حقیقی چچا تھا۔ حضور ﷺ نے جب بعثت کے بعد قریش کو اکٹھا کیا اور اللہ کا پیغام سنایا تو سب سے پہلے ابولہب ہی نے تکذیب کی اور کہا کہ (معاذ اللہ)

تَبَا لَكَ اِلٰهًا جَمَعْتَنَا

تیرا ناس ہو گیا تو نے اسی لئے اکٹھا کیا تھا۔

اسی پر یہ صورت نازل ہوئی۔

تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ وَتَبَّ - (پ ۳۰ سورہ اللہب آیت نمبر ۱)

ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ برباد ہوا۔

واقعہ بدر کے سات روز بعد ابولہب کو زہریلہ دانہ نکلا۔ بیماری متعدی تھی، کوئی قریب نہ پھٹکتا تھا۔ سارے بدن میں زہر سرایت کر گیا۔ اسی حالت میں ختم ہوا، تین دن تک لاش پڑی رہی۔ فضا متعفن ہو گئی۔ اُس کے گھر والے اس اندیشے سے کہ اُس کی بیماری کہیں اُنہیں نہ لگ جائے اُسے ہاتھ نہ لگاتے تھے۔ چند حبشی مزدوروں کو بلا کر لاشے کو اُٹھوایا گیا۔ مزدوروں نے ایک گڑھا کھودا اور لکڑیوں سے دھکیل کر اُس کے لاشے کو گڑھے میں دھکیل دیا۔ اس کا تفصیلی واقعہ تفسیر ”فیوض الرحمان“ میں ہے۔

عاص، ابو جہل:

ابو جہل اس امت کا فرعون تھا۔ اُس کی انانیت کو اس طرح ختم کیا گیا کہ دو بچوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔

عاص بن وائل سہمی حضرت عمرو بن العاص کے والد تھے۔ آپ کا ٹھٹھا اڑاتے تھے۔ حضور کے ہاں جتنے بیٹے پیدا ہوئے اُن کی زندگی ہی میں وفات پا گئے تو عاص نے کہا:

إِنَّ مُحَمَّدًا ابْتَرُ لَا يَعِشُ لَهُ وَلَدًا

محمد مقطوع النسل ہیں، اُن کا کوئی بیٹا زندہ نہیں رہتا۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ۔ (پ ۳۰ سورہ الکواثر آیت نمبر ۳)

آپ کا دشمن ہی مقطوع النسل ہے۔

ہجرت کے ایک ماہ بعد کسی جانور نے پیر پر کاٹا، اس قدر پھولا کہ اونٹ کی گردن کے برابر ہو گیا، اسی میں عاص کا خاتمہ ہوا۔ (ابن الاثیر جلد ۲)

اسود بن مطلب:

اور اس کے ساتھی جب کبھی آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو دیکھتے، آنکھیں مٹکاتے۔ آپ نے بددعا فرمائی کہ اے اللہ! اسود کو اس قابل نہ چھوڑ کہ یہ آنکھیں مٹکا سکے۔ اسود ایک کیکر کے نیچے جا کر بیٹھا ہی تھا کہ اپنے لڑکوں کو آواز دی۔
مجھے بچاؤ! مجھے بچاؤ! میری آنکھوں میں کوئی کانٹے چھور ہا ہے۔
لڑکوں نے کہا: ”ہمیں تو کوئی نظر نہیں آتا“۔

اسود چلاتا رہا۔ مجھے بچاؤ! مجھے بچاؤ! میری آنکھوں میں کوئی کانٹے چھور ہا ہے“ یہ کہتے کہتے وہ اندھا ہو گیا۔

اسود بن عبد یغوث:

حضور کی شان میں گستاخی کرتا تھا، اُسے اپنی عقل پر بڑا ناز تھا۔ سر میں پھوڑے اور پھنسیاں نکلیں اور اسی تکلیف میں مرا۔

حارث بن قیس:

حارث بن قیس بھی سخت یاوہ گو تھا۔ ایسی بیماری ہوئی کہ منہ سے پاخانہ آتا تھا، اور اسی بیماری میں فوت ہوا۔ تفصیل، اس آیت کی

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَ
 أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا۔ (پ ۲۲ سورہ الاحزاب آیت نمبر ۵۷)۔ (کی تفسیر اویسی
 میں ہے)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے والوں کی ہلاکت اور تباہی کی تفصیلات حافظ
 ابن کثیر، حضرت امام جلال الدین سیوطی، طبرانی اور بیہقی نے دی ہیں۔

ابن ابی سرح:

عبداللہ ابن ابی سرح کو وحی لکھنے کی خدمت سپرد تھی۔ کچھ ایسی پھٹکار پڑی
 کہ مرتد ہوا اور آپ کو عیب لگانے لگا۔ جب وہ مر گیا اور اس کو دفن کیا گیا تو زمین نے
 قبر سے باہر نکال کر پھینک دیا۔ اُس کے اقرباء سمجھے کہ شاید اصحاب رسول نے اُس کو
 نکال دیا ہے، لہذا اور زیادہ گہرا گڑھا کھود کر دفن کیا مگر زمین نے پھر بھی قبول نہ کیا اور
 نکال باہر پھینکا۔ غرض کئی بار دفن کیا مگر نعش باہر آ گئی۔ الغرض بارگاہ رسالت سے نکالا
 ہوا قبر سے بھی نکالا گیا۔

عتبہ بن ابولہب:

ابولہب کے بیٹے عتبہ نے بارگاہ رسالت میں گستاخی کی تو اللہ کے حبیب
 نے دعا فرمائی:

اللَّهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِّنْ كِلَابِكَ۔ (مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۸، دلائل

النبوة ج ۲ ص ۱۶۳، المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۵۴۲ تا ۵۴۷)

اللہ اپنے کتوں میں سے کوئی کتا اس پر مسلط فرما۔

ابولہب نے جب سنا تو کہنے لگا کہ اب میرے لڑکے کی خیر نہیں اور پھر ہر طرح اس کی نگرانی کرنے لگا۔ جب عتبہ ایک بار تجارتی قافلہ کے ساتھ شام گیا تو ابولہب نے اپنے غلاموں کو وصیت کی کہ عتبہ کو اپنے بیچ میں سلایا کریں اور خوب حفاظت رکھیں۔ ایک جگہ قافلے والے سو رہے تھے کہ جھاڑی میں سے ایک شیر نکلا اور ہر ایک کا منہ سونگھتا ہوا عتبہ تک جا پہنچا اور اُس کا منہ سونگھ کر اُسے پھاڑ ڈالا۔

(مدارج النبوت)

گستاخوں کی صحبت سے نحوست:

عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ أَنَّ رَجُلًا وُلِدَ لَهُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا لَهُ وَأَخَذَ مَبْشُرَةً جَبَةً فَقَالَ بِهَا هَكَذَا وَغَمَزَ جَبَةً وَدَعَا لَهُ بِالْبُرُكَةِ قَالَ فَنَبَتُ شَعْرَةٌ فِي جِبْهَةِ كَأَنَّهَا هَلْبُ فَرَسٍ نَشَبَ الْغُلَامُ فَلَمَّا كَانَ زَمَنُ الْخَوَارِجِ أَجْهَمَ فَسَقَطَتِ الشَّعْرُ عَنْ جِبْهَةِ فَأَخَذَ أَبُوهُ يَقِيدُهُ مَخَافَةَ أَنْ يُلْحِقَ فِيهِمْ قَالَ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ فَوَعظْنَاهُ وَقُلْنَا لَهُ فِيمَا نَقُولُ أَلَمْ تَرَ أَنَّ بَرُكَةَ دَعْوَةِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ وَقَعَتْ مِنْ جِهَتِكَ فَمَا زِلْنَا بِهِ حَتَّى رَجَعْنَا عَنْ رَاهِمٍ فَرَادَ اللَّهُ إِلَيْهِ الشَّعْرُ بَعْدَ فِي جِهْبَةٍ وَتَابَ وَأَصْلَحَ كَذَا فِي مُصَنَّفِ ابْنِ

ابی شبیبہ

ترجمہ: روایت ہے ابوالطفیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک

لڑکا پیدا ہوا۔ حضرت نے اُس کو دُعَا ددی، اُس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور دبایا۔ اثر اُس کا

یہ ہوا کہ اُس کی پیشانی پر خاص طور پر بال اُگے جو تمام بالوں سے ممتاز تھے۔ وہ لڑکا جوان ہوا اور خوارج کا زمانہ پایا اور اُن سے اُس کو محبت ہوئی، ساتھ ہی وہ بال جو دست مبارک کا اثر تھا جھڑ گئے۔ اُس کے باپ نے جو یہ حال دیکھا تو اُس کو قید کر دیا کہ کہیں اُن میں نہ مل جائے۔

ابو الطفیل کہتے ہیں کہ ہم لوگ اُس کے پاس گئے۔ اُسے وعظ و نصیحت کی اور کہا: دیکھو تم جوان لوگوں کی طرف مائل ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دُعا کی برکت تمہاری پریشانی جاتی رہی۔ غرض جب تک اس نوجوان نے ان کی رائے پر رجوع نہ کیا، ہم اُس کے پاس سے ہٹے نہیں۔ پھر جب اُن کی محبت اُس کے دل سے جاتی رہی، حق تعالیٰ نے وہی نشانی دست مبارک کی اُس کی پیشانی میں پھر پیدا کر دی۔ پھر تو اُس نے بالکلیہ اُن کے عقائد سے توبہ کی اور اچھی حالت پر ہو گیا۔

فوائد:

جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک لگ جاتا ہے اُس کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ مقامِ برکات ہوتا ہے، پھر یہ ضروری نہیں کہ وہ برکت ظاہر بھی ہو کیونکہ یہ قانون قدرت ہے کہ اُسے کبھی ظاہر فرماتا ہے اور کبھی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے آثار کے متلاشی رہتے ہیں۔

۲۔ ایسے مقامات مشیتِ ربانی پر منحصر ہیں کیونکہ وہ جنہیں منتخب فرماتا ہے وہ بڑے بابرکت ہوتے ہیں، جہاں ایسی خرابی ہوئی تو پھر وہ چھین بھی لیتا ہے تاکہ طالبانِ راہِ حق کو عبرت ہو۔

۳۔ اس شخص کو ابھی گندے عقائد کی ہوا لگی تھی پورے طور پر سرایت نہیں کر گئے تھے، ورنہ مشکل تھا کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: گندے عقائد جس کے دل میں اثر انداز ہو جاتے ہیں اُس کا لوٹنا محال بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے جیسا کہ احادیث میں ہے، یہی وجہ ہے کہ ہم بد مذہب کے ساتھ بے مروتی کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اُن سے ہم ناامید ہو چکے ہیں، کیونکہ اگر ہم ایسا نہ کریں تو حدیث کے خلاف لازم آتا ہے ہاں جو ابھی نو وارد ہوتے ہیں اُن کو واپس لانے کی کوشش کرتے ہیں پھر اُس کی قسمت جیسے اس نوجوان کیساتھ ہوا۔

۵۔ بد مذہب کی صحبت زہر قاتل سے بھی قاتل تر ہے اسی لئے اُن سے بچ کر رہنا ضروری اور لازم ہے۔

نبی علیہ السلام کے دشمن کا منہ ٹیڑھا:

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ایک بے ادب کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

آن وہاں کثر کرد واز تسخیر بخواند محمد را دہانش کثر بماند!
 باز آمد کائے محمد عفو کن ای ترا الطاف و علم من لدن!
 من ترا افسوس میگردم ز جہل من بدم افسوس را منسوب و اہل
 چوں خدا خوابد بمال یادی کند میل مارا جانب زاری کند
 در خدا خوابد کہ پردہ عیب کسن کم زند و رعیب معیوبان نفس
 مزحمت فرمود سید عفو کرد بس زجرات توبہ کردا نروی زرد
 ترجمہ: ایک آدمی نے تمسخر سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا تو خدا نے فوراً اُس

کے منہ کو ٹیڑھا کر دیا۔ وہ آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے حضور! معاف فرمائیں میں جہالت کی وجہ سے آپ پر تمسخر کرتا تھا حالانکہ میں ہی تمسخر کا منسوب اور اہل تھا۔ رسول اکرم نے رحم کیا اور اس کو معاف کر دیا۔ وہ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں گر پڑا اور معافی مانگی اور توبہ کی۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب خدا کسی آدمی کو رسوا کرنا چاہتا ہے تو وہ آدمی خدا کے بندوں پر طعنے مارنے پر مائل ہو جاتا ہے اور اگر خدا کسی آدمی کا عیب چھپانا چاہتا ہے تو وہ آدمی عیب دار آدمیوں کے عیب نہیں کہتا۔ جب خدا کسی آدمی کی مدد کرنا چاہتا ہے تو اس آدمی کا رجحان عجز و انکساری کی طرف کر دیتا ہے۔

بد بخت یہودی قوم:

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ایک یہودی قوم کا ذکر فرماتے ہیں کہ

بود در انجیل نام مصطفیٰ آں سر پیغمبراں بحر صفا
بود ذکر حلیہا و شکل رو بود ذکر غز و صوم و اکل او
ترجمہ: انجیل میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی تھا اور آپ کی شکل و صورت اور حلیہ پاک کا مفصل تذکرہ تھا۔ ایسے ہی آپ کے غزوات اور روزے رکھنا، کھانا، پینا وغیرہ۔

طائفہ تصرانیاں بہر ثواب چوں رسیدندے سے بدان نام و خطاب
بوسہ دادندے بدان نام شریف رونہا دندے بدان وصف لطیف
ترجمہ: عیسائیوں کی ایک جماعت جب اس نام پاک اور خطاب مبارک پر پہنچی تو وہ

لوگ بغرض ثواب اس نام شریف کا بوسہ دیتے اور اس ذکر مبارک پر بطور تعظیم منہ رکھ دیتے۔

نسل ایساں نیز ہم بسیار شد نور احمد ناصر آمد یا رشد
ترجمہ: (اس تعظیم کی بدولت) اُن کی نسل بہت بڑھ گئی اور حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم
کا نور مبارک ہر مرحلے میں اُن کا مددگار اور ساتھی بن گیا۔

واں گروہ دیگر از نصرانیاں نور احمد داشتندے مستہاں
ترجمہ: اور نصرانیوں کا دوسرا گروہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کی بے قراری کیا
کرتا تھا۔

مستہاں خوار گشتند آں فریق گشتہ محروم از خود و شرط طریق
ترجمہ: وہ لوگ ذلیل ہو گئے اپنی ہستی سے بھی محروم ہو گئے، قتل کئے گئے اور مذہب
سے بھی محروم ہو گئے یعنی عقائد خراب ہو گئے۔

نام احمد چوں چنین یاری کند تاچہ نورش؟ چوں مددگاری کند!
نام احمد چوں حصارے شد حصین تاچہ باشد ذات آں روح الامین
ترجمہ: (اللہ اللہ جب) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک ایسا مددگار ہے تو ان کے نور
کی مددگاری کا کیا عالم ہوگا؟ نام احمد اتنا پختہ حصار ہے تو پھر ذات مصطفیٰ کا کیا کہنا۔

کسریٰ کا اہم انجام:

احادیث میں ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں
مختلف بادشاہوں کو خط لکھا تو اُس وقت کے ایران کے کسریٰ پرویز کو بھی خط لکھا جو اس

نے پھاڑ دیا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا: فَزَقَ كِتَابِي مَزَقَ اللَّهُ مُلْكَهُ۔ اس بد بخت نے میرا خط پھاڑا، حق تعالیٰ نے اس کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ پھر اُس نے یمن کے حاکم (گورنر) باذان نامی کو خط لکھا کہ اس مدعی نبوت کو گرفتار کر کے میرے ہاں بھیجو! باذان سمجھ دار آدمی تھا، اُس نے وہی خط مع دو معتمد آدمی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج کر لکھا کہ آپ پرویز کے ہاں پہنچیں۔ جب یہ قاصد حضور علیہ السلام کے ہاں پہنچے تو آپ نے ان کے خط کا مضمون سن کر تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ آج آرام کریں اور کل مجھ سے خط کا جواب لینا۔ حسب الحکم یہ دونوں کل حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے صاحب یعنی باذان کو کہنا کہ میرے رب کریم نے تیرے شہنشاہ کا بوجھ اتار دیا ہے۔ یعنی بادشاہ قتل کر دیا گیا ہے وہ اس طرح کہ اس کے بیٹے شیرز یہ کو اُس پر مسلط کر دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کا پیٹ چاک کر دیا۔ یہ واقعہ منگل کی رات دس تاریخ ۷ھ کا تھا۔

دو فرنگیوں کا گنبد خضریٰ میں سرنگ لگانا:

صلیبی جنگ کے دوران ۵۵ھ میں جب بیت المقدس کے دروازہ پر مسلمانوں پر نصرانیوں کے خون سے زمین رنگین ہو رہی تھی تو اہل صلیب نے بیت اللہ اقدس شریف کے قبضہ کے بعد ارادہ بھی کیا کہ کسی تدبیر سے روضہ نبوی میں پہنچ کر جسد مبارک کو وہاں سے نکال لے جائیں۔ چنانچہ سلطان نور الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کے عہد میں دو فرنگی اس کام کیلئے منتخب کئے گئے اور ایک بڑا انعام اُن کے لئے مقرر کیا

گیا۔ یہ دونوں رومی عیسائی تھے۔ مغربی حاجیوں کے بھیس میں مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور وہاں حجرہ مبارک کے قریب ایک مکان میں قیام کیا۔ یہ لوگ دن کو روضہ اقدس میں نماز پڑھتے تھے لوگوں کو صدقات دیتے تھے اور رات بھر سرنگ کھودتے تھے۔ جب چند دن کے بعد سرنگ قریب قریب مکمل ہو گئی تو ایک رات سلطان نور الدین رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دو گورے آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے ہیں کہ یہ دونوں کتے مجھے ستا رہے ہیں اور تو خبر نہیں لیتا چنانچہ سلطان اپنے وزیر جمال الدین موصلی اور بیس سواروں کو لے کر فوراً مدینہ پہنچا اور تحقیق کرنے کے بعد ان دونوں کو گرفتار کیا اور انہیں وہیں تہ تیغ کر دیا اور ان کی لاشوں کو جلا ڈالا۔ بعض نے یہ بھی بیان کیا کہ نور الدین شہید نے روضہ مبارک کے چاروں طرف سطح آب تک خندق کھدوا کر اس میں سیسہ گلوادیا تا کہ پھر کوئی شخص ایسی جرأت نہ کر سکے۔

اصل عبارت کیلئے دیکھو ”جذب القلوب“ مطبوعہ نولکشور ص ۱۲۲، ۱۲۵۔ بعد ازاں اس واقعہ کی صحت کے متعلق حضرت شیخ اسی ”جذب القلوب“ میں دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

وایں قصہ را جمیع مورخاں مدینہ منورہ و مثل شیخ جمال الدین مطری و مجد الدین فیروز آبادی وغیرہ ایشاں از علمائے اعلام ذکر کردہ اندوچ تصحیح نمودہ اند۔

(جذب القلوب ص ۲۰۶)

ترجمہ: مدینہ منورہ کے تمام مورخین نے اس قصہ کو مثل شیخ جمال الدین مطری اور مجد

الدین فیروز آبادی نیز بڑے بڑے علماء نے ذکر کیا ہے اور تصدیق بھی کی ہے۔

درحقیقت اس واقعہ کا ذکر علامہ جمال الدین مطری نے سب سے پہلے اپنی

کتاب میں کیا ہے۔ اس نے اس واقعہ کو مدینہ منورہ کے اکثر باشندوں سے سنا اور

یعقوب بن ابی بکر سے خصوصاً سنا ہے۔ روایت کے طور پر اپنے باپ سے پہنچا تھا۔

اس کے بعد علامہ زین الدین ابوبکر المراغی نے ایک کتاب ”تحقیق النصرۃ تجلیص

معالم دارالہجرۃ“۔ یہ علامہ امام ابن بخاری کی کتاب ”الدرۃ الثمینہ فی اخبار المدینہ“

کی تلخیص تھی۔ چنانچہ اس نے بھی علامہ مطری کے حوالہ سے اس قصہ کو ذکر کیا ہے۔

علامہ جمال الدین الاستوی نے بھی اپنے رسالہ میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ اس کے

علاوہ امام المحققین، سید المورخین، علامہ امام سید شریف علی نور الدین سمہودی علیہ الرحمۃ

نے اس واقعہ کو اپنی مشہور و معروف کتاب ”خلاصۃ الوفاء فی اخبار دارالمصطفیٰ“ میں

روایت کیا ہے۔ علامہ امام برزنجی نے اپنی کتاب ”نزهۃ الناظرین فی مسجد سید

الاولین والآخرین“ میں جو ۱۲۹ھ کی تالیف ہے، اس قصہ کو شرح و بسط کے ساتھ

لکھا ہے اور اس قصہ میں ہونے والے مورخین کے اختلافات کو ہر ممکن تاویل سے

رفع کیا ہے اور ان کو باہم ملا کر ایک مسلسل واقعہ کی صورت میں مرتب کیا ہے۔

منکرین حدیث کے عالم و پیشوا مولوی اسلم جیراچپوری کا حوالہ بھی مفید

ثابت ہوگا۔ مقالات اسلم ص ۶۰ مطبوعہ و نشر کردہ از امداد صابری چوڑاوالاں دہلی

ملاحظہ ہو۔ اس قدر حوالہ جات اس لئے دیئے گئے ہیں کہ رسوائے زمانہ علامۃ الدہر

نیاز شکست پوری المعروف بہ علامہ نیاز فتح پوری نے اپریل ۱۹۵۷ء کے نگار ماہنامہ میں

اس واقعہ کی صحت کا کھلے لفظوں میں انکار کیا ہے۔ اس واقعہ کو ہم نے مزید تبصرہ کے ساتھ اپنی کتاب (تبلیغی جماعت کے کارنامے) میں لکھا ہے۔

مصری زندیقوں کا واقعہ زہرہ گداز:

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علامہ ابن النجار رحمۃ اللہ علیہ نے ”تاریخ بغداد“ میں بیان کیا ہے کہ بعضے زندیق جو بعض امراء عبیدہ سے ہیں۔ یہی مصر کے حاکم تھے اور حرمین طیبین کی ولایت بھی انہیں کے قبضہ و تصرف میں تھی۔ ان بد بختوں کی حالت تاریخ دانوں پر واضح ہے، اس وقت خلفائے فاطمیہ میں سے خلیفہ حاکم بامر اللہ حکمران تھا، جس کی تاریخ سفاکیت اور طاغوتیت کا ایک عبرت انگیز افسانہ ہے۔ مورخین نے اُسے مصر کا فرعون ثانی لکھا ہے کیونکہ اُس نے بھی خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔

غرض کہ یہ زندیق چاہتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کی نعشوں کو مدینہ منورہ سے مصر میں منتقل کرالے تاکہ اس کا پایہ تخت مقبول عام اور زیارت گاہ خاص و عام بن جائے۔ اس کام کیلئے اُس نے ایک درباری ابو الفتوح کو مدینہ میں بھیجا۔ اہل مدینہ مضطرب و بے قرار ہو کر اُس کے پاس جمع ہوئے اور اُس کو اس کام سے باز رکھنے کیلئے منت سماجت کی لیکن شاہی حکم تھا وہ اُس پر مصر رہا۔ اس مجمع میں ایک قاری زلیائی نامی تھا۔ اُس نے قرآن کی آیت سنائی:

الَّا تَقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُمْ بَدَءُوا
وَكُمُ أُولَٰئِكَ مَرَّةً كَرْمًا فَانظُرُوا إِلَىٰ مَا أَتَىٰ عَلَىٰ آلِيكُمْ أَيُنَاقِصُوا كَلِمَاتِي
وَكُمُ أُولَٰئِكَ مَرَّةً كَرْمًا فَانظُرُوا إِلَىٰ مَا أَتَىٰ عَلَىٰ آلِيكُمْ أَيُنَاقِصُوا كَلِمَاتِي
وَكُمُ أُولَٰئِكَ مَرَّةً كَرْمًا فَانظُرُوا إِلَىٰ مَا أَتَىٰ عَلَىٰ آلِيكُمْ أَيُنَاقِصُوا كَلِمَاتِي

(پ ۱۰ سورہ التوبہ آیت نمبر ۱۳)

ترجمہ: تم اُن لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا۔ اُنہوں نے تمہارے ساتھ پہلے چھیر چھاڑ شروع کی۔ کیا تم اُن سے ڈرتے ہو۔ بس اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ زیادہ حق دار ہے کہ تم اُس سے ڈرو۔

اس کے سننے کے بعد مجمع میں اس قدر جوش پیدا ہو گیا کہ اگر وہ مصری حکومت کے ماتحت نہ ہوتے تو یقیناً ابوالفتح کو مار ڈالتے۔ اس سے اُس کی آنکھیں کھل گئیں کہ وہ کس قدر سخت مہم پر بھیجا گیا ہے کیونکہ جب ابھی یہ حالت ہے تو جب قبر کھدنی شروع ہوگی اُس وقت کیا ہوگا۔ اس لئے ڈر گیا، اسی روز شام کے وقت ایک نہایت خطرناک آندھی آئی جس کو لوگوں نے اس ناپاک ارادہ کی نحوست قرار دیا۔ ابوالفتوح ان سب باتوں سے مرعوب ہو کر واپس چلا گیا اور حاکم بامر اللہ کو اس فعل شنیع سے ڈرایا مگر ابن سعدون نے لکھا کہ عوام نے اُسے قتل کر دیا۔

(جذب القلوب ص ۱۲۵، ۱۲۶، وفاء الوفاء، تاریخ بغداد النجار)

محدوں کا واقعہ حسف:

حضرت شیخ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

وازر بوغرائب قفیه حسف بعضے ملاحدہ است و ہوا ہذا

یعنی اور عجیب و غریب واقعات میں واقعہ حسف بعضے محدوں کا ہے۔

محب طبری ”ریاض نضرہ“ میں بیان کرتے ہیں کہ حلب کے محدین کی ایک جماعت مدینہ کے امیر کے پاس آئی اور بہت سا مال اور زیادہ تحفے پیش کئے تاکہ حجرہ شریفہ

میں سے ایک طرف کھول کر ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو لے جائیں۔ امیر مدینہ نے بوجہ بد مذہبی اور محبت دنیا کے اس بات کو قبول کیا اور ان لوگوں کو اس بات کی اجازت دے دی۔ حرم شریف کے دربان سے کہا کہ جب یہ جماعت آئے حرم کا دروازہ ان کیلئے کھول دینا اور جو کام یہ لوگ اس میں کرنا چاہیں منع نہ کرنا، دربان کا بیان ہے کہ جب نماز عشاء ہو چکی اور سب دروازے بند کر دیئے گئے۔ چالیس آدمی پھاوڑے اور کدال، شمع اور گرانے اور کھودنے کے اوزار لے کر آئے اور باب السلام پر کھڑے ہوئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے امیر کے حکم سے دروازہ کھول دیا اور ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ گیا۔ میں روتا تھا اور یہ خیال کرتا تھا کہ کب قیامت قائم ہوگی۔ سبحان اللہ! ابھی یہ لوگ منبر شریف کے مقابل نہیں پہنچے تھے کہ ان سب کو مع اسباب و آلات کے جو ان کے ساتھ تھا، اُس ستون کے نزدیک جو توسیع عثمان کے قریب ہے، زمین نے نکل لیا۔ امیر مدینہ منتظر تھا کہ اس تاخیر کا سبب کیا ہے، مجھ کو بلایا اور کہا کہ قوم کا کیا حال ہے؟ میں نے جو کچھ دیکھا تھا کہہ دیا کہ ایسا واقعہ پیش آیا۔ امیر نے کہا کہ دیوانہ ہوا ہے، سمجھ کر کہہ۔ میں نے کہا کہ آپ خود تشریف لے چلیں اور دیکھیں کہ اب تک حسف کا اثر اور بعضے کپڑے جو ان پر تھے باقی ہیں۔

طبری اس قصہ کی نسبت اُس ثقہ لوگوں کی طرف کرتے ہیں جو سچائی اور دیانت میں مشہور ہیں۔ چنانچہ مدینہ کے بعض مورخین نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ تاریخ سمودی میں بھی مذکور ہے۔ (جذب القلوب ۱۲۶-۱۲۷)

پہلے واقعہ سے ثابت ہے کہ نصاریٰ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات النبی

سمجھتے ہیں ورنہ اس قدر زرخیز جسمِ اطہر نکلوانے میں کیوں خرچ کرتے۔ دوسرے واقعہ سے ظاہر ہے کہ مصر کا فرعون ثانی اور اس کے دوسرے ساتھی باوجود دعویٰ خدائی اور زندگی ہونے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مع الجسم کے قائل تھے۔ ورنہ ابوالفتوح کو نہ بھیجتے۔ تیسرے واقعہ سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حلب کے ملحد نہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ شیخین رضی اللہ عنہم کو باوجود اپنی عداوت قلبی کے زندہ سمجھتے ہیں۔ یہاں سے ملحدین کے عقائد کا تضاد و نفاق ثابت ہو گیا۔

ایک طرف تو شیخین کو مومن ہی نہیں مانتے دوسرے طرف انہیں زندہ سمجھتے ہیں مثل شہداء کا ملین کے ورنہ انہیں روضہ اقدس سے نکالنے کی ناکام کوشش ہی کیوں کرتے۔ ع..... بہ روز حشر شود، ہیچون معلومت

ادھورا درود لکھنے والے کا ہاتھ گل گیا:

حضرت ابو زکریا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حدیث شریف لکھتا تھا اور کاغذ کی بچت کرتے ہوئے حضور سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے ساتھ درود شریف نہیں لکھتا تھا۔ اس بے ادبی پر اس کے ہاتھ پر زخم آگلا ہو گیا۔۔

ف: اس بد بخت کو کیا سزا ملے گی جو حضور علیہ السلام کا اسم مبارک سن کر درود پڑھتا نہیں یا نام لکھ کر مکمل درود لکھتا نہیں بلکہ صلعم۔ ص۔ ع۔ کا نشان لگاتا ہے۔ اس کی مزید تفصیل فقیر کے رسالہ ”کراہتہ صلعم“ میں مطالعہ کیجئے

عصائے نبوی کی بے ادبی کی سزا:

حضرت قاضی عیاض شفاء جلد ۲، ص ۴۹ میں لکھتے ہیں:

حَكِي أَنْ جَهَّجَا هَانَ الْغَفَّارِي أَخَذَ قَضِيبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِنْ يَدِ عَثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَتَنَاوَلَهُ لِيَكْسِرَهُ عَلَى رَكْبَتَيْهِ فَصَاحَ بِهِ
النَّاسُ فَأَخَذَتْهُ الْأَكْلَةُ فِي رَكْبَتَيْهِ فَقَطَعَهَا وَمَاتَ قَبْلَ الْحَوْلِ-

جہجاء غفاری نے امیر عثمان رضی اللہ عنہ سے حضور علیہ السلام کا عصا لے کر گھٹنوں پر
رکھ کر توڑنے لگا تو لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔ اتنی بے ادبی کی وجہ سے اُس کے گھٹنے میں
آکلہ کا مرض پیدا ہو گیا۔ اُس نے گھٹنے کاٹ ڈالا اور ایک سال سے پہلے پہلے مر گیا۔

ملا علی قاری کی ٹانگ ٹوٹ گئی:

اہلسنت کا مذہب ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ صرف والدین
کریمین بلکہ تا آدم و حوا علیہما السلام جملہ آباء و امہات ایمان پر تھے۔ صرف اس موضوع
پر امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے چھ رسالے لکھے ہیں۔ ان سب کا خلاصہ اعلیٰ
حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے ”شمول الاسلام“ رسالہ میں لکھا۔ جمہور کے خلاف
حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضور علیہ السلام کے والدین کریمین کا کفر ثابت کر
کے رسالہ لکھا۔ نیز اُس شرح عقائد میں ہے کہ اُن کے اُستاد مکرم حضرت ابن حجر مکی قدس
سرہ نے انہیں خواب میں دیکھا ہے کہ

سَقَطَ مِنْ سَقْفٍ فَأَنْكَسَرَتْ رِجْلُهُ

چھت سے گرے تو اُن کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اُستاد مکرم قدس سرہ نے فرمایا

هَذَا جَزَاءُ هَانَةَ وَالِدِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَقَعًا كَمَا-

یہ اُس کی جزا ہے جو اُس نے حضور علیہ السلام کے والدین کریمین کی

اہانت کی ہے۔ چنانچہ واقعی ملا علی قاری ٹوٹی ہوئی ٹانگ دیکھتے ہیں جب جاگتے ہیں
نیز اُس کے حاشیہ پر ”القول المستحسن“ سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ نقل تو بتہ

توہتہ اس مسئلہ میں ان کی توبہ منقول ہے۔

ف: اس سے شیعوں کا اعتراض اٹھ گیا کہ اہلسنت والدین کریمین کے کفر کے قائل

ہیں اور وہابیوں کا بھی کہ وہ سند میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال پیش کرتے ہیں۔

یا رسول اللہ کو کفر قرار دینے پر قدرتی گرفت:

جہلم (افق رپورٹ) حاجی مشتاق احمد نمائندہ خصوصی: گذشتہ دنوں شہر میں

ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا جو افسوسناک بھی ہے اور قابل عبرت بھی۔ تفصیلات

کے مطابق تحصیل چکوال سے ۸ میل دور واقع گاؤں تھوہا بہادر کی مرکزی مسجد تلہ گنگ

روڈ کے مولوی یعقوب نے مقتدیوں کو ”یا رسول اللہ“ کہنے کی ممانعت کر دی تھی جس

پر مقتدی حضرات نے ممتاز سنی عالم علامہ عنایت اللہ سانگلہ ہل والوں کو گاؤں میں

بلایا۔ علامہ موصوف نے ”یا رسول اللہ“ کہنے کی حمایت کی اور اُسے جائز قرار دیا۔ اس

موقع پر غیر عقیدہ افراد کی بھاری جمعیت لائٹیوں اور مضروب کن ہتھیاروں سے مسلح ہو

کر ”یا رسول اللہ“ کہنے والوں پر حملہ آور ہونے کو آئی۔ سنی نمازیوں نے اللہ پر بھروسہ

کرتے ہوئے نڈر ہو کر انہیں متنبہ کیا کہ اگر تم لوگوں نے گڑبڑ کی تو نتائج کی ذمہ داری

تم پر ہی عائد ہوگی۔ کچھ دیر بعد مخالفین کی ایک جماعت نے علامہ موصوف سے کہا کہ

آپ قرآن کی رو سے ثابت کر دیں کہ یا رسول اللہ کہنا جائز ہے۔

علامہ نے جواب دے کر اُن کی تسلی کر دی اور انہیں توبہ کرنے کو کہا۔ اگرچہ ان لوگوں نے اپنی شکست بر ملا تسلیم کر لی مگر توبہ نہ کی۔ علامہ موصوف نے انہیں خبردار کیا کہ سن لو! آئندہ اگر تمہارے مولوی نے ”یا رسول اللہ“ کہنے کو غلط قرار دیا تو اُس کی زبان بند ہو جائے گی۔ اگلے دن جمعہ تھا، مولوی یعقوب نے تقریر میں کہا کہ (نعوذ باللہ) یا رسول اللہ کہنا کفر ہے۔ خدا کی لاشی بے آواز کے مصداق حمد کی نماز سے فراغت کے بعد وہ گھر گیا تو اُس پر فالج کا حملہ ہوا اور اُس کی زبان بند ہو گئی اور چند دن چکوال ہسپتال میں زیر علاج رہنے کے دوران اُس کی موت واقع ہو گئی۔

(ہفت روزہ افتخار کراچی ۳ تا ۱۰ جون ۱۹۷۹ء)

علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے مباہلہ سے ایک دیوبندی بری موت مرا:

جب غزالی زماں رازی دوران ضیغم اسلام حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ ملتان میں تشریف لائے اور حضرت چپ شاہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب مرحوم کی مسجد میں درس حدیث شریف شروع کیا تو آپ کے حلقہ درس میں ایک حاجی ابراہیم کمپنی والے بھی نہ صرف حلقہ درس میں شریک ہوتے بلکہ عقیدت مندوں میں شامل تھے۔ وہ مولوی عبدالعزیز دیوبندی گوجرانوالہ والے کے مرید تھے۔ اُسے جب معلوم ہوا کہ اُس کا مرید علامہ کاظمی صاحب کا درس سنتا ہے تو آگ بگولہ ہو گیا اور اپنے ہم خیال مولویوں کو اکٹھا کیا۔ اس میں طے کیا کہ علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ سے مناظرہ طے کیا جائے۔ چنانچہ حاجی محمد ابراہیم کمپنی والے کے گھر علامہ کو بلایا گیا۔ علم

غیب پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔ حضرت علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دعویٰ میں مشکوٰۃ شریف کا حوالہ دیا۔ مولوی عبدالعزیز نے حسب عادت کہا کہ مشکوٰۃ بے سند کتاب ہے، میں اسے نہیں مانتا۔ ترمذی کا حوالہ دی۔ اس نے غصہ میں آ کر کتاب کو پھینک دیا۔ حضرت علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا تو گستاخ اور بے ادب ہے۔ اب میں تم سے مناظرہ نہیں مباحلہ کروں گا۔ چنانچہ دونوں نے یہ الفاظ کہے۔ اگر میرا مقابل باطل ہو تو خدا کے عذاب میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جائے۔ مباحلہ کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے واپس تشریف لائے۔

مولوی عبدالعزیز جب گوجرانوالہ پہنچے اور صبح کو نماز کے بعد قرآن مجید کا درس دینے کیلئے بیٹھے اور بولنا چاہا تو الفاظ منہ سے نہ نکلے زبان باہر نکل آئی۔ کافی دنوں تک علاج کی کوشش کی گئی لیکن ڈاکٹروں نے یہ کہہ دیا کہ کوئی مرض ہو تو اس کا علاج کیا جائے، یہ تو عذاب الہی ہے۔ بالآخر وہ سال پورا ہونے سے پہلے ہی عذاب الہی میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو گیا۔ (مقالات کاظمی جلد ۱، ص ۲۰)

ف: بد بخت وہابی کو مباحلہ کی سزا موت کی صورت میں ملنی تھی لیکن اس نے جو حدیث کی کتاب ”ترمذی شریف“ کی بے ادبی، گستاخی کی وجہ سے فالج کے رنگ میں ملی۔ اور ایسی عبرتیں ہزاروں دنیا میں واقع ہو رہی ہیں لیکن ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ایسے واقعات لوگ دیکھتے بھی ہیں لیکن پھر بھی توفیق کی توبہ سے محروم رہتے ہیں۔

نبی علیہ السلام کے دشمن کا گھر جل گیا:

مدینہ میں ایک نصرانی تھا۔ جب اذان میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ

سنتا تو یہ کہتا کہ خدا کرے جھوٹا جل جائے۔ ایک رات کو ایسا اتفاق ہوا کہ وہ اور اس کے اہل و عیال سو رہے تھے۔ ایک خادم گھر میں آگ لے کر آ گیا۔ ایک چنگاری گر پڑی اور ایسی آگ گھر میں لگی کہ وہ اور اس کا گھر اور اس کے گھر والے سب جل گئے۔

”کمالین حاشیہ جلالین“ اور مخالفین کے حکیم الامت کے ترجمہ ”بیان القرآن“ میں بھی یہی واقعہ تحت آیت: **وَإِنَّا نَأْتِيكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ** الخ موجود ہے۔

انگریزوں کی دشمنی:

مسجد نبوی شریف کی تعمیر کیلئے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے انگریز مستری بھی لگائے۔ کسی مستری نے شرارت کرتے ہوئے قبلہ کی جانب میں پانچ درپچوں اور صحن میں خنزیر کی تصویر بنا دی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ نے اس نامراد کا سر قلم کر دیا۔ (مدینۃ الرسول ص ۲۰۲)

ایک گستاخ کا انجام:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ جس زمانہ میں مسجد نبوی تعمیر فرما رہے تھے۔ ایک شخص آیا اور کہا کہ میں یہاں پیشاب کرتا ہوں۔ لوگوں نے کہا: گستاخ کہیں کے یہ شرارت یہاں نہ کرنا، وہ نہ مانا، جب پیشاب کرنے کا ارادہ کیا۔ غائب سے کسی طرح اس کے پاؤں اکھڑے اور سر کے بل گرا تو اس کا دماغ پاش پاش ہو گیا۔ اسی حالت میں فی النار وسقر ہوا۔ یہ کیفیت دیکھ کر بہت سے انگریز مسلمان ہو گئے۔

(وفاء الوفاء جلد ۱، ص ۲۶۸، مدینۃ الرسول ص ۱۰۲)

دورِ حاضرہ کے گستاخانِ نبوت کے عقیدہ کا اصول و قاعدہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان یا کفر کے متعلق فرقہ دیوبندی کا اصول ہے کہ جو شخص آپ کا ادب کرے وہ پکا بے ایمان (کافر) ہے اور جو شخص آپ کی بے ادبی و بے عزتی کرے وہ پکا مومن مسلمان ہے۔ چنانچہ دیوبندی فرقہ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی نے لکھا ہے کہ:

۱۔ بدعتی کے معانی ہیں با ادب بے ایمان اور وہابی کے معانی بے ادب با ایمان

(اضافات الیومیہ تھانوی جلد ۴، ص ۴۱، و جلد ۳، ص ۱۶۶)

۲۔ وہابی کے معانی ہیں بے ادب با ایمان اور بدعتی کے معنی ہیں با ادب بے

ایمان۔ (اضافات الیومیہ جلد ۴، ص ۱۷۰)

حالانکہ قرآنی فیصلہ اس کے برعکس ہے، وہ یہ ہے کہ جو شخص آپ کا ادب کرے

وہ مسلمان ہے اور جو شخص آپ کی بے ادبی کرے وہ بے ایمان ہے۔

اب فیصلہ عوام کے ہاتھ میں ہے کہ گستاخی و بے ادبی اور گستاخ اور بے ادب

لوگوں سے بچ کر رہیں یا ان سے رشتہ و اخوت اسلامی جوڑیں۔

گستاخ صحابہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ:

ہمارے دور میں شیعہ مذہب بڑھتا جا رہا ہے۔ اُس کی اوّل وجہ تو جہالت ہے دوسری بے غیرتی ورنہ خدا تعالیٰ سمجھ دے تو اتنا کافی ہے کہ وہ صحابہ جنہوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کو دیکھا جیسا کہ صحابی کی تعریف میں محدّثین نے لکھا کہ:

اِنَّ کُلَّ مُسْلِمٍ رَأٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَہُوَ مِنْ
اَصْحَابِہٖ۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۶۴)

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ بعض کے نزدیک صحبت میں روایت کے ساتھ تمیز بھی شرط ہے۔ بعض محققین کے نزدیک صرف حصول الرویہ کافی ہے، اسی لئے حضرت محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صحابہ میں شمار کیا ہے حالانکہ بالاتفاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تین ماہ قبل پیدا ہوئے۔ صحابیت کا مقام بلند و بالا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان حضرات کی تعریف اور مدح فرمائی ہے اور ظاہر ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نوازے اُسے اگر کوئی ضد سے نہ مانے تو اس کی اپنی بد قسمتی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا تو پھر جنہوں نے مان لیا تو وہ خود بہت بڑے مراتب پا گئے۔ ایسے ہی جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کیلئے چنا اور انہوں نے اُس کے محبوب علیہ السلام کی صحبت پائی تو بلند مراتب سے نوازے گئے۔ چنانچہ خود حضور علیہ السلام نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ اخْتَارَ لِي صَحَابِيَّ - (رواہ ابن بطو والصارم المسلمول لابن تیمیہ ص

۸۸، درواہ البزاز عن جابر بسند رجالہ موثقون، حج الکرامۃ ص ۱۳۵)

اللہ جل شانہ نے میری معیت کیلئے (امت میں سے) میرے اصحاب کو

انتخاب فرمایا ہے۔

اس حدیث کی تائید حضرت امام سفیان کی ایک تفسیری روایت سے بھی ہوتی

ہے۔

وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِي الَّذِينَ اصْطَفَىٰ - (پ ۱۹ سورہ النمل آیت نمبر ۵۹) کی

تفسیر میں فرماتے ہیں۔

هُمُ اصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - الَّذِينَ اصْطَفَىٰ سے

اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ (حج الکرامۃ ص ۱۷۵)

صحابہ کے انتخاب ہونے میں کافی حدیثیں موجود ہیں، یہاں ان کی گنجائش

نہیں ہے۔ یہ امر مسلم ہے کہ علیم مطلق کا انتخاب اس کے علم اتم ہونے کی وجہ سے انجام

کے لحاظ سے ہوتا ہے ورنہ اس کے علم میں نقص آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اس انتخاب میں

نمبر اول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔ اسی لئے فضیلت میں اول نمبر تو عقیدت

و محبت میں بھی نمبر اول۔ اُن کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔

اسی لئے اسلاف کے متعلق حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلاف اپنی اولاد کو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی محبت کی تعلیم دیا کرتے تھے جیسے کہ انہیں قرآن مجید کی سورتیں یاد کرایا کرتے تھے۔ (نزہۃ المجالس جلد ۲، ص ۲۹۳)

متنبیہ:

لوگ اس صحبت کو معمولی اور غیر اہم سمجھتے ہیں حالانکہ اُسے اللہ تعالیٰ نے وہ شان بخشی ہے کہ اصحابِ کہف کی صحبت میں ایک کتابیٹھا تو کل قیامت میں انہیں اولیاء کے ساتھ بہشت میں جائے گا۔ کیا ہمارے نبی علیہ السلام کی صحبت کی یہی قدر و منزلت ہے کہ آپ کے صحبت یافتگان کو بجائے اونچا مرتبہ دینے کے انہیں گالی دی جائیں۔ حالانکہ وہ صرف اسرائیلی ولی اور کم درجہ والے ہیں اور یہاں آقا کے سر داما داور قرمی رشتہ دار وغیرہ۔

لیکن یاد رہے کہ صحابیت ملاقات اور حیاتِ نبوی کے ساتھ مقید ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں جن مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ملاقات نہیں کی تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تجھیز و تکفین میں شامل ہو کر دیدارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے وہ بھی صحابیت میں شامل نہیں۔

غرض اس تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ دورِ نبوت میں اسلام اور ایمان کی تکمیل کیلئے ملاقاتِ نبوی شرط نہیں لیکن شرفِ صحابیت کیلئے ملاقات کا ہونا شرط ہے۔ حضرت سید التابیین اولیس قرنی رضی اللہ عنہ جو دورِ نبوت پانے کے باوجود شرف ملاقات حاصل نہ کر سکے۔ اُن کے اسلام اور ایمان میں کوئی فرق نہ آیا۔ لیکن ان سے حضرت وحشی صحابی

ﷺ شرفِ صحبت کی وجہ سے بالاتفاق افضل ہیں۔ اسی لئے محققین نے فیصلہ کیا ہے:

إِنَّ فَضِيلَةَ صُحْبَتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُويَةَ لَا يُدَّ لَهَا شَيْ

(صواعق المحرقہ ص ۱۳۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شرفِ صحبت اور دیدار، مقامِ صحابہ میں ایک ایسا عمل ہے کہ کسی کا کوئی عمل اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

شرفِ صحابہ:

صحابہ رضی اللہ عنہم تمام اُمت سے کیوں افضل ہیں؟ اس لئے کہ اُن کے ایمان و اعمال کی سند میں اللہ تعالیٰ تک ایک واسطہ ہے۔ وہ واسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہے۔ یہ ایسا بے نظیر واسطہ ہے کہ سوائے صحابہ کے باقی مسلمانوں کی سندِ ایمان میں نہیں پایا جاتا۔ آیت کریمہ وَالَّذِينَ مَعَهُ (وہ رسول کیساتھ ہیں) میں ایمانِ صحابہ کی سند کا بیان ہے۔ اس میں یہ کیوں نہیں فرمایا گیا هُوَ مَعَهُمْ (رسول اُن کے ساتھ ہے) کیونکہ رسول تو اپنے بلند مقام ہونے کی وجہ سے ہر ایک کی معیت کا حامل ہو سکتا ہے۔ کمال تو اس میں ہے جو رسول کی معیت کا حامل ہو سکے۔ رسول کی معیت ہر اُمتی نہیں کر سکتا اور اُنہی حضرات کی خوش بختی تھی۔ اسی لئے ان کے مناقب و فضائل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا لَا تَسْبُوا أَصْحَابِي فَلَوْ

أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدًا حِدِهِمْ وَلَا نَصِيفَةً رَوَاهُ أَصْحَابُ

الصَّحَابَةِ۔ (بخاری و مسلم ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ)

میرے صحابہ کو گالی مت دو اس لئے کہ اگر تمہارا ایک اُحد پہاڑ برابر سونا خرچ ہو تب بھی اُن کے ایک مدیا آدھے مد کے برابر نہیں ہو سکتا۔

ف: ہماری عبادات کا توازن بتایا جا رہا ہے کہ تم لاکھ عابد و زاہد اور متقی و پرہیزگار بن جاؤ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ فلہذا اُن کی طعن و تشنیع سے دور رہنا بہتر ہے۔

۲۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُفَضَّلٍ مَرْفُوعًا اللَّهُ اللَّهُ فِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَمًا فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَحَبَبَنِي وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبَغَضَنِي ابْغَضُوا وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللَّهَ فَأَوْشَكَ أَنْ يَأْخُذَ۔ (رواہ الترمذی)

خبردار میرے صحابہ کو نشانہ مت بناؤ جو اُن سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے، جو اُن سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے، جو انہیں ایذا دیتا ہے وہ مجھے ایذا دیتا ہے اور جو مجھے ایذا دیتا ہے وہ اللہ کو ایذا دیتا ہے اور ایسے کو اللہ جلد پکڑے گا۔

ف: صحابہ کرام کو گالی دینا شیعہ مذہب میں واجب اور ضروری ہے اور یہ اُن کو ذاکر جاہل اُکساتے ہیں ورنہ شیعہ مذہب کے مہذب علماء تو صحابہ کرام کے ادب کو لازم اور ضروری سمجھتے ہیں۔

۳۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا أَكْرَمُوا أَصْحَابِي فَإِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ۔ (الحديث رواه النسائي، باسناد صحيح واحسن)

ترجمہ: میرے صحابہ کی عزت کرو کیونکہ وہ پسندیدہ ترین لوگ ہیں۔

۴۔ وَعَنْهُ مَرْفُوعًا سَأَلْتُ أَبِي عَنْ اِخْتِلَافِ اَصْحَابِي مِنْ بَعْدِي فَاَوْحَى اِلَيَّ
 يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اَصْحَابَكَ عِنْدِي بِمَنْزِلَةِ النُّجُومِ فِي السَّمَاءِ بَعْضُهَا اَقْوَى مِنْ
 بَعْضٍ وَلِكُلِّ نُوْرٍ فَمَنْ اَخَذَ بِشَيْءٍ فَمَاهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اِخْتِلَافِهِمْ فَهُوَ عِنْدِي عَلَى
 هُدًى وَقَالَ عُمَرُ وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابِي كَالنُّجُومِ
 بَايِهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ - (رواه زيد)

حضور علیہ السلام نے فرمایا: میں نے اللہ سے سوال کیا کہ میرے صحابہ کا
 میرے بعد کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُن میں جھگڑے ہوں گے لیکن اُن کا جھگڑا
 اُمت کیلئے مضر نہیں کیونکہ وہ میرے نزدیک ستاروں کی طرح ہیں جیسے ستارے ایک
 دوسرے سے قوی ہیں ایسے اُن میں۔ لیکن جیسے اُن سے ہر ایک ہدایت پاتا ہے اُن
 سے بھی ہدایت پائیں گے۔ اُن کا اختلاف میرے نزدیک رحمت بلکہ ہدایت ہے۔
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں اُن میں جس کی
 اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

ف: شیعوں نے خواہ مخواہ شرارت اٹھائی ہے کہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت
 امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیوں لڑے جھگڑے۔

۴۔ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حَصِيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا خَيْرُ اُمَّتِي قُرْنِي ثُمَّ
 الَّذِيْنَ يَلُوْنُهُمْ - (الحديث - رواه البخاري والترمذي والحاكم)

میری اُمت کے بہتر وہ لوگ ہیں جو میرے قریب ہیں پھر وہ جو اُن کے
 قریب ہیں پھر وہ جو اُن کے قریب ہیں۔

۵- عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا خَيْرَ النَّاسِ قَرْنِي
(الحديث - رواه الشيخان واحمد والترمذی)

ابگوں سے بہتر وہ لوگ ہیں جو میرے قریب ہیں۔

۶- عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَأَى أَوْ رَأَى
مَنْ رَأَى - (رواه الترمذی والضیاء المقدسی)

۷- عَنْ وَائِلَةَ بِنِ الْأَسْقَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا طُوبَى لِمَنْ رَأَى وَلِمَنْ
رَأَى - (رواه ابن حمید وابن عساکر)

خوشی ہے اُسے جس نے مجھے دیکھا اور جس نے میرے دیکھنے والے کو

دیکھا۔

۸- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَسِيرٍ مَرْفُوعًا طُوبَى لِمَنْ رَأَى وَأَمَّنَ بِهِ طُوبَى
وَأَمَّنَ بِهِ طُوبَى لِمَنْ رَأَى وَأَمَّنَ بِهِ مَنْ رَأَى طُوبَى لَهُمْ وَحَسَنُ مَا ب
(رواه الترمذی والحاکم)

۹- مِثْلُ أَصْحَابِي فِي أُمَّتِي كَأَلْيَلِي فِي الطَّعَامِ لَا يَصْلِحُ إِلَّا بِالْمِلْحِ
میرے صحابہ میری امت میں ایسے ہیں جیسے طعام میں نمک اور طعام نمک
کے بغیر اچھا نہیں۔

۱۰- عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ مَرْفُوعًا مَا مِنْ أَصْحَابِي يَمُوتُ بِأَرْضٍ إِلَّا
بُعِثَ قَائِدًا أَوْ نُورًا لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ

والضیاء المقدسی

جس زمین میں میرا صحابی فوت ہوگا اُسے قیامت میں اللہ نور اور قائد بنا کر

اٹھائے گا۔

۱۱۔ وَعَنْهُ مَرْفُوعًا النُّجُومُ أَمْنَةٌ لِلسَّمَاءِ فَإِذَا فَهَبَتِ النُّجُومُ اتِي السَّمَاءُ

تُوَعَدُ وَأَنَا أَمْنَةٌ لِأَصْحَابِي أَمْنَةٌ لِأَصْحَابِي أَمْنَةٌ لِأُمَّتِي فَإِذَا فَهَبَ أَصْحَابِي اتِي
أُمَّتِي مَا يُوعَدُونَ (رواه مسلم و احمد في مسنده)

ستارے آسمان کی امان ہیں ایسے ہی میرے صحابہ زمین کی امان ہیں، جب

میں اور میرے صحابہ چلے جائیں گے تو دنیا سے امان اٹھ جائے گی۔

ف: صحابہ کرام کے اُن گنت فضائل ہیں، عقل والے کیلئے اتنا کافی ہے بے عقل کو

دفتر بے کار۔

چونکہ شیعہ مذہب کے جاہل ذاکر زیادہ تر شیخین رضی اللہ عنہما کے لئے

خصوصاً اور دوسرے صحابہ کرام کیلئے عموماً ہر مجلس و محفل میں گالی کا بازار گرم رکھتے ہیں

اس لئے اُن کیلئے چند حدیثیں اور اقوال نقل کرتا ہوں۔

فضیلتِ صدیقِ رضی اللہ عنہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنْ أَمَنِ النَّاسِ عَلَيَّ فِيمَا

صُحْبَةٍ وَمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ -

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک مجھ پر زیادہ منت او

احسان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہے۔

اور فرمایا:

لَوْ كُنْتُ مُتَّبِعًا خَلِيلًا لَأَتَّخَذْتُ خَلِيلًا وَلَكِنْ أَخُوَّةَ الْإِسْلَامِ وَ
 مَوَدَّةً لَا يَتَّقِينَ الْمَسْجِدَ خُوَّةَ الْأَخُوَّةِ أَبِي بَكْرٍ - (مشکوٰۃ)

اگر میں غیر اللہ کو خلیل بنا تا تو ابو بکر کو بنا تا لیکن اخوة و محبت اسلامی ان سے
 ہے۔ خبر دار مسجد کے تمام درتے بچے بند کر دو سوائے ابو بکر کے درتے کے۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا إِنَّ اللَّهَ فَتَرَضَ عَلَيْكُمْ حَبَّ أَبِي
 بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ كَمَا افْتَرَضَ الصَّلَاةَ وَالزَّكَاةَ وَالصَّوْمَ وَالْحَجَّ
 فَمَنْ أَنْكَرَ فَضْلَهُمْ فَلَا تَقْبَلُ عَنْهُ الصَّلَاةُ وَالْأَزْكَوَّةُ وَالْأَصْوَمُ وَلَا الْحَجُّ -

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت
 کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اے میری امت تم پر ابو بکر و عمر و عثمان اور علی کی محبت
 فرض کی گئی ہے جو ان صحابہ کی فضیلت سے انکار کرے گا اس کی نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج
 قبول نہ کیا جائے گا۔

اس حدیث کو علامہ طبری نے ”ریاض النضرۃ“ میں نقل کیا ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ خلفاء کی محبت کے بغیر جب فرضی
 عبادتیں مقبول نہیں ہوتیں تو اس کا ایمان کیسے مقبول ہوگا۔ ایک دوسری حدیث میں
 ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت واجب ہے۔

عَنْ أَنَسٍ مَرْفُوعًا حَبَّ أَبِي بَكْرٍ وَاجِبٌ عَلَى أُمَّتِي أَخْرَجَ الْحَافِظُ

السَّلْفِيُّ -

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ ابو بکر کی محبت میری امت پر واجب ہے۔

اور یہ بھی بوجہ افضلیت کے ہے ورنہ ہمارے نزدیک جملہ صحابہ رضوان اللہ
جمعین معظم و مکرم ہیں۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر
صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہے۔ حضرت عمر
رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قلب پر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا:
تو ہارون علیہ السلام کی مثل ہے۔

ہم جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بال برابر تنقیص و تحقیر نہیں سہتے اس لئے کہ
ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو اَصْحَابِیْ كَالنُّجُومِ (میرے صحابی
ستاروں کی مانند ہیں) فرمایا ہے۔ گویا یہ آسمان نبوت کے ستارے ہیں۔ اس کی پودی
تشریح تو بیان نہیں ہو سکتی کہ صحابہ کو ستاروں سے کیوں تشبیہ دی؟ ہاں صرف ایک دو
باتوں کی طرف اشارہ کر دیتا ہوں۔

اللہ جل شانہ سورۃ نجم کے شروع میں فرماتا ہے:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ۔ (پ ۲۷ سورہ نجم آیت نمبر ۲)

تمہارے ساتھ رہنے والا رسول نہ راہِ حق سے بھٹکا ہے اور نہ وہ پھیلا ہے
رسول کے اس عظیم مقام کیلئے (ہوی النجم) کو بطور شاہد اور قسم کیلئے کیوں لا
گیا ہے۔ اس لئے کہ جب ستارہ نظام فلکی کے تحت اپنی مقرر شدہ رفتار اور راستے پر
چلنے میں بال برابر بھی نہیں چوکتا حالانکہ ہمارے نزدیک مراتب کے لحاظ سے یہ فلک
نظام روحانی نظام کے مقابلہ میں کچھ حقیقت بھی نہیں رکھتا تو ہمارے عالم روحانی کے

شمس نبوت کی حرکات و سکنات میں ضلالت و غوایت کیسے داخل ہو سکتی ہے۔ گویا ستاروں کا نظام شمس نبوت کے نظام پر شاہد ہے اور شاہد میں عدل لازمی ہے۔ اسی واسطے صحابہ کو نجوم (ستاروں) کے ساتھ تشبیہ دی گئی کہ یہ بھی آفتاب نبوت کے شاہد ہیں۔ جس طرح ستارہ نظام فلکی کے تحت اپنی حرکات میں قانون کا پابند ہے اسی طرح فلک نبوت کے ستارے بھی نبوی قانون کے پابند ہیں۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اس تشبیہ کو ایک دوسرے رنگ میں فرماتے ہیں:

گفت پیغمبر کہ اصحابی نجوم،

راہرواں را شمع و اعداء را رجوم

فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم کا باب وسیع تر ہے ہم یہاں پر اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور صرف اہلسنت سے گذارش کرتے ہیں کہ ہم اہلسنت کا عقیدہ یہی ہے کہ افضل بعد الانبیاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

اگر اس کے برعکس کوئی شخص عقیدہ رکھتا ہے تو وہ گمراہ اور بے دین شیعہ حقیقی ورنہ تفضیلی ضرور ہے۔ یہ مرض ہمارے اہلسنت میں عام ہے کہ کسی مصلحت کے تحت یا سادات سے رشتہ داری یا سادات کے مرید ہونے کی وجہ سے سادات کی خوشامد کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل کہتے ہیں۔ ایسے عقیدے والے کو علامہ ابن حجر مکی تطہیر الجنان میں گمراہ لکھتے ہیں۔

پیران طریقت کے سرتاج حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ ”مقابیس

المجالس“ میں فرما۔ ہیں:

”ہر کہ علی راز سائر صحابہ ازیں وجہ زیادہ تر دوست می دارد کہ آن پیران پیر رویا جدا دست۔ پیدا است کہ ہر کس آباء و اجداد خود را دوست تر دارد یا آن کہ آن شخص بہادری پیشہ می کند و حضرت علی نیز شجاع بودند ازیں باعث او شان را دوست تر می دارد این تمام اقسام موہم او ہند ازیں ہا اجتناب باید کرد“۔

ترجمہ: جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس سبب سے زیادہ محبوب رکھتا ہے کہ آپ پیران پیر ہیں یا اُس کے جدا مجد ہیں یا کوئی ایسا شخص ہے جس کا پیشہ بہادری ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بہادری کی وجہ سے زیادہ محبت رکھتا ہے۔ یہ تمام اقسام محبت رخص کی طرف لے جانے والی ہیں اور ان سے اجتناب کرنا چاہئے۔

بلکہ انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ صاحب الروضہ حضرت خواجہ قاضی محمد عاقل قدس سرہ کے زمانے میں ایک شخص مولوی غلام داؤد نامی تھے جو فاضل آدمی تھے اور کوٹ مٹھن شریف میں درس دیتے تھے۔ وہ حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ کے مرید تھے اور اہلسنت و جماعت سے تعلق رکھتے تھے لیکن امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے باقی صحابہ کرام کی نسبت کچھ زیادہ محبت رکھتے تھے۔ اس وجہ سے علمائے وقت اُن کو پکڑ کر حضرت شیخ کی خدمت میں لائے۔ آپ نے اُس کو مخاطب کر کے فرمایا: مولوی غلام داؤد تم رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے متعلق کیا کہتے ہو؟ اُس نے عرض کیا کہ یا حضرت تمام اصحاب رسول کو برحق سمجھتا ہوں اور ہر ایک سے محبت رکھتا ہوں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس لئے محبت زیادہ ہے کہ تمام مشائخ طریقت

کے سلاسل آپ کی ذات گرامی سے فیض یاب ہیں۔ یہ سن کر آپ نے اُن کو رہا کر دیا لیکن جب تک مولوی غلام داؤد زندہ رہے، کوئی اُن کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا تھا، دیکھتے پہلے زمانے کے لوگ کس قدر راسخ العقیدہ تھے کہ اگرچہ مولوی مذکورہ انہیں نہیں تھے لیکن معمولی بات کی وجہ سے لوگ کس قدر اُن سے متنفر ہو گئے تھے۔ آج کل لوگ صحابہ کرام کے خلاف ہزار ہا باتیں بناتے ہیں پھر بھی اپنے آپ کو مومن سمجھتے ہیں۔

شیعہ کی بدتمیزی:

یہ اپیل ہم نے صرف اہلسنت کے بے خبر لوگوں سے کی ہے ورنہ شیعہ کی بے ہودگی تو حد سے بڑھی ہوئی ہے۔ مندرجہ ذیل خبر ملاحظہ ہو:

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی توہین:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی اسلام کی ایک مایہ ناز ہستی ہے اور آپ کے ہاتھوں اسلام کو جس قدر استحکام حاصل ہوا، اُس کا اعتراف غیر مسلموں کو بھی ہے۔ بارگاہ ایزدی سے آپ کو کچھ ایسا رعب و جلال حاصل تھا کہ خود سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

إِنَّ الشَّيْطَانَ يَعْزُّ مِنَ ظِلِّكَ - یعنی اے عمر! شیطان تیرے سایہ سے بھی ڈرتا ہے لیکن شیعہ مذہب میں اُن کی توہین و گستاخی عین عبادت ہے۔

چنانچہ خبر ملاحظہ ہو:

”خبر روزنامہ غریب لاکپور کی ۲۵ جولائی ۶۴ء کی اشاعت میں درج ہوئی

ہے جسے دیگر اخبارات نے بھی نقل کیا ہے اور اس پر رنج و افسوس کا اظہار کیا ہے۔ خدا شاہد ہے کہ یہ خبر نقل کرتے ہوئے بھی قلم رکتا ہے، مگر محض صورتِ حالات ظاہر کرنے کی خاطر یہ خبر درج کی جا رہی ہے۔

۲۰ جولائی کو بعد دوپہر تین اور پانچ کے درمیان چاہ نوالاں والہ داخلی موضع جانی جو بن تھانہ گڑھ مہاراجہ میں ایک شخص منور حسین ولد محمد نواز قوم قریشی نے اپنی حویلی سے جلوس نکالا۔ اس میں ایک پتلا تھا جس میں توڑی بھری ہوئی تھی۔ پتلے کے گلے میں جوتیوں کا ہار پہنایا گیا اور گتہ کی تختی بنا کر لٹکائی گئی، جس پر ”عمر بن الخطاب“ لکھا ہوا تھا۔ جلوس ڈھول کے ساتھ حویلی سے باہر آیا جسے متعدد افراد نے دیکھا۔ بعد میں یہ پتلا جلا دیا گیا۔

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کے دشمن کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبح کرایا ایک شخص حج کیلئے روانہ ہو رہا تھا کہ بادشاہ کے ایک ساتھی نے اُسے کہا کہ جب مدینہ طیبہ پہنچو تو حضور علیہ السلام کو عرض کرنا: میرے سلام قبول ہو اور کہنا کہ میری حاضری صرف اس لئے نہیں ہو رہی کہ آپ نے ابوبکر و عمر کو ساتھ سلایا ہوا ہے۔ وہ شخص جب مدینہ طیبہ پہنچا تو شرم کے بارے کچھ نہ کہا۔ ایک رات خواب میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے پیغام کیوں نہیں دیا۔ عرض کی مجھے شرم آتی ہے۔ آپ نے اس شخص کی طرف اشارہ کیا اور ایک اُستراعطا کر کے فرمایا: اسے ذبح کر دو۔ اُس نے ذبح کر دیا۔

جب وہ شخص واپس لوٹا تو اس کے متعلق سنا کہ وہ اچانک رات کو اُسترے

سے ذبح کیا گیا۔ میں نے اپنا خواب بتایا تو بادشاہ نے مجھے بلا کر کہا کہ کیا اُس اُسترا کو پہچان لو گے۔ میں نے کہا: کیوں نہیں۔ اُس نے چند اُسترے تھال میں ڈالے اور مجھے کہا وہی اُسترا اُٹھاؤ جس سے تم نے اُسے خواب میں ذبح کیا تھا۔ میں نے وہی اُسترا لایا۔ بادشاہ نے کہا: تم سچے ہو یہی اُسترا اُس کے بستر پر پڑا تھا۔ (اسالیب بدیعہ)

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کے دشمن کی گردن اڑالی گئی:

ایک مردِ صالح با ارادہ حج روانہ ہوا، جب وہ بغداد سے گزرا تو ایک زاہد کے پاس اُس نے اپنا کچھ مال امانت رکھا۔ زاہد نے اُس شخص سے کہا کہ جب تو مدینہ پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ فلاں ”زاہد“ نے آپ کو سلام عرض کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر آپ کے پہلو میں دونوں سونے والے (ابوبکر و عمر) نہ ہوتے تو میں ہر سال آپ کی زیارت کیا کرتا، جب وہ شخص مدینہ شریف پہنچا تو اُس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنا پیغام پہنچا، چنانچہ میں نے اپنا عرض کر دیا تو حضور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کہ اُس شخص کو (زاہد) کو حاضر کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُسے حاضر کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی گردن مار دو۔ چنانچہ آپ نے اُس کی گردن مار دی اور اُس کے تین قطرے اُڑ کر میرے کپڑے پر آ پڑے۔ میں گھبرا کر جاگ اُٹھا تو وہ نقطے میں نے اپنے کپڑے پر پائے۔ جب میں بغداد واپس آیا تو ایک جوان مجھے اُسی شخص (زاہد) کے مشابہ ملا، میں نے اُس سے اُس کا حال دریافت کیا تو وہ بولا کہ وہ میرا والد تھا۔ اپنے گھر میں سو رہا تھا کہ ہم سب

کے بیچ میں سے کوئی اُسے اڑالے گیا اور پھر اُس کا پتہ نہ لگا۔ میں نے اُس کو سارا ماجرا کہہ کر سنایا تو وہ رویا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عداوت سے تائب ہو گیا اور میرا مال اُس نے میرے حوالے کر دیا۔ (نزہۃ المجالس ص ۲۹۶)

دُشمنِ شیخین کو نبی علیہ السلام نے ذبح کرادیا:

حضرت رضوان اسمان فرماتے ہیں کہ میرا ایک ہمسایہ تھا، اُس کینے کی عادت بن گئی تھی کہ وہ روزانہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالی دیتا اور برا بھلا کہتا تھا۔ میں اُسے سمجھاتا لیکن نہیں مانتا تھا۔ ایک دن اُس کی اور میری لڑائی ہو گئی اور پھر وہ زور دار گالی دیتا رہا لیکن مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔ میں مغموم و مخزون ہو کر سو گیا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، میں نے عرض کی حضور میرا فلاں ہمسایہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالی دیتا ہے۔ آپ نے چھری لے کر اُس کی گردن اڑا دینے کا حکم دیا۔ میں نے پکڑ کر لٹا دیا اور ذبح کیا تو اُس کا خون میرے ہاتھ کو لگا، میں نے اُسے پونچھا! اس پر میں بیدار ہو گیا تو اُس کے گھر سے رونے کی آواز سنائی دی۔ میں نے جا کر اُسے دیکھا تو اُس کی گردن پر ایک لکیری کھینچی ہوئی تھی۔

(اسالیب بدیعہ ص ۴۲۰)

ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دُشمنوں پر لعنت:

ایک آدمی بدائن میں مر گیا۔ اُسے کپڑے سے ڈھانک دیا گیا۔ اس نے کپڑا ہلایا، اُس کے چہرے کو کھول کر دیکھا گیا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ یہاں چند لوگ مسجد

میں حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالی دے رہے ہیں لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ جو فرشتے میری روح قبض کرنے آئے وہ ان پر لعنت کرتے تھے۔ یہ کہہ کر مر گیا۔

(اخرجہ ابن ابی الدنیا، طی الفرائخ ص ۱۳۸)

حدیث شریف:

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت حسن مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ جو شخص دنیا سے اس حال میں رخصت ہوا کہ وہ میرے یاروں کو گالی دیتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس پر ایک ایسا جانور مسلط کرے گا جو اُس کے گوشت کترے گا۔ قیامت تک اسی کے درد میں مبتلا رہے گا۔ (اخرجہ ابن ابی الدنیا، طی الفرائخ ص ۳۳۶)

اُس کا خاتمہ خراب ہوا جس نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالی دی:

ابن عساکر نے عبدالرحمن محاربی سے روایت کی کہ ایک شخص پر نزع طاری تھی۔ اُسے کہا گیا: ”لا الہ الا اللہ“ کہو۔ اُس نے کہا: میں ان لوگوں کے ساتھ بیٹھتا تھا جو مجھے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالی دینا سکھاتے اور پھر ان کی سب کرات تھے۔ اس وجہ سے میں کلمہ نہیں کہہ سکتا۔ (طی الفرائخ ص ۱۰۲)

شیعہ بشکل خنزیر:

حضرت ابن عربی اپنی مشہور کتاب ”فتوحات مکیہ“ کے باب ۷۲ میں لکھتے ہیں کہ شافعی مذہب کے وہ ثقہ لوگ تھے جن پر عداوت صحابہ کا کسی کو گمان تک نہ تھا۔ وہ اُس کو بہت مخفی رکھتے تھے۔ وہ ایک بزرگ کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ وہ بزرگ

میرے دوست تھے۔ ایک دن میں اُن بزرگ کے پاس بیٹھا تھا اور اُس مجلس میں وہ دو آدمی بھی موجود تھے۔ میں نے ان کو دیکھ کر کہا کہ مجھے تمہاری باطنی شکل خنزیر کی نظر آتی ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مقام حاصل ہے کہ جس سے میں دشمن صحابہ کی باطنی شکل خنزیر کی صورت میں دیکھتا ہوں۔ اُنہوں نے فوراً توبہ کر لی۔ اس کے بعد مجھے ان کی شکل اصلی نظر آنے لگی۔ (فتوحات مکیہ باب مطبوعہ مصر)

ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دشمن کی آنکھیں باہر نکل آئیں:

ابن قیم اپنی کتاب ”کتاب الروح“ میں حضرت ابوالحسن مطہری خلیب مسجد نبوی سے نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ طیبہ میں ایک عجیب واقعہ دیکھا کہ ایک شخص مدینہ شریف میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ ہم ایک دن صبح کی نماز پڑھ کر بیٹھے تھے کہ وہ شخص ہمارے سامنے ظاہر ہوا جس کی دونوں آنکھیں باہر نکل کر اُس کے گالوں تک لٹک رہی تھیں۔ ہم نے اُس سے بڑے تعجب سے پوچھا کہ یہ تیری کیا حالت ہے؟ وہ کہنے لگا آج رات کو خواب میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے پاس حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم موجود ہیں۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے دیکھ کر کہا کہ یا رسول اللہ! یہی شخص ہے جو ہمیں ایذا اور گالیاں دیا کرتا ہے۔ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے کس نے کہا ہے جو تو ان کو گالیاں دیا کرتا ہے۔ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا۔ بس یہ سنتے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ میری طرف غصے سے لپکے اور اپنی دونوں انگلیوں سے میری

طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اگر تو نے جھوٹ بولا ہے تو خدا تعالیٰ تیری دونوں آنکھیں نکال ڈالے۔ بس یہ کہہ کر اپنی دونوں آنکھیوں کو میری آنکھوں میں چبھو دیا، جس سے میں بیدار ہو گیا اور یہ حالت ہو گئی جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ حضرت خطیب فرماتے ہیں بس وہ شخص رورو کر اس واقعہ کو لوگوں کو سناتا تھا اور اپنی توبہ کا اعلان کرتا تھا۔

(کتاب الروح مطبوعہ دکن ص ۲۳۲)

ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دشمن کا چہرہ سیاہ ہو گیا:

حضرت امام ابن ابی الدنیا حضرت امام محمد بن علی سے نقل فرماتے ہیں: انہوں نے فرمایا کہ ہم مکہ میں کعبہ شریف کے نزدیک بیٹھے تھے کہ ایک شخص ہمارے سامنے آیا، اُس کا آدھا چہرہ سیاہ تھا اور آدھا سفید۔ کہنے لگا کہ میری شکل دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ میں حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ کسی نے میرے منہ پر تھپڑ مارا اور کہا کہ او اللہ کے دشمن، او فاسق! تو ہی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیا کرتا ہے۔ پس جب میں بیدار ہوا تو یہ میری حالت ہو گئی جو آپ دیکھ رہے ہیں۔

(کتاب الروح لابن القیم ص ۲۳۲)

ایک رافضی خنزیر بن گیا:

حضرت امام شعرانی اپنی کتاب ”الممن الکبریٰ“ میں حضرت علامہ عبدالغفار قوسی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص حضرت ابو بکر

ﷺ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ اُس کی عورت اور اُس کا بیٹا اُس کو منع کیا کرتے تھے لیکن وہ اپنی اس شرارت سے باز نہ آتا تھا بلکہ انہیں بھی اس پر مجبور کرتا تھا۔ خدا کے غضب سے اُس کی صورت خنزیر کی صورت میں بدل گئی۔ اُس کے لڑکے نے اُس کے گلے میں زنجیر ڈال کر اُس کو اپنی دکان میں باندھ رکھا گیا۔ وہ خنزیر کی طرح چٹکھاڑتا تھا۔ ہمسایہ لوگ اُس کی آواز کو سنا کرتے تھے کئی دنوں کے بعد وہ مر گیا۔ اُس کے بیٹے نے اُس کو ایک گندے گڑھے میں پھینک دیا۔ علامہ شیخ محبت الدین طبری فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک شخص نے ذکر کیا تو میں نے اُس کے بیٹے سے ملا۔ اُس نے اپنے والد کا یہ حیرت انگیز واقعہ سنایا۔ اُس نے کہا کہ میرا والد مجھے بھی اس چیز پر مجبور کرتا تھا اور مارتا تھا لیکن میں نے اُس کا کہنا نہ مانا۔

(لطائف المؤمنین جلد ۲، ص ۸۰)

ابوبکر و عمر کے دشمن کی سزا:

عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ میں مدائن میں ایک شخص کے ہاں گیا، جس پر نزع طاری تھی، اُس کے پیٹ پر ایک اینٹ تھی۔ اُس کے پیٹ سے اینٹ گر پڑی، جب اُس نے پیٹ ہلایا وہ واویلا کرنے اور شور مچانے لگا۔ اُس کے ساتھی تو اُس سے متنفر ہو کر بھاگ گئے، میں بیٹھا رہا۔ جب سب چلے گئے میں نے اُس سے پوچھا: یہ کیا ماجرا ہے؟ اُس نے کہا کہ میں کوفہ کے مشائخ کی صحبت میں رہتا تھا اور وہ مجھے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالی دینا سکھاتے اور سب بکواتے۔ میں نے اُسے توبہ کی تلقین کی۔ اس نے کہا: اب کیا ہو سکتا ہے جبکہ مجھے جہنم دکھائی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ یہی تیرا

ٹھکانہ ہے۔ اس کے بعد نامعلوم اس کے ساتھ کیا ہوا، یعنی اسی حالت میں وہ مر گیا۔ (اخرجہ ابن ابی الدنیا، طی الفرائخ ص ۱۲۸)

ایک سی رافضی بندر بن گیا:

امام بیہقی اپنی کتاب ”دلائل النبوة“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک معتبر آدمی نے بیان کیا کہ ہم تین آدمی یمن کو جا رہے تھے اور ہمارے ساتھ ایک شخص کوفہ کا بھی تھا۔ وہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہتا تھا۔ ہم ہر چند اُسے منع کرتے تھے لیکن وہ باز نہ آتا تھا۔ جب ہم یمن کے نزدیک پہنچے، ایک جگہ اتر کر سو رہے، جب روانگی کا وقت آیا تو ہم سب نے اُتھ کر وضو کیا اور اُس کو فنی کو بھی جگا دیا۔ وہ اُٹھ کر کہنے لگا۔ افسوس کہ میں تم سے جدا ہو کر اسی منزل پر رہ جاؤں گا کیونکہ ابھی ابھی میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ اے فاسق! تو اس منزل پر مسخ ہو جائے گا۔ اسی اثناء میں اُس نے پاؤں اکٹھے کر لئے۔ ہم نے دیکھا کہ انگلیوں سے مسخ ہونا شروع ہوا اور اُس کے دونوں پاؤں بندر جیسے ہو گئے پھر گھٹنوں تک پھر کمر تک پھر منہ تک حالت مسخ پہنچ گئی اور حتیٰ کہ وہ بالکل ہی بندر کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ ہم نے اسے پکڑ کر اونٹ پر باندھ دیا اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔ غروب آفتاب کے وقت ہمارا گزرا ایک جنگل سے ہوا، وہاں دیکھا کہ چند بندر جمع ہیں۔ اُس نے جب ان بندروں کو دیکھا اپنی رسیاں توڑ کر ان سے جا ملا۔ اسی طرح کا واقعہ امام علامہ تلمسانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذکر کیا ہے لیکن اس واقعہ میں بندر کی بجائے خنزیر کا ذکر کیا ہے۔ (شواہد النبوة، سعادت الدارین للنہبانی ص ۱۵۳)

حضرات شیخین کے اجسام مبارکہ نکالنے کا مشہور واقعہ:

یہ ایک ایسا مشہور واقعہ ہے جس کو بڑے بڑے علماء اُمت نے نقل کیا ہے۔ علامہ امام قرطبی و علامہ مرجانی نے ”تاریخ مدینہ“ میں اور علامہ امام محبت الدین طبری نے اپنی کتاب ”ریاض النظرۃ“ میں اور علامہ سمودی اپنی مشہور کتاب ”تاریخ مدینہ“ عرف خلاصۃ الوفاء فی الاخبار دار المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت شمس الدین خادم روضہ نبوی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک جماعت نے حاکم مدینہ کو جو کہ ایک نیم مسلمان حاکم تھا۔ بہت سی دولت کا لالچ دے کر یہ بات منوائی کہ ہمیں روضہ نبوی سے حضرت ابو بکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی لاشیں نکالنے کی اجازت دی جائے۔ وہ لالچ میں آ کر یہ بات مان گیا تو انہوں نے چالیس آدمی اوزاروں کیساتھ بھیج دیئے۔ شیخ شمس الدین جو اُس وقت روضہ نبوی کا خادم تھا، اُن کو حاکم مدینہ نے بلا کر کہا کہ رات کو چالیس آدمی روضہ نبوی میں داخل ہوں گے، وہ جو کچھ کریں ان کو مت روکنا۔ شیخ نے اُس ظالم حاکم کی ہیبت کی وجہ سے دبی زبان سے کہا: جیسے آپ حکم دیں، حاضر ہوں، پھر آ کر مسجد نبوی میں روتا رہا اور دُعائیں مانگتا رہا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں نے عشاء کی نماز پڑھ لی تو یکایک چالیس آدمیوں کی جماعت اوزاروں سمیت مسجد نبوی میں داخل ہوئی۔ پس جب وہ روضہ کے قریب گئے تو اچانک زمین پھٹ گئی اور سارے کے سارے اوزاروں سمیت زمین میں غرق ہو گئے۔ صبح کو اُس بے دین حاکم نے خادم روضہ نبوی کو بلا کر پوچھا کہ رات کو جو اتنے آدمی مسجد نبوی میں آئے تھے، وہ کہاں ہیں؟ خادم نے کہا حضور! وہ سارے کے سارے غرق ہو گئے۔ اُس حاکم نے

آ کر اُس جگہ کو دیکھا جہاں زمین پھٹنے کا نشان تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ اس جگہ کو کھودا بھی گیا لیکن ان کا نشان تک نہ ملا۔ پھر علامہ محبت الدین طبری لکھتے ہیں کہ حاکم مدینہ کو کوڑھ کے مرض نے آگھیرا۔ جس سے اُس کا گوشت بدن سے گرتا تھا۔ حتیٰ کہ وہ بہت بری حالت میں مر گیا۔ یہ روایت مختلف الفاظ سے مروی تھی۔ میں نے مختصر طور پر سب کا خلاصہ جمع کر دیا ہے۔ (جواہر البحار، نزہۃ المجالس، جذب القلوب، وفاء الوفاء، لمنن الکبریٰ للشعرانی جلد ۲، ص ۸۱، کتاب سعادة الدارين ص ۱۵۵)

بغض صدیق کی وجہ سے خنزیر بن گیا:

حضرت علامہ امام ابن حجر مکی اپنی مشہور کتاب ”الزواجر“ میں علامہ کمال سے نقل کرتے ہیں۔ وہ حضرت شیخ المصالح عمر سے روایت کرتے ہیں کہ میں مدینہ شریف میں رہا کرتا تھا۔ عاشوراء کے موقع پر جہاں کچھ اعدائے صحابہ جمع ہو جایا کرتے تھے میں اُن کے پاس گیا۔ اُن سے کہا کہ مجھے محبت صدیق کے بدلے کچھ چیز عطا کرو، تو ان میں سے ایک آدمی نے جواب دیا: تھوڑی دیر یہاں بیٹھ جا، چیز مل جائے گی۔ جب وہ فارغ ہو گئے تو ایک آدمی مجھے اپنے گھر میں لے گیا، جب میں نے اُس کے گھر میں گیا تو اُس نے اندر سے دروازے بند کر دیئے اور مجھ پر دونو کر مقرر کر دیئے کہ اس کو خوب مارو تو انہوں نے مجھے باندھ کر خوب مارا اور میری زبان کاٹ کر مجھے دروازہ سے باہر نکال دیا اور کہا جس کی محبت کے بدلے چیز مانگتا تھا، اب ان سے اپنی زبان درست کرانا۔

وہ کہتے ہیں کہ میں تکلیف کی وجہ سے مسجد نبوی میں پہنچا اور روضہ مبارک

کے سامنے روتا رہا۔ حتیٰ کہ روتے روتے مجھے نیند آگئی۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ میری زبان درست ہوگئی ہے۔ جب میں جاگا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری زبان بالکل درست تھی۔

اس واقعہ سے میری محبت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پہلے سے زیادہ بڑھ گئی۔ جب دوسرا عاشورہ آیا تو میں پھر اُن کی مجلس میں گیا اور وہی بات کہی جو پچھلے سال کہی تھی۔ اُن میں سے ایک جوان نکلا، میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گیا اور میری بہت عزت کی اور کھانا کھلایا۔ پھر ایک مکان کا دروازہ کھول کر مجھے اندر لے گیا اور پھر وہ جوان رونے لگا۔ میں نے اندر دیکھا کہ ایک خنزیر بندھا ہوا ہے۔ میں نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے بڑی مشکل سے بتلایا اور قسم دلوائی کہ کسی کو یہ راز نہ بتلانا۔ پھر اُس نے کہا کہ پچھلے عاشورہ کو ایک سائل آیا تھا۔ اس نے محبت صدیق کے بدلے کوئی چیز مانگی تھی اور اُس نے وہ سارا واقعہ مارنے کا سنایا۔ اُس نے کہا: جب اُس کو نکال دیا تو جس وقت رات ہوئی ہم سو گئے۔ یکا یک ہم نے رات کو ایسی ہولناک چیخ سنی کہ سب ڈر کر اٹھ بیٹھے اور ہم نے دیکھا کہ یہ میرا والد خنزیر کی شکل میں مسخ ہو چکا ہے۔ ہم نے اُس کو مکان میں بند کر دیا اور لوگوں میں اُس کی موت کا اعلان کر دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں وہی ہوں جس کے بدلے یہ عذاب میں گرفتار ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میری زبان کو محبت صدیق کی برکت سے صحیح سالم کر دیا ہے۔ پس اُس جوان نے مجھے کچھ چیزیں دے کر رخصت کر دیا۔

(زواجِ لابن حجر مکی ص ۱۹۳ جلد ۲)

بغض صحابہ کی وجہ سے گلے میں سانپ کا چمٹ جانا:

حضرت امام ابن ابی الدنیا، ابواسحاق سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں ایک میت کے نہلانے کیلئے بلایا گیا۔ پس جب میں نے اس کے منہ سے کپڑا اٹھایا تو ناگہاں اس کے گلے میں ایک کالا سانپ چمٹا ہوا تھا۔ حاضرین نے ذکر کیا کہ یہ صحابہ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔

(کتاب الروح لابن القیم ص ۸۶، شرح الصدور للسیوطی ص ۲۶۸)

قبر میں خنزیر بن جانا:

حضرت علامہ ابن حجر مکی اپنی کتاب ”زواجر“ میں تاریخ حلب سے ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔ حلب میں ایک شخص ابن منیر جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیا کرتا تھا مر گیا۔ حلب کے چند نوجوان سیروسیاحت کیلئے نکلے۔ کسی نے کہا کہ یہ جو کہتے ہیں کہ جو شیخین کو گالیاں دیا کرتا ہے قبر میں اُس کی صورت خنزیر کی ہوتی ہے۔ آؤ آج ابن منیر کی قبر کھود کر تماشہ دیکھیں۔ پس سب جوان اس بات پر متفق ہو کر قبرستان میں گئے اور جا کر ابن منیر کی قبر کو کھودا۔ دیکھا تو قبر میں ایک خنزیر پڑا ہوا ہے جس کا رخ قبلہ سے پھرا ہوا ہے۔ پس انہوں نے اس خنزیر کو نکال کر باہر پھینک دیا تاکہ دوسرے لوگ مشاہدہ کریں، پھر انہوں نے اس کو مار کر قبر میں دفن کر دیا اور گھر چلے آئے۔ (کتاب الزواجر لابن حجر مکی ص ۱۹۳، جلد ۲)

اس حکایت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بہت سے دشمنان صحابہ کو قبروں میں

دیکھا گیا لیکن اُن کی صورت خنزیر کی نہ تھی۔ جواب یہ ہے کہ عالم برزخ کے حالات کا مشاہدہ ہم ان ظاہری آنکھوں سے نہیں کر سکتے۔ ہو سکتا ہے کہ ہر دشمن صحابہ قبر میں خنزیر کی صورت ہو لیکن ہم اُس کی صورت کو جو برزخی عذاب کی صورت ہے ادراک نہیں کر سکتے اور کبھی کبھی کسی برزخی عذاب کا اس دنیا میں نظر آ جانا بطور عبرت کے ہوتا ہے۔

بغض صحابہ سے قبر میں آنکھ نکل جانا:

امام ابن عساکر ایک شیخ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میرا ایک ہمسایہ مر گیا۔ اُس کو میں نے خواب میں دیکھا کہ اُس کی ایک آنکھ نہیں ہے۔ میں نے پوچھا کہ اے فلانے! تیری آنکھ کہاں گئی؟ اُس نے جواب دیا کہ میں نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کی تھی۔ اس وجہ سے اس عذاب میں گرفتار کیا گیا ہوں، جو تو میری حالت دیکھ رہا ہے۔ (شرح الصدور للسیوطی ص ۴۲۵)

بغض صحابہ سے نصرانیوں کے ساتھ:

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ابو بکر صیرفی سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص مر گیا جو حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیا کرتا تھا اور مذہب جمہیہ کو اچھا سمجھتا تھا۔ اُس کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ گویا وہ ننگا ہے اور اُس کے سر پر ایک سیاہ چپتھڑا ہے اور اُس کے ستر پر ایک دوسرا چپتھڑا ہے۔ اُس نے کہا تیرے ساتھ خدا تعالیٰ نے کیا کیا ہے۔ اس نے کہا مجھے بکر قیس اور عون بن اعر کے ساتھ کر دیا ہے اور یہ دونوں نصرانی تھے۔ (شرح الصدور للسیوطی ص ۴۲۴)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خوشی کا عذاب:

امام ابن عساکر اپنی تاریخ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جو آدمی اس حالت میں مرے گا جس کے دل میں رتی برابر بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خوشی ہو وہ ضرور دجال کی پیروی کرے گا۔ اگر اُس کا زمانہ نہ پایا تو قبر میں دجال پر ایمان لائے گا یعنی ایسی حالت میں مرے گا جیسے کوئی دجال پر ایمان رکھتا ہو۔ (شرح الصدور للسیوطی ص ۱۴۸)

بغض شیخین سے گلے میں طوق بن جانا:

حضرت علامہ تلمسانی اپنی کتاب ”مصباح الظلام“ میں علامہ ابو محمد عبد اللہ فقیہ حنبلی سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت مکہ شریف کو حج کیلئے روانہ ہوئی۔ ان میں ایک آدمی تھا جو نوافل نماز بہت پڑھتا تھا۔ وہ راستے میں فوت ہو گیا۔ اُس کے دفن کیلئے ان کے پاس کوئی کدال وغیرہ نہ تھا، جس سے اُس کی قبر کھود کر دفن کریں۔ انہوں نے اُس جنگل میں گھومنا شروع کیا۔ ایک بڑھیا عورت کی جھونپڑی دیکھی اور دیکھا اُس کی جھونپڑی میں لوہے کا ایک بڑا سا کدال پڑا ہے۔ انہوں نے اس سے طلب کیا۔ اُس نے کہا کہ تم حلفیہ عہد کرو کہ ہم اسے ضرور واپس کر دیں گے۔ انہوں نے واپس کرنے کا حلف اٹھایا اور اُس سے کدال لے کر آ گئے۔ پس اس کدال سے قبر کھودی اور اس کو دفن کر دیا۔ جب فارغ ہوئے تو دیکھا کہ

کدال غلطی سے قبر میں رہ گئی ہے۔ اور اس بڑھیا کا عہد بھی یاد آیا۔ کدال نکالنے کیلئے اس کی قبر کو کھودا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ کدال اس مردہ کی گردن میں طوق بنی ہوئی ہے اور ہاتھ بھی اُس میں بند ہیں۔ وہ حیران رہ گئے انہوں نے اسے ویسے ہی بند کر دیا اور اس واقعہ کو بڑھیا کے پاس جا کر بیان کیا۔ بڑھیا نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا اور کہا کہ یہ کدال میرے پاس تھی مجھے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس کدال کو محفوظ رکھنا۔ یہ ایک ایسے شخص کی قبر میں طوق بنے گی جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتا ہے۔

(سعادت الدارین للنہانی ص ۱۵۲)

بغض صحابہ سے قبر میں سانپ:

علامہ تلمسانی فرماتے ہیں کہ ایک بوڑھے شیخ نے بیان کیا کہ میں جامع حضرت عمرو بن عاص میں موجود تھا کہ ایک شورسنا، پتہ چلا کہ کسی نے ایک دشمن صحابہ کو مار ڈالا ہے۔ اُس کے قاتل کو گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ اس قاتل کو سزا دی گئی اور دشمن صحابہ کی لاش کے متعلق حکم دیا کہ جاؤ اُسے دفن کر دو۔ پس جب انہوں نے اس کیلئے قبر کھودی تو اُس میں ایک بڑا سانپ ظاہر ہوا۔ پھر انہوں نے دوسری جگہ قبر کھودی۔ وہاں بھی وہی سانپ ظاہر ہوا غرضیکہ جہاں قبر کھودتے وہی سانپ نکل آتا۔ آخر انہوں نے تنگ آ کر اسی سانپ کے ساتھ اُسے دفن کر دیا۔

(سعادت الدارین للنہانی ص ۱۵۳)

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دشمنوں کو کتے نے کاٹا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک شخص حاضر ہوا، اُس کی پنڈلیوں سے خون بہہ رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا معاملہ ہوا۔ اس نے عرض کیا کہ فلاں منافق کے کتے نے کاٹا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ تو وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسرا شخص آ گیا۔ اُس کی پنڈلیاں بھی خون آلود تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے بھی دریافت فرمایا تو وہ بھی کہنے لگا کہ فلاں منافق کے کتے نے کاٹ کھایا ہے۔ یہ سن کر آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ چلو اس کتے کو مار ڈالیں کہیں وہ باؤ لانا نہ ہو گیا ہو۔ تمام صحابہ تلواریں لے کر کتے کی طرف چل دیئے۔ صحابہ نے اس کو قتل کرنے کیلئے تلواریں سونت لیں تو کتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر گر پڑا اور فصیح عربی میں کہنے لگا:

”مجھے نہ مارو میں اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں“ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ”لیکن تم نے میرے دو صحابہ کو کیوں کاٹا ہے۔ کتا بولا

یا رسول اللہ! یہ دونوں شخص منافق ہیں، یہ آپ کے صحابہ نہیں ہو سکتے جو ابوبکر

صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو گالیاں بک رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مجھ سے نہ

رہا گیا اور میں نے انہیں کاٹا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو مخاطب فرما کر بولے:

”سنتے ہو کتا کیا کہہ رہا ہے؟ شرم سے ڈوب مرو جانور کے دل میں شیخین

کی محبت ہے اور تم انسان ہو کر ان سے بغض رکھتے ہو۔
یہ سنتے ہی دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر گر پڑے اور رو کر کہنے لگے:
”ہم اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں۔“ (جامع المعجزات)

فوائد:

- ۱۔ صاحب حیوة الحیوان لکھتے ہیں کہ کتے کا خاصہ ہے کہ وہ دنیا و دین کے معزز شخص کو نہیں کاٹتا لیکن
- ۲۔ دشمنانِ اسلام و اعدائے اولیاء کرام کو کاٹ کھاتا ہے
- ۳۔ کتے بھی صحابہ کی عزت کرتے ہیں۔
- ۴۔ صحابہ کے دشمن منافق ہیں۔
- ۵۔ بے زبان بھی آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان رکھتے اور اپنی غلامی اور عشق و محبت کا دم بھرتے اور ثبوت پیش کرتے ہیں۔
- ۶۔ معجزہ دیکھ کر قسمت اچھی ہو تو دولتِ ایمان نصیب ہوتی ہے ورنہ.....

ابو بکر و عمر کے دشمن کا حشر نصرانیوں کے ساتھ:

ابو بکر صیرفی نے کہا کہ ایک شخص مر گیا۔ اُس کا کام تھا کہ وہ زندگی میں حضرت ابو بکر و عمر کو گالی دیتا تھا۔ جب مر اُسے ننگا دیکھا گیا اور سر پر سیاہ پٹی باندھے ہوئے۔ اس سے پوچھا گیا تو جواب ملا کہ مجھے نصرانیوں کے ساتھ رکھا گیا۔

(طی المراسخ ص ۲۸۲)

شیخین کا دشمن یک چشم:

کسی بزرگ کا ہمسایہ جو صحابہ کے عیوب و نقائص کے درپے رہتا تھا۔ مرنے کے بعد اُسے خواب میں دیکھا گیا کہ وہ کانٹا ہے۔ پوچھنے پر کہا کہ سزا ملی ہے مجھ کو اس لئے کہ میں ابوبکر و عمر کے عیوب و نقائص بیان کرتا تھا۔ (طی الفرائح ص ۴۸۲)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دشمن ذلیل ہو کر مرا:

ابن کثیر لکھتا ہے کہ کسی نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے پاس حضرت ابوبکر و عمر اور حضرت عثمان و علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما یہ پانچوں صحابی بیٹھے ہوئے ہیں۔ اتنے میں ایک آدمی آ گیا جس کا نام راشد الکندی تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کہنے لگا: یا حضرت! میں کچھ نہیں کہتا بلکہ وہ تو معاویہ کم و بیش کہا کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: بربادی ہو تیرے لئے کیا یہ میرا صحابی نہیں ہے۔ یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی۔ اُسے پیچھے کی طرف سے مارو۔ حضرت امیر معاویہ نے اُسے مارا تو میری نیند کھل گئی جب صبح ہوئی تو میں نے سنا کہ رات کو وہ اچانک مر گیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸، ص ۱۳۹)

ایک عینی واقعہ:

حضرت علامہ پیر محمد قمر الدین سیالوی نے فرمایا کہ ہمارے علاقہ میں ایک عورت کو کوئی بیماری تھی۔ اسے کسی نے کہا کہ تو اصحاب ثلاثہ کو گالیاں دے تو تجھے آرام ہو جائے گا۔ بس جو نہی اس نے صحابہ کرام کی بدگوئی کی تو فوراً اُس کا چہرہ خنزیر سا ہو گیا۔

تا، نوزوہ زندہ ہے اور لوگ اُسے دیکھنے کیلئے دُور دُور سے آرہے ہیں۔
یہ واقعہ ۱۳۹۰ھ بموقعہ سنی کانفرنس لودھراں میں بیان فرمایا تھا۔

دوسرا واقعہ:

.. شاہ خانپوری (شیعہ) نے اپنے مزارع کو جو حج پر جا رہا تھا یہ پیغام دیا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ دینا کہ بارہا میرا ارادہ ہوتا ہے کہ آپ کے در اقدس کی حاضری دُوں۔ لیکن آپ نے اپنے پہلو میں ہمارے دو دشمن سلائے ہوئے ہیں اسی لئے حاضری سے محروم ہوں۔ جب وہ مزارع مدینہ طیبہ پہنچا تو اُسے شرم محسوس ہوئی کہ ایسا گندہ پیغام حضور علیہ السلام کو کیسے عرض کروں۔ ایک رات خود حضور علیہ السلام نے زیارت سے مشرف فرمایا اور ارشاد ہوا کہ پیغام کیوں نہیں پہنچایا۔ عرض کی حضور شرم آتی ہے۔ آپ نے فرمایا عبد اللہ شاہ کو کہنا کہ تجھے کیا معلوم کہ میرے یاروں کی شان کیا ہے۔ چونکہ تو اندھا ہے اس لئے بے خبر ہے۔ اس کا مزارع واپس آیا تو عبد اللہ شاہ نے پوچھا کہ کیا تو نے میرا پیغام پہنچایا تھا۔ کہا جی ہاں اُس نے کہا جو جواب ملا وہ بھی سن لے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اندھا ہے اس لئے میرے یاروں کی شان سے بے خبر ہے۔ جب یہ پیغام اُس کا مزارع سنا چکا تو فوراً عبد اللہ شاہ اندھا ہو گیا۔

نسبی ترجیح سے ایک عالم کو عذاب:

جو شخص کسی صحابی کی اولاد ہو اور اُس صحابی کو محض نسب اور ہوائے نفس کی وجہ

سے دوسرے اکابر صحابہ پر ترجیح دیتا ہو، اگرچہ اپنے آپ کو اہلسنت کہلاتا ہو وہ بھی غلط طریقے پر ہے۔ ایسے ایک بڑے عالم کا واقعہ درج کرتا ہوں کہ اُسے قبر میں اس عقیدہ کی وجہ سے کیا عذاب ملا۔

علامہ شعرانی حضرت علامہ قوصی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک عالم جو اکابر علماء میں سے تھا فوت ہو گیا۔ اُس کو میں نے خواب میں دیکھا اور اُس سے اسلام کے بارے میں پوچھا تو اُس کی زبان بند ہو گئی اور اُس کا چہرہ کونے کی طرح سیاہ تھا۔ میں نے اُس سے کہا کہ تو ایک بڑا عالم تھا اب یہ تیرا کیا حال ہے؟ کہنے لگا کہ میں ایسے عذاب میں اس لئے گرفتار ہوں کہ میں بعض کو بعض پر محض عصبیت اور ہوائے نفس کی وجہ سے ترجیح دیا کرتا تھا۔ (لطائف المنن الکبریٰ جلد ۲، ص ۹۸۱)

ف: سادات قوم کہلو کر شیعہ بن جانا ہمارے خیال میں غلط ہے۔ صحیح النسب سید کبھی بد مذہب نہیں ہو سکتا اگر کوئی اعلیٰ خاندان کا فرد ایسے ہوتا ہے تو نطفے کی خرابی سے جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ اسی لئے ہم سادات سے عرض کریں گے کہ اگر آپ حضرات نے نسبی پروگرام کو مد نظر رکھ کر سیدنا علی المرتضیٰ کو حضرات اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر فوقیت و افضلیت کا عقیدہ رکھا تو آپ حضرات کا یہی حال ہوگا۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاءُ الْمُبِينُ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے مخالف کی زندگی بیزار

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب حضرت سعد کو کوفہ کا حاکم بنایا تو حاسدان نے دربارِ فاروقی میں حضرت سعد کی بھوٹی شکایت کی۔ حضرت عمر نے تحقیق

حال کیلئے آدمی بھیجا۔ وہ کوفہ کی ایک ایک مسجد میں حضرت سعد کے متعلق پوچھتا رہا مگر کسی نے کوئی شکایت نہ کی۔ ایک مسجد میں ایک شخص نے جھوٹی گواہی دی کہ حضرت سعد ظالم ہیں، فیصلہ صحیح نہیں کرتے یہ سن کر حضرت سعد کو جوش آ گیا، آپ نے اس کیلئے فرمایا:

اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ كَاذِبًا فَاطْلُ عُمْرَةَ وَفَقْرَهُ وَعَرَضُهُ الْفِتْنِ

اے اللہ اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کی عمر اور فاقوں کو طویل فرما اور اسے فتنوں میں ڈال۔
ابن عمیر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ وہ شخص بوڑھا ہوا، اُن کی پلکیں لٹک آئیں اور فقر و فاقہ میں مبتلا ہوا، اس کی یہ حالت ہو گئی کہ چھو کر یوں کے ساتھ بازار میں چھیڑ چھاڑ کرتا پھرتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے سعد کی بددعا لگ گئی ہے۔

خارجی گھوڑے سے گر کر مرا:

ایک خارجی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دی، تو حضرت سعد نے بے اختیار ہو کر اُس کے خلاف بددعا کی۔ وہ شخص اسی وقت اپنے گھوڑے سے گرا، اُس کا دماغ پھٹا اور اسی وقت مر گیا۔

ف: یہ درحقیقت حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ اُن کیلئے فرمایا

اللَّهُمَّ اسْتَجِبْ سَعْدَ اے اللہ سعد کی ہر دعا قبول فرما۔ اب ان کا یہ حال تھا کہ ”يَدْعُوْا اِلَّا اسْتَجِبَ“۔ ان کی ہر دعا فوراً قبول ہوتی۔ یہاں تک کہ اخیر عمر میں دعا کرنی چھوڑی دی تھی۔ لوگ اُن سے بہت ڈرتے تھے کہ خدا کرے اُن کے منہ سے خیر کا کلمہ نکلے۔ افسوس ہے اس پارٹی پر جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ کی دعا رد ہو جاتی ہے۔

دُشْمَانِ اہْلِ بَیتِ کَرَامِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ:

فقیر اور ایسی غفلت نے اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب پر تو ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور اس رسالہ میں صرف ان حضرات کے دشمنوں کی بربادی و تباہی کے حالات مذکور ہیں، تفصیل اسی میں ہے۔ رسالہ کے مطالعہ سے پہلے چند امور بطور مقدمہ درج ہیں۔

اہل بیت سے کون مراد ہیں:

شیعہ کے نزدیک تو صرف حضرت علی، حضرت بی بی فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔ لیکن اہلسنت کے نزدیک صحیح ترین یہی ہے کہ ان حضرات کے علاوہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی اہل بیت ہیں۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

تو ہے عین نور تیرا سب گھرا نا نور کا

فضائل اہل بیت:

اُن کے اُن گنت فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی جانب سے انہیں بہشت کا ٹکٹ عطا ہوا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُ رَبِّي أَنْ لَا يَدْخُلَ النَّارَ
 أَحَدًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فَأَعْطَانِيهَا۔

(حدیث صحیح و لم یخرجاہ المستدرک ۱۵۰/۱۳ اشرف الموبد ص ۴۴)

اولادِ فاطمہ پر دوزخ حرام ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ سرورِ
 کائنات، فخرِ موجودات، احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے
 دن تمام لوگوں کے حسبِ نسب منقطع ہو جائیں گے لیکن ہمارا حسبِ نسب منقطع نہیں
 ہوگا۔ چنانچہ روایت صحیحہ میں آتا ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ سَبَبٍ وَ نَسَبٍ يُنْقَطُ
 يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا سَبِي وَ نَسَبِي۔

(المستدرک ۱۶۴/۳، خصائص الكبرى ۲۲۵/۲، جامع الصغير ۹۳/۲، اشرف

الموبد ص ۸، طبقات ابن سعد ۲۸۲/۸)

لَا يَوْمٍ مِنْ أَحَدِكُمْ مِثْلُ أَهْلِ بَيْتِي عَبْدًا حَتَّى أَكُونَ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ
 نَفْسِي وَ تَكُونَ عِزَّتِي أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ عِزَّتِي وَ أَهْلِي أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِي وَ ذَاتِي
 أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ ذَاتِي۔ (صواعق المحرقہ ص ۱۷۲، اشرف الموبد ص ۱۷۵)

ایک اور مقام پر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 ”خدا کی ننان کے دل میں اُس وقت تک ایمان داخل نہیں ہوتا جب

تک میرے قریبوں سے محبت نہ کرے۔

وَاللَّهُ لَا يَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ إِلَّا يُمَانُ حَتَّى يُحِبَّهُمُ اللَّهُ وَلَقَرَابَتَهُمْ
مِثْنِي۔ (صواعق المحرقة ص ۲۳۰)

اللہ تبارک و تعالیٰ سے محبت کرو اس لئے کہ وہ تمہیں نعمتیں عطا فرماتا ہے اور
ہم سے محبت کرو اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے اور ہماری اہل بیت سے محبت کرو ہماری
محبت کی وجہ سے۔

جنت حرام:

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میرے اہل بیت پر ظلم کرتا ہے اور
میری عزت کو ایذا دیتا ہے اس پر جنت کو حرام کر دیا گیا ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُرِّمَتِ الْجَنَّةُ عَلَى مَنْ ظَلَمَ أَهْلَ
بَيْتِي وَأَذَانِي فِي عِتْرَتِي۔ (کشاف ۴/۳۹۹)

رحمتِ خداوندی سے مایوس:

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ہماری آلِ پاک سے بغض کی
حالت میں مرے گا، جب وہ قیامت کے دن اٹھے گا تو اس کی آنکھوں کے درمیان
تحریر کر دیا جائیگا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کر دیا گیا ہے۔

أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَيْنَ عَيْنَيْهِ
أَنْسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ۔ (کشاف ۴/۳۹۹، روح البیان ۴/۴۰۷، کبیر ۷/۳۹۶،

ابن عربی ۲/۲۱۲، نزہۃ المجالس ۲/۲۲، اشرف الموبد ۱۵۲)

کفر کی موت:

حضرت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے اہل بیت سے بغض رکھ کر مرے گا وہ کافر ہو کر مرے گا۔

جنت کی خوشبو سے محرومی:

اور فرمایا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنے والا جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا۔

أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَىٰ بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ كَافِرًا وَمَنْ مَاتَ عَلَىٰ بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ لَمْ يَشُمَّ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ۔

(تفسیر کبیر ۳۹۰/۷، تفسیر روح البیان ۴۰۷/۴، باقی حوالے اوپر درج ہیں)

مسلمانوں کو چاہیے کہ خدا تعالیٰ سے دُعا کرتے رہیں کہ اہل بیتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا فرمائے اور اُن سے بغض رکھنے والوں کے سایہ سے بھی محفوظ رکھے۔ اہل بیتِ محمد سے بغض اور دشمنی کی سزا قطعی طور پر جہنم ہے اور یہ کسی دُنیاوی عدالت کا فیصلہ نہیں بلکہ اُن کی زُبانِ فیضِ ترجمان سے نکلے ہوئے جملے ہیں جن کا ہر ارشاد حکمِ خداوندی اور ناقابلِ ترمیم ہے۔ اب آپ سرکارِ دو عالم ہلیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبعوضانِ اہل بیت کیلئے چند ارشادات مزید ملاحظہ فرمائیں۔

بغضِ اہلِ بیتِ مصطفیٰ ہے:

ایک دفعہ تاجدارِ دو عالم امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی مکرمہ

جناب سیدہ فاطمہ الزہراءؑ کے شہزادوں کو گود میں لے کر فرمایا: جو ان سے محبت کرتا ہے وہ ہم سے محبت رکھتا ہے، جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ ہم سے بغض رکھتا ہے۔

من احبہما فقد احبنی و من ابغضہما فقد ابغضنی۔ (البدایہ و النہایہ جلد ۸ ص ۲۶۵، المستدرک ج ۳ ص ۱۶۶ اود دیگر کتب احادیث متفق علیہ)

شیطان کے ساتھی:

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہلبیت سے اختلاف رکھنے والوں کو فرماتے ہیں کہ وہ شیطان کے ساتھی ہیں۔ چنانچہ کتب احادیث میں آتا ہے کہ میری آل پاک میری امت کے لئے امان ہے اور تمہیں اختلاف سے بچانی ہے، جو قبیلہ بھی ان سے مخالفت کریگا وہ شیطان کی جماعت ہے۔

وَأَهْلُ الْبَيْتِ أَمَانٌ لِّأُمَّتِي مِمَّنِ الْإِخْتِلَافِ فَإِنَّا خَالَفْتَهَا قَبِيلَةٌ اِخْتَلَفُوا فَصَارُوا
أَحْزَابَ إِبْلِيسَ۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۲۶، اشرف الموبد ۱۲۵، صواعق محرقہ ص ۱۵۳)

ہلاکت ”غرقابی“ جہنم:

ایک مقام پر تاجدار دو عالم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری آل کی مثال کشتی نوح کی ہے، جو اس پر سوار ہو گیا اس نے نجات حاصل کر لی، اور جس نے ان کی مخالفت کی وہ خود ہی ہلاک ہو گیا۔

دوسری جگہ فرمایا: میرے اہلبیت کی مثال سفینہ نوح علیہ السلام کی ہے، جو سفینہ پر سوار ہو گیا اس نے نجات حاصل کر لی اور جس نے ان کی مخالفت کی وہ غرق ہو گیا۔

.. اسی طرح تاجدار مدینہ کا ایک اور ارشاد ہے کہ میری آل پاک کی مثال کشتی

نوح علیہ السلام کی طرح ہے، جس نے سفینہ کی سواری پر اتفاق کر لیا اسے امان مل گئی اور جس نے مخالفت کی وہ جہنم کا ایندھن بن گیا۔

مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي فِيكُمْ كَسَفِينَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي فِيكُمْ كَسَفِينَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غُرِقَ۔
مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي فِيكُمْ كَسَفِينَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا زَجَّ فِي النَّارِ۔ (صواعق محرقہ ص ۱۵۳، اشرف الموبد ص ۱۵۲)

اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ سفینہ نوح علیہ السلام پر سوار نہ ہونے والے قطعی طور پر کافر تھے، اور وہ حضرت نوح علیہ السلام سے مخالفت کر کے صرف ہلاک ہی نہیں ہوئے بلکہ کفر کی موت مرے ہیں۔ اسی لئے تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سفینہ نوح علیہ السلام کی مثال دیکر ارشاد فرمایا کہ جنہوں نے ہماری اہلبیت سے اتفاق کیا، ان سے تعلق و مودت و محبت قائم رکھا وہ ہر طوفان سے نجات پا کر جنتی ہو گئے، اور جنہوں نے ہماری اہل بیت کی مخالفت کی وہ ہلاک ہو کر جہنم رسید ہو گئے۔

دعا ہے کہ خدا تعالیٰ مسلمانوں کو..... مرتد اور بے ایمان ہونے سے بچائے کیونکہ بغضِ اہلبیت قطعی طور پر ارتداد اور کفرِ صریح ہے۔

اب سرکارِ دو عالم علیہ تحیۃ و الثنا کی طاہرہ بیٹی سیدہ فاطمہ الزہرا بتول رضی اللہ عنہا اور ان کی اولادِ پاک سے بغض رکھنے والوں کے متعلق چند وعیدیں مزید ملاحظہ فرمائیں۔

یہ گالی نہیں، حقیقت ہے:

تاجدارِ دو عالم، فخرِ موجودات، سرور کائنات، حضورِ رحمۃ العالمین حضرت محمد

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ سے بڑھ کر کس کا اخلاق ہو سکتا ہے۔ آپ مجسمہ اخلاق بھی ہیں اور صاحبِ خلقِ عظیم بھی۔ آپ کے خلقِ عظیم کی مثال قرآنِ عظیم سے دی گئی ہے، بلکہ آپ کے خلق کو ہی قرآن کا نام دیا گیا ہے۔

بلاشبہ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو گالی نہیں دی، مگر وہ بات جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمائی ہو، اور اللہ تعالیٰ کی شان کے ہرگز لائق نہیں کہ کسی کو گالی دے مگر وہ بات جو حقیقت پر مبنی ہو۔ اللہ جل شانہ نے قرآن مجید میں کفار کے متعلق ان کی بدکرداری اور بدافعالی کے پیش نظر فرمایا ہے کہ یہ حرامزادے ہیں۔ آیت کا جملہ ذالک زَنِيمٌ ہے۔ (سورہ القلم، پ ۲۹ آیت نمبر ۱۳)

قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے کفار و مشرکین کو یہ خطاب دیا ہے اور محبوبِ خدا، صاحبِ قرآن، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی خطاب دشمنانِ اہل بیت کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ چنانچہ درج ذیل روایت میں بتایا گیا ہے کہ جو انصار اور آل محمد کے حقوق کو نہیں پہچانتا، وہ ان تینوں میں سے ایک ضرور ہے۔ یا تو وہ منافق ہے، یا حرامزادہ ہے، یا ولدِ الحیض ہے۔

شقی، منافق، حرامزادہ، ولدِ الحیض:

وَأَخْرَجَ ابْنُ عَدِيٍّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شَعْبِ الْإِيمَانِ عَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَعْرِفْ عِتْرَتِي وَالْأَنْصَارِ
فَهُوَ لَا حَدُّ لَهَا إِمَّا مُنَافِقٌ وَإِمَّا الْمَزِينَةُ وَإِمَّا لَغِيْرُ طُهْرٍ (يَعْنِي حَمَلَتَهُ أُمُّهُ عَلَى غَيْرِ
طُهْرٍ)۔ (اشرف المويدي ص ۱۵۰)

”حضور امام الانبياء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں رکھے گا محبت ہماری آل سے مگر مومن متقی، اور نہیں رکھے گا بغض ہماری آل سے مگر منافق و شقی۔
لَا يُحِبُّنَا أَهْلَ الْبَيْتِ إِلَّا مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ وَلَا يُبْغِضُنَا إِلَّا مُنَافِقٌ وَشَقِيٌّ۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا تاج الانبياء صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہماری اہل بیت سے جو بغض رکھتا ہے وہ منافق ہے۔

مَنْ أَبْغَضَ أَهْلَ الْبَيْتِ فَهُوَ مُنَافِقٌ۔ (اشرف المویذ ص ۱۵۵)

یہودیوں کا ساتھی:

تاجدار انبیاء، سلطان مدینہ، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو لوگ ہماری اہل بیت سے بغض اور دشمنی رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کا حشر نثر یہودیوں کے ساتھ فرمائے گا۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ أَبْغَضَا أَهْلَ الْبَيْتِ حَشَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَهُودِيًّا۔ (اشرف المویذ ص ۱۹۱)

قہر خداوندی:

تاجدار دود عالم، سرکار مدینہ، حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میری عزت اور اہلبیت کو ستائے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کا شدید غضب نازل ہوگا اور قہر الہی ٹوٹے گا۔

إِشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَيَّ مَنْ أَذَابَنِي فِي عِدَّتِي۔

(اسعاف الراغبین ص ۱۴۲، نور الابصار ص ۱۱۲، صواعق محرقہ ص ۱۷)

تم کو مشردہ نارکا، اے دشمنان اہلبیت:

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری بیٹی کے بیٹے، میرے بیٹے ہیں، جو ان سے محبت کرتا ہے وہ ہم سے محبت کرتا ہے، اور جو ہم سے محبت کرتا ہے وہ خدا سے محبت کرتا ہے، اور جو خدا سے محبت کرتا ہے وہ بہشت میں ضرور داخل ہوگا۔ اور جو ان سے دشمنی رکھتا ہے وہ ہمارا دشمن ہے، جو ہمارا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ہے، اور جو خدا کا دشمن ہے وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ ابْنَايَ مَنْ أَحَبَّهُمَا أَحَبَّنِي وَمَنْ أَحَبَّنِي أَحَبَّهُ اللَّهُ وَمَنْ أَحَبَّهُ أَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا أَبْغَضَنِي وَمَنْ أَبْغَضَنِي أَبْغَضَهُ اللَّهُ وَمَنْ أَبْغَضَهُ أَدْخَلَهُ النَّارَ“۔ (الاستیاب ج ۱ ص ۸۳۰، البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۲۰۵، فیض القدر ج ۲ ص ۱۹، صواعق محرقة ص ۱۵۵)

سرتاج الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد پاک سے دشمنی رکھنے والوں کے لئے شدید ترین سزائیں خالق کائنات نے مقرر کر رکھی ہیں۔ ان کا اجمالی خاکہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اور اگر تفصیل کے ساتھ ان سزاؤں کی نشاندہی کی جائے تو ایک مستقل کتاب بن سکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جناب سیدہ طاہرہ رضی اللہ عنہا اور آپ کی اولاد مقدس سے بغض اور دشمنی رکھنے والے، خواہ وہ خارجی ہوں یا ناصبی، بحکم خدا اور رسول دائرہ اسلام سے خارج اور کفار کا بدترین ٹولہ ہیں، بلکہ قطعی طور پر جہنمی اور ناقابلِ مغفرت ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو خارجیت اور ناصبیت سے محفوظ رکھے۔

لڑائی مصطفیٰ سے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص ہماری بیٹی فاطمہ اور اس کے شوہر اور اس کے بیٹوں کے ساتھ جنگ کرتا ہے اس کے ساتھ ہماری جنگ ہے، اور جو ان سے صلح رکھتا ہے اس سے ہماری صلح ہے۔

”قال لعلی و فاطمة والحسن والحسين انا حرب من حاربهم و

سلم لمن سالمهم“۔ (متفق علیہ)

کعبے کا نمازی دوزخ میں:

کتب احادیث میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص بیت الحرام میں رکن اور مقام کے مابین نماز پڑھتا اور روزہ بھی رکھتا ہو، اس کے دل میں اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض ہو تو وہ سیدھا جہنم میں جائیگا۔

ان رجلا قام بين الركن والمقام فصلى و صام وهو مبغض اهل

بیت محمد دخل النار۔

(المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۲۹، نیا بیع المودۃ ص ۳۷۰، صواعق محرقة ص ۱۷۴)

حاسدین اہلبیت کا منہ کالا:

روایات میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے تاجدار

انبیاء سرکارِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایتاً عرض کیا،

یا رسول اللہ! لوگ میرے ساتھ حسد کرتے ہیں۔

”ماروی عن علی رضی اللہ عنہ شکوت الی رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم حسد الناس لی۔ (کشاف)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شکایت کے جواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی تم اس پر خوش نہیں کہ تم چاروں کے چوتھے ہو

”فقال اما ترضی ان تكون رابع اربعة“۔ (کشاف)

پھر فرمایا کہ سب سے پہلے ہم اور تم اور حسن اور حسین اور ہماری عورتیں جنت میں داخل ہوں گی اور پھر ہماری ذریت اور ان کی بیویاں۔

”یدخل الجنة انا و انت والحسن والحسين وازواجنا عن ايماننا و شماننا و ذریتنا خلف ازواجنا“۔

(تفسیر کشاف ج چہارم ص ۳۹۹)

مندرجہ بالا واقعہ میں تو حیدر کرار اور اہلبیتؑ کے حاسدین کا اصطلاحاً منہ بند ہوتا ہے، اب آپ ایک ایسی روایت ملاحظہ فرمائیں جس میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب یہ لوگ قیامت کو اٹھائے جائیں گے تو ان کے منہ کالے ہوں گے۔

”ورد علی یوم القيامة مسودا و جہہ“۔ (صواعق محرقة ص ۱۸۶)

معتبر کتب احادیث و سیر میں آتا ہے کہ دشمنانِ اہلبیت لعنتی بھی ہیں اور جہنمی بھی، مردود بارگاہِ خداوندی بھی ہیں مرتد بھی، اور ہمہ وقت غضبِ الہی کے گھیرے میں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ بجائے توبہ کی طرف مائل ہونے کے گستاخی کرتے چلے جاتے ہیں اور اپنے لئے آگ ہی آگ تیار کرتے جاتے ہیں۔

ازالہ وہم:

سادات کریم کی جو تعظیم و تکریم کتب احادیث سے ظاہر ہے، وہ بیان سے باہر اور گمان سے بالا ہے۔ قلم کی ہرگز طاقت نہیں کہ اولادِ فاطمہ کے فضائل و اکرام کا احاطہ و حصر کر سکے۔ جناب سیدہ اور آپ کی اولادِ طاہرہ سے محبت کی جزا اور دشمنی کی سزا کے متعلق چند روایات بیان کرنے کے بعد ہم قارئین کی خدمت میں التماس کریں گے کہ جو شخص بھی اہلبیت رسول کا فرد ہونے کا دعوے دار ہے، آپ اس کی اولادِ مصطفیٰ ہی سمجھ کر تکریم و تعظیم کیا کریں اور ہرگز اس ٹوہ میں نہ جائیں کہ ممکن ہے یہ سید نہ ہو۔ ہم اشرف المویذ و دیگر کتب سے واقعات عرض کریں گے۔ ایک یہ بھی ہے۔

سیدزادی کی کہانی:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولادِ پاک سے ایک شہزادی فقر کی حالت میں ایک کسی مسلمان کے پاس کسی ضرورت کے پیش نظر تشریف لے گئیں اور اسے بتایا کہ میں سیدزادی ہوں اس لئے میری مدد کرو۔ تو اس شخص نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ مجھے کیا معلوم تم سیدزادی ہو یا نہیں۔

وہ سیدزادی پریشانی کے عالم میں واپس آ گئیں اور ایک یہودی سے اپنی حاجت بیان فرمائی۔ یہودی نے ایک برقعہ پوش اور خاندانِ سادات کی خاتون سمجھ کر ان کی نہایت تعظیم و تکریم سے ضرورت پوری کر دی۔ رات کو اس مسلمان اور یہودی نے خواب میں دیکھا کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے اس مسلمان کو جنت میں داخل ہونے سے یہ فرما کر منع کر دیا کہ جب تمہیں ہماری بیٹی کے سیدہ ہونے پر شک تھا تو

ہم تمہارے مسلمان ہونے پر کیسے یقین کر لیں، اور اس یہودی کو عزت سے جنت میں داخل ہونے دیا۔ یہودی نے جب یہ خواب دیکھا تو صبح بیدار ہوتے ہی مسلمان ہو گیا۔

تبدیلی نسب کی سزا:

اگر کوئی اپنا نسب تبدیل کرتا ہے تو اس کا ذمہ دار وہ خود ہے۔ نسب بدلنے والوں کے متعلق سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ وہ ملعون و مردود ہیں، اور ان پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور تمام لوگ لعنت کرتے ہیں، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

”عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم من نسب الی غیر ابیہ فعلیہ لعنة اللہ والملائكة والناس

اجمعین“۔ (بخاری، صواعق محرقة ص ۱۸۶)

فضائل و مناقب:

چونکہ ہم نے اس رسالہ میں اختصار کو سامنے رکھا ہے اسی لئے فضائل و مناقب بھی مختصراً عرض کئے جائیں گے۔ اور چونکہ اس باب میں صرف آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں کا ذکر ہوگا اور وہ بھی زیادہ تر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا، اسی لئے چند فضیلتیں آپ کے والد مکرم اور آپ کی والدہ کریمہ اور آپ کے بھائی جان کے بعد آپ کی فضیلتوں کا بیان لکھ کر واقعات کو ذکر کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ جامع حدیث سنئے۔

”قالت عائشة خرج النبي صلی اللہ علیہ وسلم غداوة و علیہ مرة

مرجل من شعر اسود فجاء الحسن والحسين فادخلهما معه ثم جاءت فاطمة

فادخلها معه ثم جاء علي فادخله معهم ثم قال (إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ

الرَّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا)۔ (ابن جریر ج ۲۲ ص ۱۳۲، مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۲، ج ۶ ص ۳۲۲، ج ۳ ص ۱۰۷، درمنثور ج ۵ ص ۱۹۹)

”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلوع صبح کے وقت سیاہ بالوں کا اونی کبل اوڑھے ہوئے نکلے۔ پس حضرت حسن و حسین آئے تو اس میں داخل ہو گئے۔ پھر حضرت فاطمہ آئیں اور اس میں داخل ہو گئیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو وہ بھی اس میں داخل ہو گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ”إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا“۔ (پ ۲۲ سورہ الاحزاب آیت نمبر ۳۳)

انتباہ: بعض بے خبر اہلسنت اور جملہ اہل تشیع اسی مضمون کو پڑھ کر سمجھتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم حضرت علی المرتضیٰ و حسین کریمین سے فضیلت سے کم ہیں، یا ازواج مطہرات سرے سے ہی اہل بیت نہیں (معاذ اللہ) دونوں خیال غلط ہیں۔

ازواج مطہرات اہلبیت ہیں اور اصحاب ثلاثہ کے فضائل و مناقب اپنے مقام پر حق ہیں جنہیں ہم نے اپنی تفسیر میں تفصیل سے عرض کر دیا ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا تعارف اور ان کے فضائل:

آپ ہجرت کے چوتھے سال ۵ شعبان کو مدینہ طیبہ میں رونق افروز عالم ہوئے اور ۱۰ محرم ۶۱ھ میں بعمر ۵۵ سال شہید ہوئے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی تحسین فرمائی، یعنی کھجور چبا کر اس کا رس ان کے منہ میں ڈالا، اور کان میں اذان دی اور ان کے لئے دعا فرمائی اور حسین نام رکھا۔ ساتویں روز عقیقہ کیا۔ آپ بچپن

ہی سے شجاع و دلیر تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارہ میں فرمایا۔
فضائل:

احادیث میں ہے کہ جب ام الفضل نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں خواب عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے بڑا سخت خواب دیکھا ہے، اور وہ یہ ہے کہ آپ کے گوشت کا ٹکڑا کٹ کر میری جھولی میں آ گیا ہے، تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چچی جان! یہ تو نہایت ہی اچھا خواب ہے، اور اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ میری بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرزند عطا فرمائے گا۔ اور پھر جب امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت ام الفضل آپ کو گود میں اٹھا کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میری بیٹی کا یہ بیٹا کربلا کے پتے ہوئے صحرا میں بے گناہ شہید کر دیا جائے گا۔

یہ فرحت و ملال اور رنج و راحت میں ملی ہوئی خبر جب جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پہنچی تو آپ کو انتہائی صدمہ ہوا۔ آپ نے دربار رسالت میں عرض کی ابا جان! ہم اس وقت کہاں ہوں گے؟ تو حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹی اس لق و دق صحرا اور آگ برساتے ہوئے چٹیل میدان میں جب میرا حسین امتحان دے رہا ہوگا تو ہم میں سے کوئی بھی اس حیات ظاہری میں وہاں موجود نہیں ہوگا۔ پھر جب امام حسین رضی اللہ عنہ اس دنیا میں تشریف لائے تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی جناب سیدہ طاہرہ کے ساتھ ملکر آنسو بہاتے رہے۔

منبر چھوڑ دیا:

تمام تر معتبر کتب احادیث میں یہ واقعہ موجود ہے کہ ایک روز شہزادگان بتول سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین علیہم السلام کو جناب سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے سرخ قمیصیں پہنا کر نانا جان کے حضور میں بھیجا۔ سیدہ بتول کے ننھے شہزادے جب حجرہ بتول سے منبر رسول کی طرف آئے تو مسجد نبوی کا فرش ہموار نہ ہونے کی وجہ سے آپ بار بار گر جاتے۔ حضور رحمۃ اللعالمین، امام الانبیاء، تاجدار مدینہ، سرور کائنات، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی صاحبزادی مکرّمہ، مخدومہ کائنات، سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے صاحبزادوں کو یوں گرتے دیکھا تو آپ خطبہ کو منقطع فرماتے ہوئے منبر کو چھوڑ کر آئے اور دونوں صاحبزادوں کو گود میں لے لیا۔

حدیث مبارک: ”حسین منی وانا من حسین اللهم احب من

احب حسینا“۔ اخرجه الحاكم في المستدرک (اسعاف)

”حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے۔ یا اللہ! جو حسین کو محبوب رکھے تو

اسے محبوب رکھ“۔

حدیث پاک: ابن حبان، ابن سعد، ابو یعلیٰ، ابن عساکر آئمہ حدیث نے حضرت

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:

”من سره ان ينظر الى رجل من اهل الجنة وفي لفظ شباب اهل

الجنة فلينظر الى حسين بن علي“

”جو چاہے کہ اہل جنت میں سے کسی کو دیکھے یا یہ فرمایا کہ جو ان اہل جنت کے سردار کو دیکھے، وہ حسین ابن علی کو دیکھے۔“

(اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفیٰ و اہل بیتہ الطاہرین)

حدیث مبارک: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے، فرمایا وہ شوخ لڑکا کہاں ہے یعنی حسین رضی اللہ عنہ..... حسین رضی اللہ عنہ آئے اور آپ کی گود میں گر پڑے اور آپ کی داڑھی میں انگلیاں ڈالنے لگے۔ آپ نے حسین رضی اللہ عنہ کے منہ پر بوسہ دیا اور فرمایا: یا اللہ! میں حسین سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور اس شخص سے بھی جو حسین سے محبت کرے۔

حدیث مبارک: ایک روز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ دیکھا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سامنے سے آرہے ہیں۔ ان کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ شخص اس زمانہ میں اہل آسمان کے نزدیک سارے اہل زمین سے زیادہ محبوب ہیں۔

حدیث مبارک: حضرت حسین رضی اللہ عنہ نہایت سخی اور لوگوں کی امداد میں اپنی جان و مال پیش کرنے والے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کے لئے کسی کی حاجت پوری کرنا میں اپنے ایک مہینہ کے اکتیان سے بہتر سمجھتا ہوں۔

اپنا بیٹا یا بیٹی کا بیٹا:

یوں تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جناب حسین کریمین کو بھی اپنے بیٹے فرمایا کرتے تھے، تاہم ایک روز حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حقیقی بیٹے سیدنا ابراہیم

رضی اللہ عنہ کو جن کی عمر اس وقت تقریباً سولہ ماہ تھی دائیں زانو پر اور جناب حسین علیہ السلام کو بائیں زانو پر بٹھا کر دونوں سے پیار کر رہے تھے کہ حضرت جبریل امین نے حاضر دربار ہو کر خداوند قدوس کا سلام و پیام پہنچا کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ ان دونوں میں سے ایک کو آپ کے پاس رہنے دے گا، مگر اس بات کا آپ کو اختیار ہے کہ آپ جسے چاہیں اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دیں۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ اگر میں اپنے حقیقی بیٹے حضرت ابراہیم کو موت کے حوالہ کرتا ہوں تو اس کا صدمہ صرف میری جان کو ہوگا اور اگر حسین کو موت کے حوالہ کرتا ہوں تو اس کا صدمہ مجھے بھی ہوگا اور میری بیٹی فاطمہؑ کو بھی..... اور مجھ کو دوہری مصیبت اٹھانا پڑے گی۔

پھر آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو فرمایا کہ میں ابراہیم کو حسین پر نثار کرتا ہوں۔ چنانچہ چند روز بعد صاحبزادہ مصطفیٰ سیدنا ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی دایہ کے گھر حضور کے ہاتھوں میں وصال فرما گئے اور آپ اپنے بیٹے کے لئے دیر تک آنسو بہاتے رہے۔ کتابوں میں آتا ہے کہ حضور سرور کائنات امام حسین کو آغوش میں لیکر اکثر فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرا وہ نواسہ ہے جس پر میں نے اپنے بیٹے کو قربان کر دیا۔ (شواہد النبوة ص ۳۰۵)

واقعات سے پہلے

ہم اہلسنت کہتے ہیں کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت حق کو بلند کرنے کے لئے تھی لیکن ہمارے بالمقابل خارجی (جنہیں اب وہابی، دیوبندی اور مودودی کہا جاتا ہے) کہتے ہیں کہ امام حسین اقتدار کے حصول کے لئے اور کرسی کے

لئے لڑتے تھے اور ان کا بالمقابل یزید امام برحق تھا۔ اسی لئے آپ باغی ہو کر
مرے۔ (معاذ اللہ)

اس موضوع پر بڑی ضخیم کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان کے استاد اور شیخ حسین علی
واں پھر انوی ضلع میانوالی (پنجاب) نے ”بلغۃ الحیران“ میں لکھا
کور کورا نہ مرو در کربلا
تانیفتی چوں حسین اندر بلا

ترجمہ: اندھا ہو کر کربلا میں مت جاتا کہ حسین کی طرح بلا و مصیبت میں نہ پھنس
جائے۔

اسی لئے ہم کہتے ہیں ایسے عقیدہ والوں کا انجام اسی طرح ہوگا جیسے کہ تفضیلی کا،
لیکن پھر بھی اجمالی حالات آنے والے اوراق میں پڑھیں گے۔

شہدائے کربلا کے گستاخوں کا انجام:

ظالموں کی فوج میں جو سپاہیہ رنگ کی گھاس رکھی ہوئی تھی وہ راکھ ہو گئی۔ ان
ظالموں نے اپنے لشکر میں ایک اونٹنی ذبح کی تو اس کے گوشت میں آگ کی چنگاریاں
نکلنے دیکھیں۔ اور جب اس کا گوشت پکایا تو وہ اندرائن کی طرح کڑوا زہر ہو گیا۔ ایک
شخص نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے گستاخ باتیں کیں تو خدائے جبار و قہار نے اس
پر دو آسمانی ستارے پھینکے جن سے اس کی قوت بصارت جاتی رہی۔

اور ان ایام کی اسی حالت سے متعلق حضرت ابو نعیم نے کتاب ”دلائل“ میں
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر

جنات کو روتے اور نوحہ کرتے سنا۔ (کذافی تاریخ الخلفاء للسیوطی)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد:

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خبیث یزید کے لئے عیش و عشرت کے دروازے کھل گئے۔ زنا، حرام کاری اور شراب نوشی عام ہو گئی اور وہ اپنی طغیانی اور سرکشی میں اس قدر بڑھا کہ اس نے مسلم بن عقبہ کو بارہ ہزار افراد کا لشکر دے کر مدینہ طیبہ کی بربادی کے لئے بھیجا۔ ۶۳ھ میں اس لشکر نے مدینہ شریف میں آ کر وہ طوفان بدتمیزی برپا کیا کہ اس نامراد لشکر نے سات سو جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کو شہید کیا اور ان کے ساتھ مزید دس ہزار عوام کو تہ تیغ کیا۔ بے شمار لڑکیوں اور عورتوں کو قید کر لیا اور دیگر افراد کے گھروں کے ساتھ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا گھر لوٹ لیا۔ مسجد نبوی کے ستونوں سے گھوڑے باندھے اور اس مقدس سرزمین کو گھوڑوں کی لید اور پیشاب سے ناپاک اور پلید کیا، جس کی وجہ سے مسلمان تین روز تک اس مسجد میں نماز ادا نہ کر سکے۔ غرضیکہ اس یزیدی لشکر نے وہاں پر ایسی ایسی حرکتیں کیں کہ الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتیں۔

جو وہاں نہ ہونا تھا سب کچھ ہی ہو گیا

بیدار فتنہ ہو گیا، ایمان سو گیا

حضرت عبداللہ بن حنظلہ کا بیان ہے کہ مدینہ شریف میں یزیدی لشکر نے اس قدر بری اور ناشائستہ حرکات کیں کہ ہمیں خوف ہو گیا کہ کہیں اسکی بدکاری کی وجہ سے آسمان سے پتھر نہ برسے لگیں۔ اس کے بعد یہ لشکر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا اور وہاں بھی یزیدیوں

نے بہت سے صحابہ کرام کو شہید کیا۔ خانہ کعبہ پر سنگ باری کی، جس سے جائے طواف پتھروں سے بھر گئی اور مسجد حرام کے کئی ستون ٹوٹ کر گر پڑے۔ ان ظالموں نے کعبہ شریف کے غلاف اور چھت تک کو جلا دیا جسکی وجہ سے مکہ معظمہ کئی روز تک بغیر لباس کے رہا۔ یزید اس ظلم و تشدد کے ساتھ تین سال سات مہینے تک تخت سلطنت پر رہا اور بالآخر ۱۵ ربیع الاول ۶۴ھ کو ملک شام کے ایک شہر حمص میں انتالیس سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔ یزید کے مرنے کے بعد عراق، یمن، حجاز اور خراساں والوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کے دستِ حق پرست پر اور اہل مصر و شام نے معاویہ بن یزید کے ہاتھ پر اسی ربیع الاول شریف کے مہینے میں بیعت کی۔ معاویہ اگرچہ یزید کا لڑکا تھا لیکن نیک اور صالح تھا اور اپنے باپ کے افعال و عادات کو برا جانتا تھا۔ دو تین ماہ حکومت کرنے کے بعد وہ بھی اکیس سال کی عمر میں فوت ہو گیا، تو مصر اور شام والوں نے بھی حضرت عبداللہ بن زبیر کے مقدس ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس کے کچھ دنوں بعد مروان بن حکم نے خروج کیا اور مصر و شام پر قبضہ کر لیا پھر ۶۵ھ میں اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک سلطنت کا مالک ہوا اور مختار بن عبید ثقفی کو فہ کا گورنر مقرر ہوا۔ مختار نے اقتدار سنبھالنے کے بعد عمرو بن سعد کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ عمرو بن سعد کا بیٹا حص حاضر ہوا۔ مختار ثقفی نے پوچھا: تمہارا باپ کہاں ہے؟ اس نے کہا: خلوت نشین ہو گیا ہے۔ یہ سن کر وہ غصہ سے کہنے لگے کہ ”حضرت امام حسین کی شہادت کے دن وہ کیوں خلوت نشین نہ ہوا اور اب وہ تیرے یزید کی حکومت کہاں ہے جس کی خواہش میں اس نے اولاد پیغمبر سے بے وفائی کی تھی“۔

اس کے بعد مختار ثقفی نے حکم دیا کہ ابن سعد، اس کے بیٹے اور شمر لعین کی فوراً

گردنیں مار دی جائیں، چنانچہ ان کے سروں کو قلم کر کے امام عالی مقام کے بھائی حضرت محمد بن حنفیہ کے پاس مدینہ شریف بھجوا دیا گیا۔ پھر شمر کی لاش پر گھوڑے دوڑا کر ریزہ ریزہ کر دیا۔ یہ شمر لعین امام عالی مقام کا قاتل اور ابن سعد اس لشکر کا سربراہ تھا۔

اے ابن سعد رے کی حکومت تو کیا ملی

ظلم و جفا کی جلد ہی تجھ کو سزا ملی

رسوائے خلق ہو گئے برباد ہو گئے

مردود تم کو ذلت ہر دوسرا ملی

اس کے بعد مختار ثقفی نے حکم جاری کیا کہ جو جو شخص میدانِ کربلا میں ابن سعد

کے لشکر میں شامل تھا، اسے جہاں پاؤ مار ڈالو۔ یہ سنتے ہی لوگوں نے بصرے کی طرف

بھاگنا شروع کر دیا۔ لشکر مختار نے تعاقب کرتے ہوئے جس کو جہاں پایا وہیں قتل کر دیا۔

خولی بن یزید کو زندہ گرفتار کر کے مختار ثقفی کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے حکم دیا کہ اس

کے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی پر چڑھا دیا جائے اور اس کے بعد اس کی لاش کو

آگ میں جلا دیا جائے۔

اس طرح قاتلانِ اہل بیت کو جن کی تعداد تقریباً چھ ہزار تھی، مختار نے طرح

طرح کے عذاب دے کر ہلاک کر دیا۔ جب تمام دشمنانِ اہل بیت قتل ہو چکے تو اب

ابن زیاد کی باری آئی جو واقعہ کربلا کے وقت کوفہ کا گورنر تھا۔ ان دنوں وہ تیس ہزار افراد

کے لشکر کے ساتھ موصل میں جا رہا تھا۔ مختار ثقفی نے ابراہیم بن مالک اشتر کو فوج دے کر

اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ موصل سے پندرہ کوس دور دریائے فرات کے کنارے

پر دونوں لشکروں میں سارا دن لڑائی جاری رہی۔ بالآخر شام کے وقت ابن زیاد کے لشکر کو

شکست فاش ہوئی اور وہ میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

ابراہیم بن مالک اشتر نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ جو دشمن سامنے آئے اس کی گردن مار دی جائے۔ چنانچہ لشکر نے تعاقب کر کے بہت سے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اسی ہنگامے میں ابن زیاد بھی ۱۰ محرم ۶۷ھ کو فرات کے کنارے عین اسی دن اور اسی جگہ مارا گیا جہاں اس ظالم نابکار کے حکم سے امام عالی مقام کو شہید کیا گیا تھا۔

لشکریوں نے ابن زیاد کا سر کاٹ کر ابراہیم کے سامنے حاضر کیا اور انہوں نے مختار کے پاس کوفہ بھجوا دیا۔ مختار ثقفی نے دربار کو خوب آراستہ پیراستہ کیا اور اہل کوفہ کو جمع کر کے ابن زیاد کا سر عین اسی جگہ رکھوایا جہاں اس نابکار نے امام عالی مقام کا سر رکھا تھا۔ پھر انہوں نے کوفہ والوں کو کہا ”دیکھ لو امام عالی مقام کے ناحق خون نے ابن زیاد کو بھی نہ چھوڑا اور اس کا سر بھی آج اسی جگہ نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ رکھا ہوا ہے۔“

روایت ہے کہ جب ابن زیاد اور اس کے لشکر کے سرداروں کے سر مختار ثقفی کے سامنے لا کر رکھے گئے تو اچانک بڑا اثر دھانا ظاہر ہوا اور سب سروں کو چھوڑ کر ابن زیاد کے نتھنوں میں گھس گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد منہ سے باہر نکلا۔ پھر اندر گیا پھر باہر آیا۔ غرضیکہ تین بار اندر گیا اور پھر باہر نکل کر غائب ہو گیا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ مختار ثقفی کی جنگ میں اہل شام کے ستر ہزار افراد مارے گئے اور اس طرح حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوا کہ حضرت امام حسین کے خون کے بدلے ستر ہزار بد بخت مارے جائیں گے۔ (إِنَّ اللَّهَ عَلِيٌّ كَلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ)

الغرض امام عالی مقام سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

شہادت ایک ایسا عظیم سانحہ ہے کہ آج تک دہشتِ کربلا میں بہنے والے ان کے خون کے ایک ایک قطرے کے بدلے دنیا اپنے اشکوں کا سیلاب بہا چکی ہے اور بغیر کسی مبالغے کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کے کسی المناک حادثے پر اس قدر آنسو نہ بہے ہوں گے جس قدر اس حادثے پر بہ چکے ہیں۔ اس اجمال کے بعد اب یہ تفصیل پڑھیے۔

کوفہ پر مختار کا تسلط اور تمام قاتلانِ حسین کی عبرتناک ہلاکت:

قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہم پر طرح طرح کی آفاتِ ارضی و سماوی کا ایک سلسلہ تو تھا ہی، واقعہ شہادت کے پانچ سال ہی بعد ۶۶ھ میں مختار نے قاتلانِ حسین سے قصاص لینے کا ارادہ ظاہر کیا تو عام مسلمان اس کے ساتھ ہو گئے اور تھوڑے عرصہ میں اس کو یہ قوت حاصل ہو گئی کہ کوفہ اور عراق پر اس کا تسلط ہو گیا۔ اس نے اعلان کر دیا کہ قاتلانِ حسین کے سوا سب کو امن دیا جاتا ہے اور قاتلانِ حسین کی تفتیش و تلاش پر پوری قوت خرچ کی اور ایک ایک کو گرفتار کر کے قتل کیا۔ ایک روز میں دو سواڑھتالیس آدمی اس جرم میں قتل کئے گئے کہ وہ قتلِ حسین میں شریک تھے۔ اس کے بعد خاص لوگوں کی تلاش اور گرفتاری شروع ہوئی۔

(۱) عمرو بن حجاج زبیدی پیاس اور گرمی میں بھاگا۔ پیاس کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑا اور ذبح کر دیا گیا۔

(۲) شمر ذی الجوشن جو حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے بارے میں سب سے زیادہ شقی اور سخت تھا، اس کو قتل کر کے لاش کتوں کے سامنے ڈال دی گئی۔

(۳) عبداللہ بن اسید جہنی، مالک بن بشیر بدی اور حمل بن مالک کا محاصرہ کر لیا گیا۔ انہوں نے رحم کی درخواست کی۔ مختار نے کہا۔ ظالمو! تم نے سبط رسول اللہ پر رحم نہ کھایا، تم پر رحم کیسے کیا جائے۔ سب کو قتل کیا گیا۔ اور مالک بن بشیر نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ٹوپی اٹھائی تھی، اس کے دونوں ہاتھ پیر قطع کر کے میدان میں ڈال دیا۔ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

(۴) عثمان بن خالد اور بشیر بن شمیط نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے قتل میں اعانت کی تھی، ان کو قتل کر کے جلادیا گیا۔

(۵) عمرو بن سعد جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر لشکر کی کمان کر رہا تھا، اس کا سر کاٹ کر مختار کے سامنے لایا گیا اور مختار نے اسکے لڑکے حص کو پہلے ہی دربار میں بٹھا رکھا تھا۔ جب یہ سر مجلس میں آیا تو مختار نے حص سے کہا: تو جانتا ہے کہ یہ سر کس کا ہے۔ اس نے کہا: ہاں، اور اس کے بعد مجھے بھی اپنی زندگی پسند نہیں۔ اس کو بھی قتل کر دیا گیا۔ اور مختار نے کہا کہ عمرو بن سعد کا قتل تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بدلہ میں ہے اور حص کا قتل حضرت علی بن حسین کے بدلہ میں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ پھر بھی برابری نہیں ہوئی۔ اگر میں تین چوتھائی قریش کو بدلہ میں قتل کر دوں تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ایک انگلی کا بھی بدلہ نہیں ہو سکتا۔

(۶) حکیم بن طفیل جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تیر مارا تھا۔ اس کا بدن تیروں سے چھلنی کر دیا گیا۔ اسی میں ہلاک ہوا۔

(۷) زید بن رفاد نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بھتیجے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ کے تیر مارا۔ اس نے ہاتھ سے پیشانی چھپائی اور ہاتھ پیشانی کے ساتھ بندھ گیا۔ اس کو گرفتار کر کے اول اس پر تیر برسائے اور پتھر مارے، پھر زندہ جلا دیا گیا۔

(۸) شان بن انس جس نے سر مبارک کاٹنے کا اقدام کیا تھا، کوفہ سے بھاگ گیا، اس کا گھر منہدم کر دیا گیا۔

اسی طرح اور بھی بے شمار واقعات ہیں جنہیں بوجہ خوف طوالت بیان نہیں کیا جاتا۔ ایسے لوگوں کے لئے کسی شاعر نے کہا ہے۔

چندیں اماں نداد کہ شب را سحر کند

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ قتلِ حسین میں شریک تھے ان میں سے ایک بھی نہیں بچا جس کو آخرت سے پہلے دنیا میں سزا نہ ملی ہو۔ کوئی قتل کیا گیا، کسی کا چہرہ سیاہ ہو گیا یا مسخ ہو گیا یا چند ہی روز میں ملک سلطنت چھن گئے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ان کے اعمال کی اصلی سزا نہیں، بلکہ اس کا ایک نمونہ ہے جو لوگوں کی عبرت کے لئے دنیا میں دکھا دیا گیا ہے۔ قاتلانِ امام حسین کا یہ عبرتناک انجام معلوم کر کے بے ساختہ یہ آیت زبان پر آتی ہے۔

”كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَالْعَذَابُ الْاٰخِرَةُ الْكُبْرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُوْنَ“۔

(پ ۲۹ سورہ القلم آیت نمبر ۳۳)

”عذاب ایسا ہی ہوتا ہے اور آخرت کا عذاب اس سے بڑا ہے، کاش وہ سمجھ لیتے۔“

چونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس فتنے کا علم ہو گیا تھا، اسی لئے وہ آخر عمر میں یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں ساٹھویں سال اور نو عمروں کی امارت سے۔ ہجرت کے ساٹھویں سال ہی یزید جیسے نو عمر کی خلافت کا قضیہ چلا اور یہ فتنہ پیش آیا۔ انا لله وانا اليه راجعون۔

ف: سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کے مقابلہ کیلئے کھڑا ہونا باطل کی بالادستی کو مٹانے اور حق کو بلند و بالا کرنے کے لئے تھا، لیکن بد قسمت خارجی گروہ کہتا ہے کہ ”معاذ اللہ“ امام حسین نے یزید کے ساتھ ناحق مقابلہ کیا، اسی لئے وہ باغی ہو کر مرے۔ اس گروہ کے متعلق کچھ باتیں عرض کروں گا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا دشمن اندھا:

محمد بن صلت ابدی نے ربیع بن منذر توری اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آ کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی اطلاع دی اور وہ اندھا ہو گیا جس کو دوسرا آدمی کھینچ لے گیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کے دشمن دنیوی عذاب میں:

ابن عیینہ کا بیان ہے کہ مجھ سے میری دادی نے کہا: قبیلہ جعین کے دو آدمی جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے۔ جن میں سے ایک کی شرمگاہ اتنی لمبی ہوئی کہ وہ مجبوراً اس کو لپیٹتا تھا، اور دوسرے آدمی کو اتنا سخت استقاء ہو گیا کہ وہ پانی کی بھری ہوئی مشک کو منہ سے لگا لیتا اور اس کی آخری بوند تک چوس جاتا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا دشمن جلتی آگ میں مرا:

سڈی ایک قصہ بیان کرتے کہ میں ایک جگہ مہمان گیا، جہاں قتلِ حسین کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ میں نے کہا: امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں جو شریک ہوا، وہ بری موت مرا۔ جس پر گفتگو کرنے والے نے کہا: اے عراقیو! تم کتنے جھوٹے ہو، دیکھو! میں قتلِ حسین میں شریک تھا، لیکن اب تک بری موت سے محفوظ ہوں۔ اسی لمحہ اس نے جلتے ہوئے چراغ میں تیل ڈال کر بتی کو اپنی انگلی سے ذرا بڑھایا ہی تھا کہ پوری بتی میں آگ لگ گئی جسے وہ اپنی تھوک سے بجھا رہا تھا کہ اس کی داڑھی میں آگ لگ گئی۔ وہ وہاں سے دوڑا اور پانی میں کود پڑا تا کہ آگ بجھ جائے لیکن آخر کار جب اسے دیکھا تو وہ جل کر کوئلہ ہو گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں دکھا دیا کہ تیری شرارت کا یہ انجام ہے۔

ابن زیاد پر اژدھا کا حملہ:

عمارہ بن عمیر نے بیان کیا کہ جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لا کر مسجد کے برآمدے میں برابر برابر رکھے گئے اور میں اس وقت ان لوگوں کے پاس پہنچا جبکہ وہ لوگ کہہ رہے تھے، وہ آ گیا، وہ آ گیا کہ اتنے میں ایک سانپ نے آ کر ان سروں میں گھسنا شروع کیا اور عبید اللہ بن زیاد کے نتھنے میں گھستا اور اس میں تھوڑی دیر ٹھہر کر باہر آ جاتا۔ نامعلوم کہاں سے آیا اور کہاں گیا۔ اس واقعہ کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کر کے اس سند کو بھی صحیح حسن کہا ہے۔

چنگاری لگنے سے اندھا ہو گیا:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک شخص نے امام حسین رضی اللہ

عنه کو فاسق کہا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس پر دو چھوٹے ستارے چنگاریوں کی مانند اتار کر اندھا کر دیا۔ (صواعق ص ۱۹۴)

یزید کے چیلے مسلم بن عقبہ کا انجام:

مسلم بن عقبہ نے مدینہ طیبہ میں وارد ہو کر لوگوں کو یزید کی بیعت کرنے کی دعوت دی تو اس نے اسے قتل کر دیا۔ اس کی مان نے قسم کھالی کہ بدلہ لوں گی۔ اگر مر گیا تو اس کی قبر کھود کر لاش جلاؤں گی۔ جب مسلم بن عقبہ مرا تو مائی صاحبہ نے غلام کو فرمایا۔ اس کی قبر کھدوائی جب لاش کے قریب پہنچی تو دیکھا اس کی گردن کو اڑدہا لپٹا ہوا ہے اور اس کی ناک میں گھس کر اسے چوس رہا ہے۔ (ابن عساکر، طی الفرائخ)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا دشمن:

ابو نعیم اور ابن عساکر نے اعمش سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر پاخانہ کر دیا (معاذ اللہ) تو وہ پاگل ہو گیا اور کتوں کی طرح بھونکنے لگا۔ جب وہ مر گیا تو اس کی قبر میں سے کتوں کے بھونکنے کی آواز آتی تھی۔ (طبقات منادی از جمال اولیا ص ۳۴)

ف: حقیقت میں اہل بیت کا دشمن کتوں سے بھی بدتر ہے کہ دنیا کا کتا تو زندگی میں بھونکتا ہے لیکن اہل بیت کا دشمن کتا ہو کر مرتا ہے اور مرنے کے بعد بھی بھونکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی شخصیات قابل قدر ہیں، نیز ان کے مزارات بھی احترام کے مستحق ہوتے ہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا دشمن:

ابن شہاب سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو عذاب میں مبتلا نہ ہوا ہو۔ کوئی قتل کیا گیا، کوئی اندھا ہوا، کسی کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ (جامع کرامات اولیاء ص ۳۴)

ایک شخص حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں موجود تھا، جو بعد میں اندھا ہو گیا۔ اس سے اندھا ہونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا: میں نے خواب میں حضور علیہ السلام کو دیکھا کہ آستینیں چڑھی ہوئی ہیں، دست مبارک میں تلوار ہے، سامنے چمڑا بچھا ہوا ہے جس پر کسی کو قتل کیا جانا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں سے دس کو حضور کے سامنے ذبح کیا ہوا دیکھا۔ اس کے بعد حضور نے حضرت امام حسین کے خون میں بھری ہوئی ایک سلائی میری آنکھوں میں لگا دی۔ صبح کو اٹھا تو اندھا تھا۔ (مولوی رشید احمد گنگوہی آخری زندگی میں اندھا ہو گیا تھا اور اندھا ہو کر سرا (اویسی غفرلہ)۔ (اسعاف کذا قال سبط ابن الجوزی)

ف: واقعہ یہ ہے کہ اہلبیت کے دشمن کا گھر جہنم ہے خواہ وہ کتنا ہی متمقی اور پرہیزگار کیوں نہ ہو۔ جو لوگ امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی اور بیزید پلید کو امام برحق مانتے ہیں ان کے انجام کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ اسی طرح امام حسین کی سبیل کا پانی پینے کو حرام اور ماہ محرم الحرام میں ان کے ذکر کو ناجائز قرار دینے والے اپنے انجام بد پر نظر رکھیں۔

امام عالی مقام کے اونٹ:

حضرت مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ اپنی کتاب ”شواہد النبوة“ میں لکھتے

ہیں کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے چند اونٹ جو بیچ گئے تھے، انہیں ظالموں نے ذبح کر دیا اور اس کے کباب بنائے۔ ان کا ذائقہ اس قدر تلخ تھا کہ ان کے گوشت میں سے کسی کو کھانے کی ہمت نہ ہوئی۔

ف: یہ سزا فرعون کی قوم کی اس سزا کے مشابہ ہے جس میں بنی اسرائیل کیلئے پانی بدستور اپنی اصلی حالت میں تھا لیکن فرعون کیلئے خون بن گیا یہاں تک کہ جس برتن سے بنی اسرائیل پانی لیتے تو پانی ہی ہوتا لیکن جب فرعون اس سے پانی لیتا تو وہ خون ہوتا، ان کے طعاموں میں جوئیں پڑ گئیں یہاں تک کہ اگر وہ بنی اسرائیل سے طعام لیتے تو اس میں بھی جوئیں پڑ جاتیں۔

منہ کالا ہو گیا:

ابن جوزی نے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا، اس کے بعد اسے دیکھا گیا کہ اس کا منہ کالا تار کول جیسا تھا۔ لوگوں نے پوچھا: تم تو سارے عرب میں خوش رو آدمی تھے، تمہیں کیا ہوا؟ اس نے کہا جس روز سے میں نے یہ سر گھوڑے کی گردن میں لٹکایا، جب ذرا سوتا ہوں، دو آدمی میرے بازو پکڑتے ہیں اور مجھے ایک دہکتی ہوئی آگ پر لے جاتے ہیں اور اس میں ڈال دیتے ہیں جو مجھے جھلس دیتی ہے، اور اسی حالت میں چند روز کے بعد مر گیا۔

یزید پر قبر خداوندی:

یزید کے مرنے کے بعد اس کی قبر پر خشت باری کی جاتی تھی۔ اب لوگوں نے وہاں عمارتیں بنالی ہیں، چنانچہ یزید کی قبر پر لوہا، کانچ گلانے کی بھٹی لگی ہوئی ہے۔ گویا

یزید کی قبر پر ہر وقت آگ جلتی رہتی ہے، یہاں تک کہ قبر کا نام و نشان تک نہیں رہا۔

(راہ عقیدت)

ف: یہ ایسے ہے جیسے ابو جہل کے مکان پر آجکل پانچخانے بنائے گئے ہیں، گویا روزانہ بارہا اس کے مکان کو پیشاب و پانچخانہ سے خراب کیا جاتا ہے۔

ہلاکتِ یزید:

شہادتِ امام حسین کے بعد یزید کو بھی ایک دن چین نصیب نہ ہوا۔ تمام اسلامی ممالک میں خونِ شہداء کا مطالبہ اور بغاوتیں شروع ہو گئیں۔ اس کی زندگی اس کے بعد دو سال آٹھ ماہ اور ایک روایت میں تین سال آٹھ ماہ سے زائد نہیں رہی۔ دنیا میں بھی اس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا اور اسی ذلت کے ساتھ ہلاک ہو گیا۔

تیر مارنے والا پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر گیا:

جس شخص نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے تیر مارا تھا اور پانی نہیں پینے دیا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے ایسی پیاس مسلط کر دی تھی کہ کسی طرح بھی نہ بجھتی تھی۔ پانی کتنا ہی پی جاتا، پیاس سے تڑپتا رہتا، یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔

خلاصۃ الکلام: یہ داستان طویل ہے، ہم نے اپنی کتاب ”فاطمہ زہرا“ بزبان عربی میں اس قسم کے سینکڑوں واقعات درج کئے ہیں۔ شوق رکھنے والے دوست مذکورہ عربی کتاب کا مطالعہ کریں۔ فرصت ملی تو انشاء اللہ ”اسوء المآل لاعداء الال“ میں مکمل روداد لکھوں گا۔

نیرنگیِ زمانہ: ہماری بد قسمتی سمجھئے یا نیرنگیِ زمانہ کہ ہمارے دور میں ایسے بد بخت بھی

پیدا ہو گئے ہیں جو امام حسین رضی اللہ عنہ کی موت کو باغیانہ موت سے تعبیر کرتے ہیں۔ بدست، شوم بخت، خبیث یزید کو (امیر المومنین) (دیوبندیوں، وہابیوں کے ستائش مولویوں کی اس بد بخت یزید کی امامت و خلافت پر لکھی ہوئی کتاب ”رشید بن رشید“ پر تصدیقیں، تقریظیں ہیں، اور مودودی بھی انہی میں شامل ہے۔) وغیرہ کو حالانکہ خلیفہ راشد سیدنا حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اسی شخص کو بیس کوڑے مروائے جس نے یزید کو ”امیر المومنین“ کہا۔ (دیکھئے صواعق محرقة ص ۲۱۹، ۲۲۲) کاش آج سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے اور ہم ان سے درخواست کرتے کہ ہمارے ملک پاکستان میں ایک نہیں لاکھوں، اور وہ بھی عام آدمی نہیں بلکہ بڑے دیندار، بلکہ دین کے اونچے ٹھیکیدار ہیں۔ ذرا براہ کرم ان کی بھی خبر لیجئے۔ لیکن افسوس کہ وہ ہمارے دور سے پہلے دنیا سے رخصت ہوئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کل قیامت میں ہم کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے جھنڈے تلے اور یہ یزید کی لنگوٹی میں۔ دیکھئے اس وقت کیا سماں بندھے گا۔ ذیل میں ہم سادات کبار و صغار کے گستاخوں کے واقعات درج کرتے ہیں۔

سادات کے اعداء

حکایت نمبر ۱: صاحبِ نصوص الحکم یعنی حضرت محی الدین ابن العربی قدس سرہ لکھتے ہیں کہ ایک بزرگ کعبہ جلال سے عرصہ مدید کعبۃ اللہ میں اقامت رکھتا تھا اور شریف بلکہ کے ساتھ (جو ہمیشہ قوم سادات سے ہوا کرتے ہیں) بپاعت بے عدولی اور ارتکاب نواہی کے دل میں خفیہ مخالفت رکھتا تھا۔ ایک دن اپنے واردات میں کیا دیکھتا ہے کہ سیدۃ النساء جناب حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے بے توجہی کی حالت میں

اس سے اعراض کر کے گذر فرمایا۔ کمال عجز و نیاز سے عرض کی کہ اس بندہ سے کیا خطا صادر ہوئی۔ حضرت سیدۃ النساء نے فرمایا کہ تو میرے صاحبزادہ سے، جو شریف مکہ ہے، نزاع رکھتا ہے۔ اس نے عرض کی: یہ معاملہ میری نفسانیت کا نہیں بلکہ اس کی خطاؤں سے ہے۔ فرمایا: اگرچہ خطا کار ہے لیکن میری ذریت سے ہے۔ تجھ کو میری اولاد کی پاسداری ضروری تھی۔ پس وہ بزرگ تائب ہو کر معافی کا خواستگار ہوا۔

(ملفوظات مہر یہ ص ۱۱۲)

(ف) حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ نے اس حکایت کو نقل کرنے سے پہلے فرمایا کہ اہل بیت نبوت کے ساتھ ہرگز عداوت کا بیج نہیں بونا چاہئے کیونکہ اس گروہ پاک کی مخالفت موجب بے برکتی اور خلاف قرآن و حدیث ہے۔ ہمیں کسی کے نسب و کسب کے تجسس سے کام نہیں۔ نام کا ادب اور سلام ہے، اور کسی کو دوسرے کے اعمال مکسوبہ سے نہ پوچھا جائے گا۔

اقول: حضرت گولڑوی قدس سرہ کا یہ ارشاد کہ ہمیں کسی کے نسب الخ۔ ان لوگوں کو تنبیہ ہے جو کہہ بیٹھتے ہیں کہ نامعلوم یہ لوگ سید ہیں یا نہیں۔ سچ فرمایا، ہمیں تو نام کی عزت کرنی ہے۔ عاشقا مزابل لیل چہ نیز۔ پائے استد لانیوں چو بین بود۔

حضرت گولڑوی رحمہ اللہ نے فرمایا ”فلا تدخل بین اللہ و بین العباد“۔ ”یعنی اللہ اور اس کے بندوں کے مابین مداخلت بے جامت کر“۔ امر بمودۃ قرآن ظاہر، خدمت اور احسان ان کے ساتھ مردمان امت کے حق میں بہتر و احسن ہے، دوسرے لوگوں کے ساتھ احسان سے۔

نتیجہ: حکایت مذکورہ بیان فرمانے کے بعد آخر میں حضرت گولڑوی قدس سرہ نے حضرات سادات اور دیگر اہل کرامات مشائخ و علماء کی اولاد و متعلقین سے یوں گویا ہوئے کہ ”ہم اسی طرح سادات کو بھی اپنی جگہ فخر خاندان سے بھروسہ کرنے سے منع کرتے ہیں تاکہ محض اس امر کو ذریعہ نجات نہ جائیں۔ (تلمیح باشارہ قل لا اسئلکم علیہ اجرًا۔ (پ ۲۵ سورہ الشوریٰ آیت نمبر ۲۳) اویسی غفرلہ) عدم سوال از انتساب اور روز حساب میں سوال و اعمال و انتساب سے بخوبی تنبیہ کرتے ہیں۔ (ص ۱۱۳)

(ف) ان جملوں سے حضرت گولڑوی قدس سرہ نے کیسے حکمت عملی سے کام لیا ہے کہ ایک طرف ادب کو ملحوظ رکھا، دوسری طرف نصیحت فرمائی۔ اسی طرح تمام مشائخ و علماء کرام و اہل اثر حضرات پیرزادوں، صاحبزادوں، سیدزادوں کو چاہئے کہ نصیحت کا دائرہ وسیع فرمائیں تو کچھ دور نہیں کہ ہمارے بزرگوں، مولویوں اور پیروں کی اولاد میں صحیح جذبہ اسلامی پیدا ہو جائے اور اس میں نہ صرف ان ”صاحبزادوں“ کا بھلا ہے بلکہ عالم دنیا کے معاشرہ کو چار چاند لگ جائیں گے۔

حکایت نمبر ۲: ایک شخص کو کسی پیر صاحب نے اپنے صاحبزادوں کی تعلیم و تربیت پر متعین فرمایا۔ وہ شخص پیرزادوں کو رات کو مٹھیاں بھرتا، مالش کرتا، کپڑے دھوتا اور ہر طرح کی خدمت کرتا۔ لیکن جب پڑھائی کا وقت ہوتا تو ڈنڈا لیکر ان کے اوپر کھڑا ہو جاتا۔ جب ان صاحبزادوں کی تعلیم میں کوتاہی دیکھتا تو سر پر ڈنڈا دے مارتا۔ لوگ کہتے تو عجیب آدمی ہے کہ ادھر تو ساری رات اور دن کو ان کا خادم بنا رہتا ہے اور ادھر ان کو ڈنڈوں سے نوازتا ہے۔ اس نے کہا: میں نمک حلال خادم ہوں، اگر ایسا نہ کروں تو یہ

صاحبزادے تعلیم سے محروم ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس شخص کے خلوص کی برکت سے چند روز بعد وہ پیرزادے علامہ روزگار بنے۔

(ف) ہمارے وقت کے علماء اور مشائخ دور کی نزاکت کے پیش نظر پیرزادوں کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ فرماتے تو کتنا سہانا دور بن سکتا ہے۔

دوسیدزادوں کا واقعہ:

حکایت مروی ہے کہ افسردہ چہرے، بکھرے ہوئے بال، بوسیدہ پیراہن میں نور کی ”دومورتیں“ ایک مسلمان رئیس کے دروازے پر کھڑی تھیں۔

گردشِ ایام کے ہاتھوں ستائے ہوئے یہ دو کم سن بچے تھے۔ غیرت حیا سے آنکھیں جھکی ہوئی تھیں، اظہارِ مدعا کے لئے زبان نہیں کھل رہی تھی۔ بڑی مشکل سے بڑے بھائی نے یہ الفاظ ادا کئے۔

”کر بدا کے مقتل سے خاندانِ رسالت کا جو لٹا ہوا قافلہ مدینہ کو واپس ہوا تھا،

ہم دونوں بھائی اسی قافلے کی نسل سے ہیں۔ وقت کی بات ہے بچپن سے ہی ہم دونوں

یتیم ہو گئے۔ قسمت نے دردِ رکی ٹھوکر کھلائی۔ کئی دن ہوئے کہ ایک قافلے کے ساتھ

بھٹک کر ہم اس شہر میں آ گئے، نہ کہیں سر چھپانے کی جگہ ہے نہ رات بسر کرنے کا ٹھکانہ،

تین دن کے فاقوں نے جگر کا خون تک جلا ڈالا ہے۔ خاندانی غیرت کسی کے آگے زبان

نہیں کھولنے دیتی۔ اب تکلیف ضبط سے باہر ہو گئی ہے۔

جس ہاشمی کا خون ہماری رگوں میں موجزن ہے ان کے تعلق سے ہمارے

حالِ زار پر تمہیں رحم آجائے تو ہمیں کچھ سہارا دے دو۔ آج تمہارے لئے سوائے پر

خلوص دعاؤں کے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے لیکن قیامت کے دن ہم نانا جان سے تمہاری غم گسار ہمدردیوں کا پورا پورا صلہ دلوائیں گے۔

رئیس نے درمیان میں مداخلت کرتے ہوئے کہا، بس کرو۔ تمہارا مدعا میں نے سمجھ لیا لیکن اس کا کیا ثبوت ہے کہ تم سیدزادے ہو، لاؤ کوئی سند پیش کرو۔ آل رسول کا لبادہ اوڑھ کر بھیک مانگنے کا یہ ڈھونگ بہت فرسودہ ہو چکا ہے۔ تم کوئی دوسرا گھر دیکھو، یہاں تمہیں کوئی سہارا نہیں مل سکتا۔ رئیس کے جواب سے یتیموں کا چہرہ اتر گیا۔ آنکھیں پر نم ہو گئیں۔ یوں ہی غریب الوطنی، یتیمی، بے کسی اور کئی دن کی فاقہ کشی نے انہیں بہت نڈھال کر دیا تھا۔ اب لفظوں کی چوٹ سے دل کا نرم و نازک آگینہ بھی ٹوٹ گیا۔ یاس کے عالم میں دونوں ایک دوسرے کا منہ تکتے لگے۔ بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کی آنکھ کا آنسو اپنی آستین میں جذب کرتے ہوئے کہا۔ ”پیارے مت روؤ، گھائل ہوا مسکرانا اور فاقہ کر کے شکر کرنا ہمارے گھر کی پرانی ریت ہے۔“

دھوپ کا موسم تھا۔ قیامت کی گرمی پڑ رہی تھی۔ آدمی سے لے کر چرند و پرند تک سبھی اپنی اپنی پناہ گاہوں میں جا چھپے تھے۔ لیکن چمنستان فاطمی کے یہ دو کملائے ہوئے پھول کھلے آسمان کے نیچے بے یار و مددگار کھڑے تھے۔ ان کے لئے کہیں کوئی جگہ نہیں تھی۔ دھوپ کی شدت سے جب بے تاب ہو گئے تو سامنے ایک دیوار کے سائے میں بیٹھ گئے۔

یہ ایک مجوسی کا گھر تھا۔ عمارت کے رخ سے شان ریاست ٹپک رہی تھی۔ تھوڑی دیر دم لینے کے بعد چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی سے کہا:

”بھائی جان! جس کی دیوار کے سائے میں ہم لوگ بیٹھے ہیں، معلوم نہیں یہ

کس کا گھر ہے۔ اس نے بھی کہیں آ کے اٹھا دیا تو اب پاؤں میں چلنے کی سکت نہیں ہے۔
زمین کی تپش سے تلوؤں میں آبلے پڑ گئے ہیں۔ کھڑا ہونا مشکل ہے، آنکھوں تلے
اندھیرا چھا جاتا ہے۔ یہاں سے کیسے اٹھیں گے؟“

بڑے بھائی نے کہا: ”ہم اس کی دیوار کا کیا نقصان کر رہے ہیں، صرف
سائے میں بیٹھے ہیں۔ ویسے ہر شخص کا دل پتھر نہیں ہوتا۔ پیارے ہو سکتا ہے اسے ہماری
حالت زار پر رحم آجائے اور وہ ہمیں اپنے سائے سے نہ اٹھائے۔ اور اگر اٹھا بھی دیا تو
دلوں کی آبادی تنگ نہیں ہے، انگاروں پر چلنے والے تپتی ہوئی زمین سے نہیں ڈرتے۔
فکر مت کرو، میں تمہیں اپنی پیٹھ پر لا دوں گا۔“

تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد چھوٹے بھائی نے نہایت معصومانہ انداز میں
ایک سوال پوچھا۔ بھائی جان آپ کو یاد ہوگا۔ اس دن جب کہ ہم لوگ جنگل میں راستہ
بھول گئے تھے۔ ہر طرف آندھیوں کا طوفان اٹھا ہوا تھا اور آسمان سے موسلا دھار بارش
ہور ہی تھی۔ شام تک طوفان نہیں تھا، رات ہو گئی اور ہم لوگوں کو ساری رات اسی کھوہ میں
بسر کرنا پڑی تھی۔ آدھی رات کو جب ایک شیر چنگھاڑتا ہوا ہماری طرف آ رہا تھا تو
گھوڑے پر سوار جو ایک نقاب پوش بزرگ بجلی کی طرح نمودار ہوئے اور چند ہی لمحوں
کے بعد غائب ہو گئے۔ وہ کون تھے؟ آج تک یہ راز آپ نے نہیں بتایا؟

بڑے بھائی نے سوالیہ لہجہ میں کہا۔ شیر کی خوفناک آواز سن کر تمہارے منہ سے
چیخ نکلی تھی اور تم نے دہشت زدہ ہو کر کسی کو پکارا تھا؟ یاد کرو، بس وہی تھے۔ ہمارے دل
کی دھڑکنوں سے بہت قریب رہتے ہیں، وہ! ہماری ذرا سی تکلیف ان سے دیکھی نہیں
جاتی، انہیں کا خون ہماری رگوں میں بہتا ہے۔ ابا جان کہا کرتے تھے کہ پہلی بار جب وہ

پیکرِ خاکِ میں یہاں آئے تھے تو ان کے چہرے سے نور کی اتنی تیز کرن پھوٹی تھی کہ نگاہ اٹھانا مشکل تھا۔ اب تو خاکِ پیراہن بھی نہیں ہے کہ حجاب کے اوٹ سے کوئی انہیں دیکھ لے۔ اس لئے اب چہرے پر خود ہی نقاب ڈال کر آتے ہیں تاکہ کائنات ہستی کا نظام زندگی درہم برہم نہ ہو جائے۔ ابا جان یہ بھی کہا کرتے تھے کہ دیکھنے والوں نے ہمیشہ انہیں نقاب ہی میں دیکھا ہے۔ بشریت کی یہ ساری بحثیں نقاب ہی سے متعلق ہیں۔ حقیقت کا چہرہ الفاظ و بیان کی دسترس سے ہمیشہ باہر رہا ہے۔

چشمہ کوثر کی معصوم لہروں کی طرح سلسلہ بیان جاری تھا اور گھر کا بھیدی گھر کا راز و اشگاف کر رہا تھا کہ اتنے میں پس دیوار آواز سن کر مجوسی گھر سے باہر نکلا۔ اس کی نیند میں خلل پڑ گیا تھا، وہ غصے میں شراہور تھا لیکن جوں ہی گلشنِ نور کے ان حسین پھولوں پر نظر پڑی، اس کا سارا غصہ کا فور ہو گیا، نہایت نرمی سے دریافت کیا۔

تم لوگ کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ بعینہ یہی سوال اس رئیس نے بھی کیا تھا اور جواب سننے کے بعد اپنے دروازے سے اٹھا دیا تھا۔

سوال کا انجام سوچ کر چھوٹے بھائی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بڑے بھائی نے ایک مایوس غم زدہ کی طرح جواب دیا۔

ہم لوگ آل رسول ہیں۔ یتیم بھی ہیں اور غریب الوطن بھی۔ تین دن کے فاقے سے نیم جان ہیں۔ تکلیف کی شدت برداشت نہ ہو سکی تو آج جگر کی آگ بجھانے نکلے ہیں۔ وہ سامنے والے رئیس کے گھر پر گئے تھے، اس نے ہمیں اپنے دروازے سے اٹھا دیا۔ دھوپ بہت تیز ہے، زمین تپ گئی ہے، ننگے پاؤں چلتے چلتے پاؤں میں آبلے پڑ گئے ہیں، تھوڑی دیر کے لئے تمہاری دیوار کے سائے میں بیٹھ گئے ہیں، شام ہوتے ہی

یہاں سے اٹھ جائیں گے۔

مجوسی نے کہا ”سامنے والا رئیس تو اس نبی کا کلمہ پڑھتا ہے جس کی تم اولاد ہو۔

اس نے اس رشتے کا خیال بھی نہیں کیا؟“

بڑے بھائی نے جواب دیا۔

وہ یہ کہتا ہے کہ تم آل رسول ہو تو اس کا ثبوت پیش کرو۔ ہم نے ہزار اس سے

کہا کہ غریب الوطنی میں کیا ثبوت پیش کر سکتے ہیں۔ تم اس کا ثبوت قیامت کے دن پر

اٹھا رکھو، جب کہ نانا جان بھی وہاں موجود ہوں گے۔

قیامت کا تذکرہ سن کر مجوسی کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ اس نے حیرت انگیز لہجے

میں کہا۔

تمہاری پیشانیوں میں عالم قدس کا جو نور جھلک رہا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا

ثبوت چاہئے تھا اسے؟ بہر حال میں تمہارے نانا جان کا کلمہ گو تو نہیں ہوں لیکن ان کی

پاکیزہ اور با عظمت زندگی سے دل ہمیشہ متاثر رہا ہے۔ ان کی نسبت سے تم نونہالوں کے

لئے اپنے اندر ایک عجیب کشش محسوس کر رہا ہوں۔

اب تم ایک معزز مہمان کی طرح میرے گھر کو اپنے قدموں کا اعزاز مرحمت

کرو اور جب تک کوئی اطمینان بخش صورت نہ پیدا ہو جائے اس گھر سے کہیں جانے کا

قصد نہ کرو؟

اس کے بعد وہ مجوسی رئیس دونوں بچوں کو اپنے ہمراہ گھر لے گیا اور اپنی بیوی

سے ماجرا بیان کیا اور کہا بیگم دیکھو۔ نازوں کے پلے ہوئے محمد عربی کے یہ دونوں

شہزادے ہیں، مسافر اور بے وطن ہیں، ان کی ناز برداری اور خاطر و مدارت میں کڑی کسر

نہ اٹھا رکھنا۔

مجوسی کی بیوی ایک رقیق القلب عورت تھی، ذرا سی دیر میں اس کی مامتا جاگ اٹھی۔ جذبہ بے اختیار میں دونوں بھائیوں کو اپنے قریب بٹھا لیا، سر پر ہاتھ پھیرا، نہلایا، کپڑے بدلوائے، بالوں میں تیل لگایا، آنکھوں میں سرمہ لگایا، اور بنا سنوار کر شوہر کے سامنے لائی۔ فاطمی شہزادوں کی بلائیں لیتے ہوئے اس کے یہ رقت انگیز الفاظ ہمیشہ کے لئے کیتی کے سینے میں جذب ہو گئے۔

ذرا دیکھئے! یہ کالی گھٹاؤں کی طرح کا کل، یہ چاند کی طرح درخشاں پیشانی، نور کی موجوں میں نکھرا ہوا چہرہ، یہ پروئے ہوئے موتیوں کی طرح دانتوں کی قطار، یہ پھولوں کی پنکھڑی کی طرح پتلے پتلے ہونٹ، یہ گل ریز تبسم، یہ گہر بار تکلم، یہ رحمتوں کا سویرا، یہ سرگیں آنکھیں، یہ معصوم اداؤں کا سرچشمہ سیال، سچ بتائیے کیا یتیموں کی یہی سچ دھج ہوتی ہے؟ خبردار آج سے میرے ان جگر پاروں کو جو یتیم کہے گا، میں اس کا منہ نوچ لوں گی۔ ان کے گھر کا بخشا ہوا ایک چراغ پہلے ہی سے گھر میں تھا، دو چراغ اور آگئے، جن کے گھر میں تین چراغوں کا نور برستا ہو وہ خاکیوں کا گھر نہیں ہے۔ وہ ستاروں کی انجمن ہے۔

پیار کی ٹھنڈی چھاؤں میں پہنچ کر کملائے ہوئے پھول پھر سے تازہ ہو گئے، دونوں بھائی سارا غم بھول گئے، اب جسم کا بال بال اور خون کا قطرہ قطرہ اب نغمسار شفیقوں کے لئے دعا کی زبان بن چکا ہے۔

آج مسلمان رئیس کی قسمت کا آفتاب گہن میں آ گیا تھا۔ وہ بھی جلد تھوڑی ہی دیر کے بعد گھبرا کے اٹھ بیٹھا اور سر پیٹنے لگا، گھر میں ایک کہرام مچ گیا، سب لوگ ارد گرد

جمع ہو گئے۔

رئیس کی بیوی اس کی حالت دیکھ کر بدحواس ہو گئی، گھبراہٹ میں پوچھا: کیا کہیں تکلیف ہے؟ معالج کو بتائیں، جلد بتائیے؟

کچھ جواب دینے کے بجائے وہ پاگلوں کی طرح چیخنے لگا۔

”ارے لٹ گیا، تباہ ہو گیا، میری مٹی برباد ہو گئی، کلیجہ شق ہوا جا رہا ہے۔

قیامت کی گھڑی آگئی۔ ہر طرف اندھیرا ہے، ہائے میں لٹ گیا..... ہائے میں لٹ گیا۔“

یہ کہتے کہتے اس پر غشی طاری ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اسے ہوش آیا تو

بیوی نے روتے ہوئے کہا ”جلد بتائیے، کیا قصہ ہے۔ میرا دل ڈوبا جا رہا ہے۔“ رئیس

نے بڑی مشکل سے رکتے رکتے جواب دیا۔

”ہائے میں لٹ گیا، اپنی تباہی کا قصہ کیا بتاؤں تم سے! آج کا واقعہ تمہیں

معلوم ہی ہے۔ کتنی بے دردی کے ساتھ میں ان معصوم سیدزادوں کو اپنے دروازے سے

دھتکارا تھا۔ ہائے افسوس! اس وقت میری عقل کو کیا ہو گا تھا۔

ابھی آنکھ لگتے ہی اس واقعہ سے متعلق میں نے ایک بھیانک اور ہولناک

خواب دیکھا ہے کہ

”میں ایک نہایت حسین اور شاداب چمن میں چہل قدمی کر رہا ہوں، اتنے

میں ایک ہجوم دوڑتا ہوا میرے قریب سے گذرا۔ میں نے لپک کر دریافت کیا۔ آپ

لوگ اتنی تیزی کے ساتھ کہاں جا رہے ہیں؟“

ان میں سے ایک شخص نے بتایا..... کہ ”باغ فردوس کا دروازہ کھول دیا گیا

ہے اور ایک اعلان کے ذریعہ امت محمدی کو داخلے کی عام اجازت دے دی گئی ہے۔
یہ سن کر میں خوشی سے ناچنے لگا اور ہجوم کے ساتھ شامل ہو گیا۔ باغ فردوس کا
دروازہ کھلا ہوا تھا، ایک ایک کر کے لوگ داخل ہو رہے تھے۔

میں بھی آگے بڑھا اور جوں ہی دروازے کے قریب پہنچا، جنت کے پاسبان
نے مجھے روک دیا۔ میں نے کہا کہ مجھے کیوں روکا جا رہا ہے، آخر میں بھی تو سرکار کا امتی
ہوں۔

اس نے حقارت آمیز لہجے میں جواب دیا..... ”تم امتی ہو تو اپنے امتی ہونے
کا ثبوت دو، سند پیش کرو، اس کے بعد ہی تمہیں جنت میں داخلے کی اجازت مل سکے گی۔
بغیر ثبوت لئے اگر نبی زادوں کو تم اپنے گھر میں پناہ نہیں دے سکتے تو تمہیں بغیر ثبوت کے
جنت میں داخلے کی اجازت کیوں کر مل سکتی ہے۔“

”اب تم سے بات رحم و کرم کی نہیں ہوگی، ضابطے کی ہوگی، انجام سے مت
گھبراؤ، اس سلسلے کا آغاز تمہیں نے کیا ہے۔“

جاؤ محشر کی تپتی ہوئی زمین پر چہل قدمی کرو، یہاں تمہارے لئے کوئی جگہ نہیں
ہے، جب سے یہ ہولناک خواب دیکھا ہے، انگاروں پر لوٹ رہا ہوں، میرے تئیں یہ
خواب نہیں ہے، واقعہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ فردائے قیامت میں یہ واقعہ میرے ساتھ
پیش آکر رہے گا۔ ہائے! میں ہمیشہ کے لئے سردی نعمتوں سے محروم ہو گیا۔ قہر الہی کی
زد سے جو مجھے بچا سکتا تھا اسی کو میں نے آزر دہ کر لیا ہے، اب کون میری چارہ سازی
کرے گا۔

بیوی نے درمیان میں مداخلت کرتے ہوئے کہا:

”آپ اپنی جان ہلکان مت کیجئے، خدا بڑا غفور الرحیم ہے، اس کے دربار میں

رویئے، تڑپئے، فریاد کیجئے، توبہ کا دروازہ ابھی کھلا ہوا ہے، وہ آپ کی خطا ضرور معاف کر دے گا، آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہئے، خدا کی رحمتوں سے مایوس ہونا مسلمانوں کا نہیں کافروں کا شیوہ ہے۔“

رئیس نے کراہتے ہوئے جواب دیا..... ”تمہاری عقل کہاں مر گئی ہے؟

ہوش کی بات کرو، خدا کا حبیب جب تک آزرده ہے، ہم لاکھ فریاد کریں، رحمت و کرم کا کوئی دروازہ ہم پر نہیں کھل سکتا۔“

خدا کی رحمت اپنے محبوب کا ہمیشہ تیور دیکھتی ہے۔ محبوب کی نظر سے گرنے والا

کبھی نہیں اٹھ سکا ہے۔ صد حیف! جو ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ سکتا ہے آج اسی کے گھر کا

آگینہ میں نے توڑ دیا۔ وہ نہ بھی اپنی زبان سے کچھ کہے جب بھی مشیت الہی بہر حال

اس کی طرف دار ہے، وہ مجھے ہرگز معاف نہیں کرے گی۔“

بیوی کی آواز مدہم پڑ گئی اور اس نے دبے دبے لہجے میں کہا ”تو پہلے خدا کے

حبیب ہی کو راضی کر لیا جائے۔ ابھی شہزادے شہر سے باہر نہیں گئے ہوں گے، صبح تڑکے

انہیں تلاش کریں اور جس طرح بھی ہو، منت سماجت سے منا کر انہیں گھر لائیں، وہ اگر

راضی ہونگے اور انہوں نے آپ کو معاف کر دیا تو خدا کا حبیب بھی راضی ہو جائے گا،

اس کے بعد آسانی سے رحمت یزدانی کی توجہ حاصل کی جاسکے گی۔

بیوی کی یہ بات سن کر رئیس کا چہرہ کھل گیا، جیسے نگاہوں کے سامنے امید کی کوئی

شمع جل گئی ہو۔ اتنی دیر کے بعد اسے نجات کا ایک موہوم ساراہ نظر آیا۔

آج صبح سے مجوسی کے گھر پر مردوں اور عورتوں اور بچوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی،

جذبہ شوق کے عالم وہ بے تحاشا گھر کی دولت لٹا رہا تھا۔

سارے شہر میں یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی تھی کہ خاندان رسالت کے دو شہزادے اس گھر کے مہمان ہیں۔

مسلمان رئیس اپنی بیوی کے ہمراہ ان کی تلاش میں جوں ہی گھر سے باہر نکلا، مجوسی کے دروازے پر لوگوں کی بھیڑ دیکھ کر حیران رہ گیا۔

دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ خاندان رسالت کے دونوں نہال کل سے یہاں مقیم ہیں، پروانوں کا یہ ہجوم انہیں کے اعزاز میں اکٹھا ہوا ہے۔

یہ خبر سنتے ہی رئیس کی بانچھیں کھل گئیں۔ اس نے دل ہی دل میں طے کر لیا کہ مجوسی کو بچوں کے معاوضے میں چاہے زندگی بھر کی کمائی دینی پڑے قدم پیچھے نہیں ہٹاؤں گا۔ بگڑی ہوئی تقدیر سنور گئی تو دولت کمانے کے لئے ساری عمر پڑی ہے۔ نہایت تیزی کے ساتھ قدم بڑھاتے ہوئے رئیس اور اس کی بیوی دونوں مجوسی کے گھر پہنچے۔ دیکھا تو دونوں شہزادے دولہے کی طرح بن سنور کر بیٹھے ہیں اور مجوسی ان کے سروں سے اشرفیاں اتار کر جمع کولٹا رہا ہے۔ رئیس نے آگے بڑھ کر مجوسی سے کہا۔

”مجھے آپ سے ایک نہایت ضروری کام ہے، ایک لمحے کے لئے توجہ فرمائیں۔“

مجوسی رئیس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ فرمائیے میرے لئے کیا خدمت ہے؟ رئیس نے اپنی نگاہیں نیچے کرتے ہوئے کہا۔

”یہ دس ہزار اشرفیوں کا توڑا ہے، اسے قبول فرمائیے اور دونوں شہزادے میرے حوالے کر دیجئے۔ مجھے حق بھی پہنچتا ہے کہ سب سے پہلے یہ میرے ہی غریب

خانے پر تشریف لائے تھے۔

مجوسی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

جنت الفردوس کی جو عالی شان عمارت رات آپ نے دیکھی ہے اور جس میں داخل ہونے سے آپ کو روک دیا گیا ہے۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ دس ہزار اشرافیوں میں اسے فروخت کر دوں اور زندگی میں پہلی بار رحمت یزدانی کا جو دروازہ کھلا ہے اپنے اوپر مقفل کر لوں۔ شاید آپ کو معلوم نہیں ہے کہ جس خواجہ کونین کو آزرده کر کے آپ نے اپنے اوپر جنت حرام کر لی ہے، رات ان کے جلوہ بار تبسم سے ہمارے دلوں کی کائنات روشن ہو چکی ہے۔

اے خوشا نصیب! کہ اب ہمارے گھر میں کفر کی شب و بچور نہیں ہے، ایمان و اسلام کا سویرا ہو چکا ہے۔ یاد کیجئے خواب کی وہ بات جب آپ جنت کے پاسبان سے کہہ رہے تھے کہ..... آخر میں بھی سرکار کا امتی ہوں، مجھے کیوں روکا جا رہا ہے تو میں اس وقت اپنے چھوٹے سے کنبے کے ساتھ جنت کے صدر دروازہ سے گذر رہا تھا۔

مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں پیش آئی کہ میں بھی سرکار کا امتی ہوں، سرکار کا امتی کروڑوں کی بھیڑ میں پہچان لیا گیا، وہاں زبان کی بات نہیں چلتی، دل کا آئینہ پڑھا جاتا ہے، میرے بھائی۔

ہمارے حال پر سرکار کی رحمت و نوازش کا اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز منظر دیکھنا چاہتے ہو تو اپنی اہلیہ کو اندر بھجوادیتے۔

حضرت سیدہ کی کنیز، شکرانے کی نماز ادا کر رہی ہے۔ غالباً وہ ابھی سجدے میں ہوگی، سر اٹھانے کے بعد فوراً اس کی دکتی ہوئی پیشانی کا نظارہ کر لیں، عالم خواب میں

جس حصے پر آں جناب نے اپنا دستِ شفقت رکھ دیا تھا، وہاں اب تک کرن پھوٹ رہی ہے، اور درود یوار سے نور برس رہا ہے۔

جن شہزادوں کے دم قدم سے ہمارے نصیب چمکے، دلوں کی انجمن روشن ہوئی، جیتے جی سردی امان کا پروانہ ملا، اور ایک رات میں ہم کہاں سے کہاں پہنچ گئے، آپ انہیں دس ہزار اشرافیوں میں خریدنا چاہتے ہیں؟ حالانکہ صبح سے اب تک میں دس ہزار اشرافیاں صرف ان پر نثار کر چکا ہوں۔

اب وہ میرے مہمان نہیں ہیں، گھر کے مالک ہیں۔ ہم خود ان کے حوالے ہیں، انہیں کیا حوالے کر سکتے ہیں۔

بھائی جان آپ کا یہ سارا جوش عقیدت رات کے خواب کا نتیجہ ہے۔ خواب سے پہلے آنکھ کھل گئی ہوتی تو بات بن سکتی تھی، اب اس کا وقت گذر چکا ہے، البتہ ماتم کا وقت باقی ہے اور وہ کبھی نہیں گذرے گا۔

اور روتے روتے اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ بڑے بھائی کی نظر جو نہی اس کی طرف اٹھی، دل جذبہ رحم سے بھر آیا، بھرائی ہوئی آواز میں کہا.....

”بڑے سے بڑے غم کا بار سہہ لیا ہے لیکن بھیگی ہوئی پلکوں کا بوجھ ہم سے کبھی نہیں اٹھ سکتا۔ تم نے ہمارے ساتھ جو کچھ کیا وہ تمہارا شیوہ تھا، لیکن ہم تمہارے ساتھ اپنے گھر کی ریت برتیں گے۔ جاؤ تمہیں ہم نے معاف کر دیا، نانا جان بھی معاف کر دیں گے۔ مایوسی کا غم نہ اٹھاؤ، جنت میں تم بھی ہمارے ساتھ ہو گے۔“

گھر لوٹتے وقت رئیس کا دل خوشی سے لبریز تھا۔ (ماخوذ)

سیدزادے کی بے ادبی سے زیارت سے محرومی:

مولوی قلندر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہر روز زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی تھی۔ ایک دن کسی جمال کے لڑکے کو کہ ”سید“ تھا، طمانچہ مارا، اس دن سے زیارت منقطع ہو گئی۔ مدینہ منورہ کے مشائخ سے رجوع کیا گیا، تو انہوں نے ایک زن ولیہ مجذوبہ کے حوالہ کیا۔ سنتے ہی جوش میں آئی اور مولانا کا ہاتھ پکڑ کر کہا: ”شَفُّ هَذَا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ پس مولانا نے بیداری میں چشم ظاہر سے زیارت کی۔ اس سے پہلے اس لڑکے سے خطا بھی معاف کرائی تھی، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ (شائم امدادیہ)

فائدہ: سادات کی بے ادبی سے براہ راست ناراضگی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض بیبیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست رابطہ رکھتی ہیں کہ بلا تاخیر زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف فرما سکتی ہیں۔ نیز معلوم ہوا کہ بعض مجذوب خالی از ولایت نہیں، وہ مرد ہوں یا عورتیں۔

شائم علی کا حشر:

اسی طرح امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک صالح شخص سے روایت کی ہے، اس کا بیان ہے کہ ایک رات میں نے دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور تمام مخلوق مقامِ حساب پر جمع ہے، میں پل صراط کے نزدیک پہنچا اور وہاں سے گزر گیا۔ اچانک میری نظر حضور علیہ السلام پر پڑی جو حوض کوثر کے کنارے جلوہ فگن ہیں اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما لوگوں کو پانی پلا رہے ہیں۔ میں بھی ان کے پاس گیا اور پانی کے لئے عرض کی، لیکن انہوں نے مجھے پانی نہ دیا۔ میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ!

انہیں فرمائیے، مجھے پانی پلائیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: تجھے پانی نہیں دیں گے۔ میں نے عرض کی، کیوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے فرمایا: اس وجہ سے کہ تمہارے پڑوس میں ایک شخص رہتا ہے جو علی کی بدگوئی کرتا ہے اور تو اسے منع نہیں کرتا۔

میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جان سے نہ مار دے اس لئے مجھے اس کو منع کرنے کی طاقت نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم نے مجھے ایک چھرا دیا اور فرمایا: جاؤ اسے قتل کر دو۔ میں نے خواب میں ہی اسے قتل کر دیا اور واپس حضور کی خدمت میں چلا آیا، اور عرض کی: حضور! میں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کر دی ہے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے حسن! اسے پانی دو۔ حضرت حسن نے مجھے پانی دیا، میں نے پیالہ پکڑا لیکن مجھے پتہ نہیں کہ میں نے پانی پیایا نہیں۔ اس کے بعد میں خواب سے بیدار ہو گیا۔ میں نے اس خوف کی حالت میں وضو کیا اور نماز ادا کرنے میں مشغول ہو گیا یہاں تک صبح ہو گئی۔ لوگوں میں ایک کہرام مچا ہوا تھا کہ فلاں شخص کو آج رات سوتے ہی قتل کر دیا گیا ہے اور حاکم وقت کے اہل کار آ کر بے گناہ ہمسایوں کو پکڑ لے گئے ہیں۔ میں نے دل میں کہا: سبحان اللہ! یہ خواب تو میں نے دیکھا ہے جو خدا تعالیٰ نے سچا کر دیا ہے۔ پھر میں اٹھ کر حاکم کے پاس گیا اور کہا یہ کام تو میں نے کیا ہے اور یہ لوگ بالکل بے گناہ ہیں۔ حاکم نے کہا: ظالم یہ کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا، یہ خواب میں نے دیکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے سچا کر دیا ہے، میرا بھی کیا گناہ ہے۔ پھر میں نے وہ خواب حاکم کو سنایا۔ جس نے کہا، اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔ اٹھ اور چلا جا۔ تو اور یہ سب لوگ بے گناہ ہیں۔

گستاخ اولیا و علماء

بسم الله الرحمن الرحيم۔ نحمدہ و نصلی

علیٰ رسولہ الکریم: اما بعد

اولیاء، فقہاء، صوفیاء، محدثین، مفسرین اور علماء کریمین کے دشمنوں کا انجام جس کی تشریح آئندہ اوراق میں دیکھی جائے گی، ہمارے اسلاف نے اس موضوع پر مستقل تصانیف لکھیں۔ قطب ربانی، عالم یزدانی، سیدنا ابوالموہب امام شعرانی قدس سرہ نے ”الاجویۃ المرضیۃ عن آئمة الفقہاء والصوفیۃ“ تحریر فرمائی۔ اگرچہ مختلف مقامات پر اپنی دوسری تصانیف میں اسی قسم کے بیانات لکھے۔ مثلاً ”البحر المورود“ میں لکھتے ہیں۔

.. اخذ علینا المعهود ان بخیب عن آئمة الاسلام من العلماء والصوفیہ

جهدنا والانصافی قط القول من طعن فیہم لعلنا انہ ما طعن فیہم الا و هو

عن معرفة مدار کھم۔“

”ہم نے وعدہ لیا ہے کہ ہم آئمة اسلام اور علماء و مشائخ کی طرف سے

اعتراضات کے جوابات دیں اور طعن و تشنیع کی طرف توجہ نہ دیں، کیونکہ ہم ان کی حقیقت

کی کہنہ سے بے خبر ہیں۔“

معترضین کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ اولیاء و علماء کی شان گھٹ جائے اور یہ

شان و شوکت جو مسلمانوں کے دلوں میں دور ہو جائے لیکن انہیں معلوم نہیں کیسے

گیتی اگر سراسر باد گیرد

چراغ مقبلاں ہر گز نیرد

گذشتہ صدیوں میں بھی بعض لوگوں نے بزرگوں پر حرف گیری کی لیکن

معارض اور معترض علیہ کے مراتب کو دیکھا جائے تو زمین و آسمان کا فرق ہے دیکھئے امام شافعی رضی اللہ عنہ کا کیا حال تھا۔ کیا وہ امام اعظم صاحب کی شان کے خلاف تھے۔ نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔

سیدنا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”الناس کلہم فی الفقہ عیال علیٰ ابی حنیفۃ“۔

کہاں ابن جوزی اور کہاں معروف کرخی، جنید، شبلی، بایزید بسطامی،

”ان الشریعة جاءت علیٰ ثلثمائة و ستین طریقہ“۔

شریعت تین سو ساٹھ طریقوں پر ہے۔

جب حدیث شریف کے مطابق شریعت کی تین سو ساٹھ راہیں ہیں تو پھر کسی

ولی کامل کے طریقہ پر اعتراض کیسا ہو سکتا ہے کہ جس راہ پر وہ ولی کامل چل رہے ہیں وہ

ہمیں خلاف نظر آ رہا ہے اور درحقیقت وہ بھی راہ حق پر ہو۔

(سوال) پھر ہمیں صرف ایک راہ پر چلنے کا کیوں مکلف بنایا گیا ہے؟

(جواب) چونکہ عوام و خواص کے طریقوں میں امتیاز ہوتا ہے۔ ہم بات کر

رہے ہیں خواص کی۔ باقی عوام کے لئے تو ضروری ہے کہ وہ ایک راہ پر چلیں تاکہ فتنہ و

فساد نہ ہو، کیونکہ عوام کو کیا معلوم کہ یہ راہ حق ہے یا غلط۔ اسی لئے تقلید شخصی شریعت میں

واجب ہوئی تاکہ عوام غلط راہ چل کر بھٹک نہ جائیں۔

سیدنا علی الخواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

”ویقوم الدین الا بالاتفاق علیہ لا باختلاف فیہ“۔

”دین تب قائم ہے جب اسمیں اختلاف نہ ہو“۔

ہمیں چاہئے کہ ہم کسی بھی عالم، فقیہ، صوفی وغیرہم پر کسی قسم کا اعتراض نہ کریں بلکہ کوئی اعتراض کرے تو حتی الامکان جواب دینے کی کوشش کریں ورنہ خاموش ہو کر ان کی امداد ان کے سپرد کریں۔

دشمنان اولیاء کرام کا انجام:

حکایت: کسی نے سیدنا امام محی الدین ابن العربی پر اعتراضات کئے اور یہاں تک غصہ میں آیا کہ رات کو ان کی مزار شریف جلانے کے لئے آگ لایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی مزار شریف کو محفوظ فرمایا اور اس شخص کو زمین میں دھنسا دیا۔ لوگوں نے گہرے گڑھے کھودے اور اس کی تلاش کی لیکن وہ نہ مل سکا۔

(کذافی شواہد الحق للنہانی ص ۴۲۱)

سہیل بن عبد اللہ تستری رحمہم اللہ تعالیٰ نے ”تلبیس ابلیس“ میں ان حضرات کے حق میں لکھ مارا۔

”ولعمری لقد لموی ہؤلاء بساط الشریعة طیا فیا یتہم لم

یتصو فوا“۔ (شواہد الحق للنہانی ص ۴۱۹)

بخدا یہ لوگ شریعت سے کوسوں دور ہیں۔ اپنی اسی کتاب کے دوسرے مقام پر لکھتے ہیں

”ولقد تعدی ہؤلاء طور الجنون بطبقات“۔

انہوں نے جنون کے مختلف طریقے اختیار کئے۔

بلکہ اسی کتاب میں سیدنا بایزید بسطامی، سہیل بن عبد اللہ تستری اور شبلی وغزالی

اور دوسرے بزرگوں کو کافر لکھا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

(سوال)۔ علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے پایہ کے بزرگ تھے وہ کیسے ان حضرات کو کافر کہہ سکتے ہیں؟

(جوابات)۔ علامہ یوسف بیہانی رحمہ اللہ تعالیٰ شواہد حق ص ۴۱۹ میں لکھتے ہیں: علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ تو اپنی تصانیف میں مذکورہ بالا حضرات کے بڑے بڑے مناقب اور ان کی کرامات لکھتے ہیں، لیکن ”تلبیس ابلیس“ میں ان کی تکفیر اور مذمت کی ہے۔ اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں، یا تو علامہ صاحب کا ابتدائی دور ہوگا کہ ابتدائی دور میں انسان غلطی کا شکار ہو سکتا ہے، یا تو ان پر الزام تراشی ہے اور کسی نے ان کی کتاب میں ایسی غلط عبارات درج کر دی ہیں۔

خلاصہ کلام: یہ کہ دور سابق میں بزرگوں کی کسی نے مذمت نہیں کی بلکہ بڑے بڑے مناقب اور ان کرامات بیان کرتے چلے آئے ہیں، بلکہ اگر ان پر کسی نے اعتراض کئے ہیں تو ان کے شاندار جوابات دیئے ہیں۔

۲۔ طبرانی شریف میں مرفوعاً حدیث ہے کہ

ولی اللہ کا دشمن:

مولانا شاہ احمد نورانی کے استاد حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں کرنال خدمت تدریس کے لئے گیا۔ یہاں پر ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ مولانا محمد رمضان صاحب ”باشندہ“ کرنال تازہ بتازہ دیوبند سے فارغ التحصیل ہو

کر آئے تھے۔ ایک روز بعد از مغرب ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ جامع مسجد کے حوض کی پٹری پر بیٹھ کر گفتگو شروع ہوئی، اثنائے گفتگو میں سلطان المشائخ حضور محبوب الہی قدس سرہ العزیز کا ذکر پاک آگیا۔ سنتے ہی بڑی جرات اور بیباکی کے ساتھ کہا۔ وہاں کیا رکھا ہے، مٹی کا ڈھیر ہے۔ مجھے اس گستاخانہ کلمے سے بے انتہا تکلیف پہنچی اور دل مسوس کر رہ گیا، گفتگو ختم ہو گئی۔ قدرت الہی دیکھئے، یہاں سے جانے کے بعد گھر پہنچا، پیٹ میں ایسا درد اٹھا، تڑپتے تڑپتے صبح نمودار ہو گئی اور کسی تدبیر سے درد موقوف نہ ہوا۔ صبح کو ماسٹر محمد صدیق صاحب ایم اے تشریف لائے۔ وہ معمولاً دوسرے تیسرے دن آیا کرتے تھے اور ان تازہ ولایت سے ان کی رشتہ داری بھی تھی۔

انہوں نے بیان فرمایا کہ شب گذشتہ سے مولوی محمد رمضان صاحب کے درد اٹھا ہے، ان کی چیخ و پکار سے گھر گھر میں رنجگار رہا۔ متعدد ڈاکٹروں کی دوائیں استعمال کرائی گئیں مگر اب تک کارگر نہ ہوئی۔ میں نے کہا: ماسٹر صاحب ان دواؤں سے کامیابی نہ ہو گی، اس کی دوا کچھ اور ہے۔ وہ یہاں پر بعد مغرب یہ گستاخانہ کلمات کہہ گئے تھے، اس کی سزا میں گرفتار ہیں۔ ان سے کہیے کہ توبہ کریں، یہی دوا ہے، اس سے درد دور ہو سکتا ہے۔ ماسٹر صاحب تشریف لے گئے اور خلاف معمول پھر شام کو آ کر بیان کیا کہ وہ کسی صورت توبہ پر راضی نہیں ہوتا، اور گھر بھر پریشان ہے۔ پھر دوسرے دن صبح تشریف لائے اور بیان فرمایا۔ رات کے آخری حصے میں ان کی منت سماجت پر توبہ کی اور درد موقوف ہوا۔

ف: بس تجربہ کر دیم و دیں دیر مکافات

با درد کشاں ہر کہ در افتاد بر افتاد

(بشیر القاری شرح بخاری جلد اول)

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دشمن:

آپ کے ایک مخالف نے آپ کی مخالفت میں ایک رسالہ لکھا اور وہ حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لے آیا۔ امام صاحب نے دیکھ کر اسے دور پھینک مارا۔ وہ شخص شرمسار ہو کر واپس لوٹا تو سیڑھی سے گرا اور پسلی ٹوٹ گئی۔ پھر یہ ہوا کہ (زرر کہ) ٹیڑھی ہو گئی، جب پیشاب پاخانہ کرتا تو اس کے اپنے جسم پر پڑتا۔

(شواہد ص ۴۲۳)

امام غزالی (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے مخالف کو نبوی کوڑے:

بعض بزرگوں نے خواب میں دیکھا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فخر کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا آپ کی امت میں بھی میرے غزالی جیسا کوئی ہے۔ انہوں نے کہا: نہیں۔ بعض علمائے مغرب نے اس کا انکار کیا اور تعصب سے ان کی کتاب ”احیاء العلوم“ کو جلا دیا۔ خواب میں اسی مغربی عالم نے حضور علیہ السلام کو دیکھا لیکن حضور علیہ السلام نے اس سے رخ پھریا اور فرمایا، اس مکینہ کے کپڑے اتار دو اور لگاؤ اسے چابک۔ چنانچہ اسے چابک لگوائے گئے اور جب اٹھا تو وہ نشان موجود تھے اور مرتے دم تک اس کی جان پر وہ نشان باقی رہے۔ البتہ مرنے سے پہلے اس نے نہ صرف امام غزالی پر اعتراض کرنے سے توبہ کر لی بلکہ کتاب ”احیاء العلوم“ سونے کے پانی سے لکھنے کا حکم فرمایا۔ (شواہد الحق ص ۴۲۰)

امام غزالی کا ایک اور یا وہی مخالف:

حضرت مولانا عبدالعزیز پرہاروی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ امام قطب زمان

ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے سامنے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فخر فرما رہے ہیں اور حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ کیا آپ کی امتوں میں غزالی جیسا کوئی عالم ہے؟ بعض لوگ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرتے تھے تو حضور علیہ السلام نے خواب میں انہیں کوڑے مروائے۔ وہ بیدار ہوئے تو کوڑوں کا اثر ان کے جسم پر تھا۔ (نبراس ص ۳۸۸)

ولی کا دشمن:

حضرت خواجہ خاوند محمود نقشبندی لاہوری المعروف حضرت ایشاں کا روضہ تعمیر ہو رہا تھا تو خانِ دوران صوبہ لاہور نے، جو خشک ملا تھا اور مشائخِ عظام کے ساتھ اس کی کمال عداوت تھی، برسرِ پر خاش ہوا اور مجاور کو بلا کر کہا کہ خاندان نقشبندیہ میں کسی کا روضہ آج تک نہیں بنا، بلکہ شاہ نقشبندی رحمہ اللہ کا روضہ بھی نہیں ہے۔ اس کو گرا دیا جائے۔ مجاور نے جواب دیا کہ مجھ کو گرانے کا کوئی اختیار نہیں ہے آپ کو اختیار ہے، تو گرا دو۔ دوسرے روز خانِ دوران روضہ پر آیا اور حکمانہ حکم دیا کہ روضہ گرا دیا جاوے۔ مگر جب وہاں سے لوٹ کر شالامار باغ کو چلا تو راستے میں گھوڑے نے ناخن لیا اور خانِ دوران گھوڑے سے گرا اور گردن ٹوٹ گئی۔ تین دن زندہ رہ کر مر گیا۔ نعوذ باللہ من غضب اولیاء اللہ (لاہور کے اولیائے نقشبندیہ ص ۱۱۸)

(۲) حکام لاہور سے ایک شیعہ تھا، اس نے حضرت ایشاں رحمہ اللہ تعالیٰ کا گنبد گرا

چاہا، خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اسے اس کی بیٹی نے قتل کر دیا۔ (کتاب مذکور ص ۱۱۹)

(۳) ایک بار حضرت ایشاں رحمہ اللہ تعالیٰ عیدگاہ لاہور میں بروز عید تشریف فرماتے تھے، نمازی جمع ہو چکے تھے مگر صوبہ دار لاہور کا انتظار تھا، اثناء ذکر میں آخر وقت نماز کا ذکر آیا، حضرت نے فرمایا کہ وقت آخر وقت تا بہ زوال ہے۔ ملا ابوصالح لاہوری نے انکار کیا اور بے ادبی کے ساتھ بولا..... چنانچہ بعد نماز کے ملا گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کو چلا، گھوڑا بگڑا اور ملا گرا۔ گردن کا منکا ٹوٹا اور اسی دن مر گیا۔

(ف) اس میں اولیاء اللہ کے بے ادب کو سزا ملنے کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے علم مافی الغد (یعنی کل کیا ہوگا) بھی ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا دشمن:

ایک بہت بڑے عالم نے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ایک کتاب لکھی۔ اس کے بعد امام صاحب کو کسی نے خواب میں آسمانی جانب سترگز نورانی صورت میں دیکھا اور وہ سورج کے نور کی طرح تھا، اور وہ عالم جس نے اعتراض کیا کالی چیونٹی کی طرح سامنے نظر آتا۔ (شواہد الحق ص ۴۲۱)

شب معراج امام غزالی کو بلا لیا گیا:

امام اصفہانی محاضرات میں سیدنا امام شاذلی صاحب حزب البحر رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل فرمایا کہ میں ایک مرتبہ مسجد اقصیٰ میں سو گیا، خواب میں دیکھتا ہوں کہ مسجد اقصیٰ کے باہر حرم میں ایک تخت بچھایا گیا ہے اور فوج در فوج مخلوق کا اثر دہام ہونا شروع ہوا۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کیسا اجتماع ہے؟۔ معلوم ہوا کہ تمام رسل و انبیاء

علیہم الصلوٰۃ والسلام حضور سید عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں منصور حلاج کی سوء ادبی کے بارے میں شفاعت کے لئے حاضر ہو رہے ہیں۔ میں نے جو تخت دیکھا تو اس پر ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رونق افروز ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام سب زمین پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں وہاں ٹھہر گیا اور ان مقدس حضرات کی باتیں سننے لگا، تو موسیٰ علیہ السلام نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ حضور! آپ نے فرمایا ہے کہ میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہیں تو آپ ان سے کوئی ایک عالم دکھائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے ایک سوال کیا، امام غزالی نے اس کے دس جوابات دیئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ جواب سوال کے مطابق ہونا چاہئے، ایک سوال کا ایک جواب دینا تھا آپ نے دس جواب کیوں دیئے۔ امام غزالی نے عرض کیا: حضور! معاف فرمائیں، اللہ تعالیٰ نے آپ سے بھی ایک سوال کیا تھا۔

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ - (پ ۱۶ سورہ طہ آیت نمبر ۱۷)

اے موسیٰ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے۔

آپ نے اسکے کئی جواب دیئے کہ یہ میری لکڑی ہے، میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس کے علاوہ میرے اور کام بھی اس سے انجام ہوتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ایک سوال کا ایک جواب کافی تھا کہ یہ میری لکڑی ہے۔ امام شاذلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، یہ منظر دیکھ کر کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تخت پر جلوہ افروز ہیں اور تمام انبیاء بالخصوص حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ

السلام، حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام، حضرت نوح اللہ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام، جیسے الوالعزم انبیاء علیہم السلام سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، کتنی بڑی شان اور جلالتِ محمدی کا مظاہرہ ہے، میں سوچ بچار میں لگا ہوا تھا اور اپنے دل میں بحالت خواب حضور علیہ السلام کی قدر و منزلت پر متعجب تھا کہ اچانک کسی نے مجھے پاؤں سے ٹھوکر ماری، جس کی ضرب سے میں بیدار ہو گیا۔ میں نے جو اسے دیکھا تو مسجد اقصیٰ کا منتظم تھا اور اس وقت مسجد اقصیٰ کی قدیلین روشن کر رہا تھا۔ اس نے کہا: کیا تعجب کرتا ہے، یہ سب حضور ہی کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ سن کر مجھ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ نماز کیلئے جماعت کھڑی ہوئی تو اس وقت مجھے افاقہ ہوا۔ میں نے اس منتظم مسجد اقصیٰ کو تلاش کیا مگر آج تک اسے نہ پایا۔ (روح البیان ج ۵ ص ۷۵)

نمازی کا بے ادب خنزیر:

سیدنا امام شعرانی قدس سرہ تاریخ ملک منصور بن سلطان سے نقل کرتے ہیں کہ ۷۸۲ھ میں حلب کے گورنر نے والی مصر کو خط کے ذریعے اطلاع دی کہ یہاں حلب میں عجیب واقعہ ہوا ہے کہ جامع مسجد میں ایک امام نماز پڑھا رہا تھا، ایک شرارتی آدمی نے امام سے بحالت نماز اس کے ساتھ مذاق اور استہزاء سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی اور دیر تک اس کے ساتھ شرارت کرتا رہا، لیکن امام نے نماز نہ توڑی۔ جس وقت امام نے سلام پھیرا اسی مذاق کر نیوالے کا چہرہ خنزیر کی صورت میں بدل گیا، جس سے وہ جنگل کی طرف دوڑ گیا۔ اس واقعہ کی گورنر حلب نے شاہی خط کے ذریعے والی مصر کو اطلاع دی۔

(سعادة الدارين للنبياني ص ۱۵۶)

باپ کا بے ادب اور اسکی سزا:

حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا ہے کہ شیخ قوام الدین کا ایک بیٹا تھا جسے انہوں نے تیغ نظر اور قہر سے مار ڈالا تھا۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ وہ آپکا بیٹا سرکاری نوکر تھا لیکن شیخ قوام الدین کو یہ بات سخت ناپسند تھی کہ فقیر کا بیٹا نوکر شاہی ہو۔ ایک دن وہ گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہا تھا، جب حضرت شیخ قوام الدین کی جائے رہائش سے ان کا گذر ہوا تو لوگوں نے کہا: نیچے اتر جاؤ اور باپ کا ادب کرو۔ لیکن انہوں نے غرور میں آکر کچھ نہ سنا۔ جب والد ماجد کے قریب پہنچا تو آپ کو سخت غصہ لگا: اور فرمایا ابھی تمہاری گردن ٹوٹی۔ یہ کہتے ہی وہ گھوڑے سے گرا اور گردن ٹوٹ گئی۔ اس طرح ان کا سلسلہ نسب منقطع ہو گیا، لیکن سلسلہ طریقت باقی رہا، جو سلسلہ مینائیہ کے نام سے موسوم ہے اور آج تک جاری ہے۔

(ملفوظات خواجہ غلام فرید)

حکایت۔ امام غوث اعظم رضی اللہ عنہ:

.. ایک نعت خواں شرابیوں کے سامنے قصیدہ غوثیہ شریف پڑھنے لگا تو بے ادبی کی سزایوں ملی کہ اس کا پیشاب اور پاخانہ منہ اور ناک کے راستے سے نکلنے لگا اور موت تک یہی حال رہا۔ (شواہد ص ۴۲۱)

شائمان حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سزا:

اسی طرح امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ حضرت سعید بن مسیب نے حضرت علی بن زید رضی اللہ عنہ کو ایک شخص دکھایا اور کہا کہ اسے ذرا اٹھ کر دیکھو۔ حضرت علی بن زید نے کہا: آپ مجھے اس کے احوال سے آگاہ فرمادیں، مجھے

دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ انہوں نے فرمایا: یہ وہ شخص ہے جو حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام حضرت علی اور ان کے بیٹوں کے خلاف بدکلامی کیا کرتا تھا۔ میں نے دعا کی، اے خداوند عالم! اگر اس پر کوئی تیری عنایت ہے تو اس سے مجھے باخبر کر دے۔ اس پر اس شخص کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔

”دلائل النبوت“ میں مرقوم ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک شخص تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بدگوئی کیا کرتا تھا، حضرت سعد بن مالک نے اس کے خلاف دعا کی۔ وہ شخص ایک دن اپنا اونٹ مسجد نبوی کے باہر چھوڑ کر اندر آ گیا اور لوگوں میں بیٹھ گیا۔ اس کا اونٹ کودتا ہوا مسجد میں آیا اور اس شخص کو اپنے سینے سے زمین پر خوب رگڑا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ حضرت حسین بن علی بن حسین سے روایت ہے کہ ابراہیم بن ہشام الحزومی والی مدینہ تھا، وہ ہر جمعہ کو ہمیں اپنے منبر کے پاس جمع کرتا اور جناب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازیبا گفتگو کرتا۔ ایک جمعہ اس جگہ بہت سے لوگ جمع تھے اور میں منبر کے پہلو میں بیٹھا تھا۔ مجھ پر خواب غالب آگئی، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پھٹی اور اندر سے ایک شخص نکلا جو سفید کپڑوں میں ملبوس تھا، مجھے فرمایا: اے ابو عبد اللہ! جو یہ شخص کہتا ہے تو اس سے اندوہ گیس ہوتا؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: اپنی آنکھیں کھولو اور دیکھو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کیا معاملہ کرتا ہے۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں تو وہ ذکر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کر رہا تھا، جو بعد ازاں منبر سے گرتے ہی مر گیا۔

فہرست مضامین

(حصہ دوم)

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
239	گستاخ اور بے ادب ولد الزنا یا ولد الحرام	212	عرض مؤلف
240	پہلا گستاخ نبوت ولد الزنا تھا		قرآن مجید سے گستاخوں کا برا انجام،
241	مالک بن نویرہ کا قتل	216	تفسیر لاجہ تو مالخ فوائد
	قرآن کے قاری اور امام مسجد کو	217	فوائد
241	حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا	219	صحابہ کرام کا گستاخوں کے ساتھ برتاؤ
242	عظمت مصطفیٰ ﷺ اور صحابہ	219	حضرت محمد ﷺ کا گدھا اور بے ادب گستاخ
244	نماز کے دوران تعظیم مصطفیٰ کا نظارہ	220	حضور ﷺ کے دشمن کا قتل
245	علی مٹ جائیگا لیکن نام نبی نہیں مٹے گا		حضور ﷺ کا ایک اور دشمن صحابہ کے
247	اس لکڑی کو بے وضو ہاتھ نہ لگے	223	زرغے میں
248	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ادب	223	نا بیباک عاشق رسول نے اپنی گستاخ لوٹڈی
249	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ادب کیا	224	نبی علیہ السلام کی دشمن یہودیہ کا گلہ
250	حضرت امام مالک کا استاد		گھونٹا گیا
250	حضرت امام مالک کا ادب	225	متقی پر ہیزگار لیکن دشمن رسول ﷺ
251	محمد بن منذر کا ادب	228	ایک گستاخ نبی ﷺ کی درگاہ نبوت میں
251	حضرت امام جعفر صادق	231	خطرہ کا الارم
251	حضرت عبدالرحمن کا ادب		نبی علیہ السلام کے گستاخ کو حضرت علی
252	عامر بن عبداللہ کا ادب	232	رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مارا۔
		235	گستاخ رسول کو قتل کرنے پر خوشی کا منظر
		236	ازالہ وہم

	252	امام زہری کا ادب
260	253	صفوان بن سلیم کا ادب
260	253	حضرت قتادہ کا حال
261	253	امام مالک اور حدیث کا ادب
261	253	ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی کا واقعہ
	254	امام مالک اور ادب
262	255	بچھونے کا ڈالا
262	255	بیس کوڑے
263	256	منبر رسول کا ادب
264	256	مدینہ کی مٹی کا ادب
264	256	بے وضو ہاتھ نہ لگانا
264	257	رڈی مٹی اور کوڑے
265		امام ابو یوسف نے کدو پر عیب لگانے
265	257	والے کو گردن زدنی کا حکم صادر کیا۔
266	257	گستاخ واجب القتل
267	258	قاضی عیاض نے فرمایا
268		قیح شکل والے سے تشبیہ دینے والے
269	258	کو قتل کا حکم
	252	نبی علیہ السلام کو اپنے جیسا کہا تو
	253	واجب القتل
	253	حضور علیہ السلام کو فقیر کہا تو سولی چڑھا
	253	گستاخ رسول سولی پر
	253	حضور کو بھولنے والا کہنا حرام ہے
	254	وہ واقعات جو احادیث مبارکہ اور
	255	تواریخ صحیحہ سے ثابت ہیں
	255	ابولہب
	256	عاص ابو جہل
	256	اسود بن مطلب
	256	اسود بن عبید بن عنوث
	257	حارث بن قیس
		ابن ابی سرح
	257	عتبہ بن ابولہب
	257	گستاخوں کی صحبت سے نحوست
	258	فوائد
		نبی علیہ السلام کے دشمن کا منہ ٹیڑھا
	258	بد بخت یہودی قوم

- 296 فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی توہین
- 297 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبح کرادیا
- 298 ابو بکر و عمر کے دشمن کی گردن اڑائی گئی
- 299 دشمن شیخین کو نبی علیہ السلام نے ذبح کرادیا
- 299 ابو بکر و عمر کے دشمنوں پر لعنت
- 300 حدیث شریف
- 300 اس کا خاتمہ خراب ہوا جس نے
- 300 حضرت ابو بکر و عمر کا گولی دی
- 300 شیعہ بشل خنزیر
- 301 ابو بکر و عمر کے دشمن کی آنکھیں باہر نکل آئیں
- 302 ابو بکر و عمر کے دشمن کا چہرہ سیاہ ہو گیا
- 302 ایک رافضی خنزیر بن گیا
- 303 ابو بکر و عمر کے دشمن کی سزا
- 304 ایک سی رافضی بندر بن گیا
- 305 مشہور واقعہ
- 306 بغض صدیق کی وجہ سے خنزیر بن گیا
- 270 کسریٰ کا برا انجام
- 271 دو فیرنگیوں کا گنبد خضریٰ میں سرنگ لگانا
- 274 مصری زندقوں کا واقعہ زہرہ گداز
- 275 طحلوں کا واقعہ حصف
- 277 ادھورا درود لکھنے والے کا ہاتھ گل گیا
- 278 عصائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کی سزا
- 278 ملا علی قاری کی ٹانگ ٹوٹ گئی
- 279 یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفر قرار دینے پر
- 279 قدرتی گرفت
- 280 علامہ کاظمی کے مباہلہ سے ایک
- 280 دیوبندی بری موت مرا
- 281 نبی علیہ السلام کے دشمن کا گھر جل گیا
- 282 ایک گستاخ کا انجام
- 284 گستاخ صحابہ
- 286 تہیہ
- 287 شرف صحابہ
- 291 فضیلت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ شیعہ
- کی بدتمیزی

- 317 بغض صحابہ کی وجہ سے گلے میں سانپ
خارجی گھوڑے سے گر کر مرا
- 318 کا چٹ جانا 308
دشمنان اہلبیت کرام
- 318 قبر میں خنزیر بن جانا 308
اہلبیت سے کون مراد ہیں
- 318 بغض صحابہ سے قبر میں آنکھ نکل جانا 309
فضائل اہلبیت
- 320 بغض صحابہ سے نصرانیوں کے ساتھ 309
جنت حرام
- 320 حضرت عثمان کے قتل کی خوشی کا عذاب 310
رحمت خداوندی سے مایوس
- 321 بغض شیخین سے گلے میں طوق بن جانا 310
کفر کی موت
- 321 بغض صحابہ سے قبر میں سانپ 311
جنت کی خوشبو سے محرومی
- 321 ابو بکر و عمر کے دشمنوں کو گتے نے کاٹا 312
بغض اہلبیت بغض مصطفیٰ ہے
- 322 ابو بکر و عمر کے دشمن کا حشر نصرانیوں
شیطان کے ساتھی
- 322 کے ساتھ 313
ہلاکت غرقابی جہنم
- 323 شیخین کا دشمن یک چشم 314
یہ گالی نہیں حقیقت ہے
- 324 امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دشمن ذلیل
شقی منافق حرامزادہ ولد الحیض
- 325 ہو کر مرا 314
یہودیوں کا ساتھی
- 325 ایک عینی واقعہ 314
قہر خداوندی
- 326 دوسرا واقعہ 315
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنان اہلبیت
- 327 نسبی ترجیح سے ایک عالم کو عذاب 315
لڑائی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے
- 327 حضرت سعد کے مخالف کی زندگی بزار 316
کعبے کے نمازی دوزخ میں

	327	کوفہ پر مختار کا تسلط اور تمام	حاسد بن اہلبیت کا منہ کالا
341	329	قاتلان حسین کی عبرتناک ہلاکت	ازالہ دھم
344	329	حسین کا دشمن اندھا	سیدزادی کی کہانی
344	330	حسین کے دشمن دینوی عذاب میں	تبدیلی نسب کی سزا
345	330	حسین کا دشمن جلتی آگ میں مرا	فضائل و مناقب
345	331	ابن زیاد پر اڑوہا کا حملہ	انتباہ
345	331	چنگاری لگنے سے اندھا ہو گیا	حضرت حسین کا تعارف اور ان کے فضائل
346	332	یزید کے چیلے مسلم بن عقبہ کا انجام	فضائل
347	333	حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا دشمن	منبر چھوڑ دیا
347	333	امام عالی مقام کے اونٹ	حدیث مبارک
348	333	منہ کالا ہو گیا	حدیث مبارک
348	333	یزید پر قہر خداوندی	حدیث مبارک
349	333	ہلاکت یزید	حدیث مبارک
	333	تیر مارنے والا پیاس سے تڑپ تڑپ	حدیث مبارک
349	334	کرم گیا	اپنا بیٹا یا بیٹی کا بیٹا
349	335	خلاصۃ الکلام	واقعات سے پہلے
349	336	نیرنگی زمانہ	شہدائے کربلا کے گستاخوں کا انجام
350	337	سادات کے اعدا	حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد

- نتیجہ
- 352 امام غزالی کے ایک اور مخالف 372
- دوسیدزادوں کا واقعہ 353
- 373 ولی کا دشمن
- سیدزادے کی بے ادبی سے زیارت 365
- 374 حضرت امام اعظم کا دشمن
- سے محرومی 365
- 374 شب معراج امام غزالی کو بلایا گیا
- شام علی کا حشر 365
- 376 نمازی کا بے ادب خنزیر 367 **گستاخ اولیاء و علماء**
- دشمنان اولیاء کرام کا انجام 369
- 377 باپ کا بے ادب اور اس کی سزا
- ولی اللہ کا دشمن 370
- 377 حکایت امام غوث اعظم رضی اللہ عنہ
- 372 حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا دشمن
- امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے مخالف کو 372
- 377 شامان حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سزا
- نبوی کوڑے 372
- ☆☆☆☆☆